سیرت
یعقوبؒ و مملوکؒ

اولین شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ
اور اُن کے والد ماجد حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کے سوانح حیات

تالیف

مولانا محمد انوار الحسن صاحب شیرکوٹی، پروفیسر

ناشر
مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴

سیرت یعقوب و مملوک

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نانوتوی

اولین شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند و صدر المدرسین

ابن استاذ علماء ہند مولانا مملوک علی صاحبؒ

صدر شعبۂ علومِ شرقیہ دہلی کالج

ہر دو پدر و پسر کے علمی، روحانی، اخلاقی اور ادبی

سوانح حیات

مؤلفہ

محمد انوار الحسن شیر کوٹی، پروفیسر

ناشر

مکتبہ دار العلوم، کراچی ۱۴

کتاب کا تاریخی خاکہ

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No. 20502
MAILSI

نام کتاب ـــــ سیرت یعقوب و مملوک

نام مصنف ـــــ پروفیسر محمد انوار الحسن شیرکوٹی

باہتمام و تعاون و سرپرستی ـــــ
حضرت مفتی محمد شفیع صاحب
حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری
مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب

سال اشاعت ـــــ سنہ ۱۳۹۴ھ ۱۹۷۴ء

تعداد بار اول ـــــ ایک ہزار (۱۰۰۰)

ناشر ـــــ مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴

مطبع ـــــ مشہود آفسٹ پریس

قیمت کتاب ـــــ پندرہ روپئے پچھتر پیسے

ملنے کے پتے

مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴
مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی نمبر ۵
ادارۃ المعارف کراچی ۱۴
دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱
ادارہ اسلامیات نمبر ۱۹۰ انارکلی لاہور،
ڈاکٹر محمد انصار الحسن ناظم مکتبہ انوار علامہ شبیر احمد اکیڈمی۔
۱۲۹ ۔ ڈی پیپلز کالونی لائل پور (پنجاب)

TECHNICAL S

نذرانۂ انتساب

ناچیز اپنی اس علمی کاوش اور سعیٔ تالیف
کو اپنے پیر و مرشد یگانۂ روزگار حضرت مولانا
عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ
کی ذات ستودہ صفات سے انتساب کا فخر
حاصل کر کے سامانِ آخرت کی اُمید رکھتا ہے
اور دست بدعا ہے کہ خدائے کریم
حضرت مولانا محمد یعقوب رح صاحب اور حضرت
مولانا مملوک علی صاحب کے انوار و برکات
کے صدقے میں میری مغفرت فرما دے۔ آمین

مُصنّف

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	ٹائیٹل	۱
۲	کتاب کا تاریخی خاکہ	۲
۳	نذرانۂ انتساب	۳
۴	فہرست مضامین	۴
۵	حرف آغاز	۷
۶	سیرت یعقوب و مملوک	۹
۷	جامع شریعت و طریقت	۱۰
۸	مولانا محمد یعقوب کا کشف	۱۰
۹	مستجاب الدعوات	۱۱
۱۰	یہ تھے مولانا محمد یعقوب	۱۳
۱۱	ذکر یعقوب: نام والد، دادا، نانا کے اسمار گرامی	۱۵
۱۲	سلسلۂ نسب تا صدیق اکبرؓ	۱۵
۱۳	شجرہ نسب	۱۶
۱۴	قصبہ نانوتہ کی پوزیشن	۱۸
۱۵	اقوام نانوتہ و زمینداره	۱۸
۱۶	علم و فضل: باغ و کاشت	۱۹
	مردم شماری موجودہ حالت	
۱۷	قاضی میراں بڑے کی آمد	۱۹
۱۸	نانوتہ کا ریلوے سٹیشن	۲۰
۱۹	مولانا کی تاریخ پیدائش	۲۰
۲۰	ابتدائی تعلیم، حفظ قرآن	۲۱
۲۱	دہلی کو تعلیم کے لئے روانگی	۲۱
۲۲	دہلی میں تعلیم کا دوسرا دور	۲۱
	دہلی کالج میں داخلہ	-
۲۳	اساتذہ	۲۲
۲۴	مولانا کی سند حدیث	۲۴
۲۵	مولانا مملوک علیؒ کے حالات	۲۶

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۲۶	شاہ عبد الغنی مجددیؒ کے حالات	۳۵
۲۷	مولانا احمد علیؒ محدث سہارنپوری	۳۶
۲۸	مولانا محمد یعقوب کی عائلی زندگی	۳۸
۲۹	زوجات اور اولاد	۳۸
۳۰	بیویوں اور بچوں کا انتقال اور مولانا کا صبر	۴۳
۳۱	کسب معاش و ملازمت	۴۶
۳۲	ڈپٹی کلکٹری کے عہدے کی سفارش	۴۸
۳۳	اجمیر سے بنارس کو تبادلہ	۴۸
۳۴	بنارس سے رڑکی کو تبادلہ	۴۹
۳۵	دوران قیام نانوتہ کے مشاغل	۵۰
۳۶	جہاد حریت شاملی	〃
۳۷	جہاد کا اختتام	۵۱
۳۸	عام گرفتاریاں اور پھانسیاں	〃
۳۹	مولانا محمد قاسم کا پھکوالی میں قیام	۵۲
۴۰	حاجی امداد اللہ اور عبد اللہ کے مکان	
	پر اوراں کی کرامت	۵۳
۴۱	جہاد سے مولانا کا اتفاق	۵۴
۴۲	چھ ماہ کی تنخواہ سے انکار	〃
۴۳	اجمیر کے بعض حالات	۵۵
۴۴	انتخاب مرشد	〃
۴۵	لکھنؤ اور بریلی کا سفر	۵۷
۴۶	مولانا میرٹھ کے مطبع مجتبائی میں	۵۸
۴۷	مولانا محمد یعقوب مطبع ہاشمی میں	۵۹
۴۸	مولانا صدر مدرس دار العلوم دیوبند	۵۹
۴۹	مولانا کے تلامذہ	۶۲
۵۰	بھوپال کی ملازمت سے انکار	〃
۵۱	درگاہ اجمیر کی ملازمت سے انکار	۶۳
۵۲	سفر حجاز کا ارادہ	۶۴

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۵۳	دار العلوم دیوبند سے تنخواہ نہ لینے کا ارادہ، توکل علی اللہ	۶۴
۵۴	ذریعۂ معاش	۶۵
۵۵	گاڑھے اور گڑ کا نرخ	۶۶
۵۶	مولانا کی خدمات جلیلہ	〃
۵۷	مولانا مدرس بھی اور ممتحن بھی	۶۷
۵۸	بعض اور تلامذہ	
۵۹	زیارت حرمین شریفین	۷۰
۶۰	مولانا کا پہلا حج	۷۰
۶۱	سفر حج اول کی مفصل ڈائری بقلم خود مولانا محمد یعقوب	۷۰
۶۲	روانگی مدینہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام	۸۲
۶۳	پہلے حج کے قصد کا باعث	۸۲
۶۴	سہو کتابت ماہ حج	۸۳
۶۵	راہ مدینہ میں نعتیہ اشعار	۸۳
۶۶	روضۃ النبی پر حال دل کا اظہار	۸۴
۶۷	مولانا یعقوبؒ کا دوسرا حج	۸۵
۶۸	واپسی براہ بمبئی	۸۶
۶۹	دوسرے حج کے بعض حالات	۸۸
	زیارت مدینہ سے محرومی	.
۷۰	مکے میں وبا کی کیفیت مولانا کی زبانی	〃
۷۱	مولانا کا کشف اور حج کا دلچسپ قصہ	۸۹
۷۲	سفر حج میں مولانا اور مولانا محمد قاسم کی علمی صوفیانہ باتیں	
۷۳	روحانیات	۹۱
۷۴	مولانا محمد یعقوب صاحب کی حاجی امداد اللہ سے بیعت	
۷۵	بیعت کا زمانہ اور منازل سلوک	۹۲

فہرست مضامین

نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ
۷۶	حصول خلافت	۹۴	۱۱۴	مبتدی، متوسط، منتہی	۱۱۷	۱۴۲	مقدمے میں کامیابی کا عمل	۱۳۳
۷۷	مولانا ۱۲۸۲ھ حج میں حاجی		۱۱۵	وحدت الوجود	۱۱۸	۱۴۳	فوائد واثرات سورۂ فاتحہ	//
	امداد اللہ صاحب کے خلیفہ مجاز		۱۱۶	مراقبہ وذکر	۱۱۸	۱۴۴	حزب البحر کا وظیفہ اور زکوٰۃ	۱۳۴
۷۸	مولانا محمد یعقوب اپنے پیر کی نظروں میں	۹۸،۹۷	۱۱۷	مسئلہ نفی واثبات	۱۱۸	۱۴۵	تراکیب زکواۃ حزب البحر	//
۷۹	مولانا کی قلبی کیفیت	۹۹	۱۱۸	نفی واثبات کی حقیقت	۱۱۹	۱۴۶	حزب البحر کے فوائد واثرات	۱۳۵
۸۰	مولانا پر کیفیت خاص کا ظہور	۱۰۰	۱۱۹	من عرف نفسہ عرف ربہ	۱۱۹	۱۴۷	سبحان اللہ، یا حی یا	۱۳۵
۸۱	خوف خدا، صفائے باطن وتقویٰ	۱۰۱	۱۲۰	اتباع شریعت اصل ہے	۱۱۹		قیوم اور حزب البحر کے متعلق ہدایات	
۸۲	حسن خاتمہ اور خوف خدا	۱۰۲	۱۲۱	طالب کا کام طلب ہے	۱۲۰	۱۴۹	سورۃ واقعہ برائے رزق	۱۳۵
۸۳	مریدنیوں کا پیر کے سامنے	۱۰۲	۱۲۲	پاس انفاس کے طریقے	۱۲۱	۱۵۰	وظیفہ سورۂ یٰسین برائے رزق	۱۳۶
	بے پردہ آنا ناجائز ہے	[illegible]	۱۲۳	طلب رہنی چاہیئے	۱۲۱		وترقی اور حصول ملازمت	
۸۴	مولانا کے مریدوں کی کثرت	۱۰۲	۱۲۴	استقامت کرامت سے بڑھکر ہے	۱۲۱	۱۵۱	لِاِیلٰف کا وظیفہ برائے دفع ضر	۱۳۶
۸۵	آدمی سے شیطان دور نہیں	۱۰۲	۱۲۵	سلوک پر کتاب لکھنے کی فرمائش	۱۲۲	۱۵۲	توکل کی حقیقت	۱۳۶
۸۶	ولایت کے ساتھ مقام ناز	۱۰۳	۱۲۶	ایک مرشد کے زیر تربیت	۱۲۲	۱۵۳	**تعبیرات**	۱۳۷
۸۷	اپنے اور اہل دیوبند کیلئے بددعا	۱۰۵		دوسرے سے ہدایات		۱۵۴	تعبیرات خواب میں مولانا کا ملکہ	۱۳۷
۸۸	**کشفیات**	۱۰۶	۱۲۷	مراقبہ اللہ کی طرف خیال کا نام ہے	۱۲۳	۱۵۵	تعبیر کے لئے صفائے قلب	//
۸۹	ہمشیرہ کے متعلق کشف	۱۰۷	۱۲۸	قبض یعنی ذکر میں دل نہ لگنا	۱۲۳		اور روشن ضمیری کی ضرورت	//
۹۰	مولانا محمد یعقوب اور اظہار کشف	۱۰۷	۱۲۹	لیٹ کر ذکر کرنے کی اجازت	//	۱۵۶	دو قبروں کا دیکھنا	۱۳۸
۹۱	کشف میں غلط فہمی	۱۰۷	۱۳۰	توکل علی اللہ	۱۲۴		راقم الحروف کا خواب	
۹۲	یعقوبی کرامات	۱۰۸	۱۳۱	سلطان الذکر میں بال بال سے ذکر اللہ ہونا	۱۲۵	۱۵۷	کتیا کے پیٹ میں لڑکی کا بچہ	۱۳۹
۹۳	ولایت یعقوبی	۱۰۹	۱۳۲	درود شریف واستغفار	۱۲۶		خواب اور مولانا کی تعبیر	
۹۴	درس مثنوی اور مولانا	۱۱۰	۱۳۳	بعض مسائل تصوف	۱۲۷	۱۵۸	بطخوں کا خواب میں دیکھنا	۱۳۹
۹۵	مولانا کے مرشدین کا شجرہ	۱۱۱	۱۳۴	**عملیات**	۱۲۹		اور مولانا محمد قاسم کی تعبیر	
۹۶	شجرۂ منظوم	۱۱۲	۱۳۵	وظائف واوراد	۱۳۱	۱۵۹	عذاب قبر سے نجات کی صورت	۱۴۱
۹۷	مولانا کے مریدین	۱۱۴	۱۳۶	اچھے خواب کے لئے وظیفہ	//	۱۶۰	قبروں میں آگ جلنے کی تعبیر	//
۹۸	منشی محمد قاسم کو خلافت	۱۱۵	۱۳۷	وظیفہ کشائش رزق	۱۳۱	۱۶۱	مکانات اور درختوں کا اڑنا	//
۹۹	میاں عبداللہ کی بیعت	//	۱۳۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو		۱۶۲	امام مہدی سے ملاقات	//
۱۰۰	تعلیم وتربیت سلوک	۱۱۶		خواب میں دیکھنے کا وظیفہ	۱۳۱	۱۶۳	آسمان کا گرنا اور ضرر نہ ہونا	۱۴۲
۱۱۱	استقامت	۱۱۷	۱۳۹	راقم الحروف کو زیارت نبوی	۱۳۱	۱۶۴	ایک لڑکے کی جگہ قید ہونا	//
۱۱۲	انکساری	//	۱۴۰	دشمنوں کے شر سے حفاظت کا وظیفہ	۱۳۳	۱۶۵	خواب میں وضو کرنا	۱۴۲
۱۱۳	مطلوب سلسلہ چشتیہ	//	۱۴۱	ترقی رزق کا وظیفہ	۱۳۳	۱۶۶	چشمہ جاری دیکھنا	۱۴۲

فہرست مضامین

نمبر	عنوانات	صفحہ
۱۶۷	گائے کی بچھیا کا لوٹی کھانا	۱۴۲
	آفتاب کا نور اور دودھ دکھینا	
۱۶۸	پہاڑ پر چڑھنا اور اُترنا	۱۴۲
۱۶۹	بجلی کا گرنا مرتے دم نعرہ نکلنا	۱۴۳
۱۷۰	دہلی کی مسجد سے صاف پانی بہتا ہوا دیکھنا	۱۴۳
۱۷۱	**علمیات**	۱۴۴
	اعتقادی علمی فقہی مسائل	
۱۷۲	ایصال ثواب	۱۴۸
۱۷۳	باپ کا اولاد کو عاق کر دینا	۱۴۹
۱۷۴	کبیرہ گناہ کے مرتکب امام	〃
	کی امامت	〃
۱۷۵	ایک بہن کا کسی شخص سے اور	〃
	دوسری کا مرد کے بیٹے سے نکاح	
۱۷۶	تمباکو کی تجارت نیچے اور حقہ کا بنانا	〃
۱۷۷	ہاتھ کی مزدوری کسب میں افضل ہے	〃
۱۷۸	دست غیب کا شرعی حکم اور کیمیا	۱۵۰
۱۷۹	مسئلہ احتیاط ظہر	۱۵۰
۱۸۰	زیارت قبور کی ممانعت	۱۵۱
۱۸۱	حقیقت کی تبدیلی سے احکام کی تبدیلی	۱۵۲
۱۸۲	عرس کا جواز و عدم جواز	۱۵۲
۱۸۳	عورتوں کے مساجد میں جانے کا حکم	〃
۱۸۴	مسائل اختلافیہ میں اختیار	۱۵۲
۱۸۵	مسئلہ الکحل انگریزی دواؤں میں	۱۵۳
۱۸۶	نماز تہجد میں قرأت اور تعداد رکعت	۱۵۳
۱۸۷	ہاتھی دانت کی پاکی اور پہننے کا حکم	۱۵۴
۱۸۸	جمعہ کے بعد کی چھ سنتیں	۱۵۴
۱۸۹	مہر شرعی، مہر معجل، مہر مثل	۱۵۴
۱۸۹	عورت کے زیور کی زکوٰۃ	۱۵۵
۱۹۰	ہجرت کے مختلف پہلو	۱۵۵
۱۹۱	مولانا کا فقہ میں اجتہادی پہلو	۱۵۶
۱۹۲	سماع موتیٰ (مردوں کا سننا)	۱۵۷

نمبر	عنوانات	صفحہ
۱۹۳	مسئلہ تقلید ائمہ	۱۵۹
۱۹۴	فرقۂ وہابیہ نئی اصطلاح میں	۱۶۰
۱۹۵	سماع قوالی وغیرہ	۱۶۱
۱۹۶	تصور شیخ	۱۶۲
۱۹۷	مولانا کی علم الفرائض میں مہارت	۱۶۳
۱۹۸	قرب قیامت میں قرآن کا اٹھ جانا	۱۶۵
۱۹۹	رویت ہلال اور شہادت	۱۶۶
۲۰۰	نماز تہجد کی قضا	۱۶۶
۲۰۱	دل بدست آور کا مطلب	۱۶۶
۲۰۲	اختیارات مسجد بدست متولی	۱۶۷
۲۰۳	حساب صاع (پیمانہ)	۱۶۸
۲۰۴	عشق خداوندی میں خودکشی	۱۶۸
۲۰۵	مولانا علم کا کتب خانہ تھے	۱۶۹
۲۰۶	عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ	۱۷۰
۲۰۷	الکحل اور اسپرٹ پر فتویٰ	۱۷۱
۲۰۸	مفسر، محدث، فقیہ	۱۷۲
	صوفی اور ریاضی داں	
۲۰۹	**تاریخیات**	۱۷۴
۲۱۰	سہارنپور و مظفرنگر میں بیماری	۱۷۴
۲۱۱	گرانی غلہ و نرخ گندم	۱۷۴
۲۱۲	سفر عرب کی بے تابی	۱۷۵
۲۱۳	سفر حجاز کا ارادہ لیکن	۱۷۶
۲۱۴	اطراف دیوبند میں بیماری	۱۷۶
۲۱۵	اصحاب کہف کے نام	۱۷۷
۲۱۶	حال علاقۂ اجمیر	۱۷۸
۲۱۷	محمد صالح اور اس کا خواب	〃
۲۱۸	علامات قیامت طلوع آفتاب از مغرب	۱۷۸
۲۱۹	روم اور روس کی جنگ	۱۷۹
۲۲۰	ظہور امام مہدی پر تبصرہ	۱۷۹
۲۲۱	سفر لکھنؤ	۱۸۰
۲۲۲	دارالعلوم دیوبند کے امتحانات	〃

نمبر	عنوانات	صفحہ
۲۲۳	دارالعلوم میں ایک طالب علم کا خرچ	۱۸۱
۲۲۴	۱۲۸۹ھ میں کثرت ہیضہ	۱۸۲
۲۲۵	زیارت شاہ راج خاں	〃
۲۲۶	حال دارالعلوم دیوبند	۱۸۴
۲۲۷	جلسہ دستار بندی	۱۸۴
۲۲۸	مولانا اور مولانا گنگوہی کا تعلق	۱۸۵
۲۲۹	**طبیات**	۱۸۶
۲۲۶	مولانا بحیثیت طبیب حاذق	۱۸۶
۲۲۷	ہاتھ پاؤں میں درد کا علاج	۱۸۷
۲۲۸	ترکیب حلوہ گھی کوار	۱۸۷
۲۲۹	دوا ناخونہ، چوتھیا، مقوی	
	دماغ، ترکیب حلوہ گندم	
	کتے کے کاٹنے، سانپ کے	
	کاٹنے. سوزاک، آتشک	
	کے نسخے، سرمہ، مقوی بصر	
	بواسیر خونی و بادی، برائے	تا صفحہ
	طاعون، مسوڑھوں کا ورم	
	ضیق النفس، ذیابیطس	
	فالج، لقوہ، خارش اور	
	آتشک کا دوسرا نسخہ	۱۹۱
۲۳۰	**ادبیات**	۱۹۲
۲۳۱	نثر اردو اور اس کے نمونے	۱۹۲
۲۳۱	اردو شاعری	۱۹۷
۲۳۲	فارسی ادب	۲۱۰
۲۳۳	عربی شاعری	۲۱۵
۲۳۴	ملفوظات یعقوبی	۲۱۹
۲۳۵	اخلاق و عادات	۲۲۷
۲۳۶	مولانا کے احباب و اقارب	۲۳۸
۲۳۷	مولانا کی وفات	۲۴۰
۲۳۸	خاتمۂ کتاب	۲۴۱
	تمت بالخیر	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حرفِ آغاز

خدائے بزرگ و برتر کا بے حد و بے نہایت شکر گزار ہوں کہ سلسلۂ اکابر دیوبند کی ایک کڑی سیرت یعقوب و مملوک کی صورت میں قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۳۰۲ھ میں دنیا سے رحلت فرمائے ہوئے بانوے سال گزر رہے ہیں۔ یا بالفاظ دیگر آٹھ سال کم ایک صدی کا عرصہ گزر چکا ہے۔ لیکن مذہبی علمی، روحانی اور اخلاق حسنہ کی پیکر اس صاحب کمال ہستی پر کوئی ایسی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی جس میں بسط و تفصیل سے ان کے سوانح علمی و عملی کا تذکرہ ہو۔ اس قلمی کوتاہی پر جس قدر بھی آنسو بہائے جائیں کم ہیں اور ازراہِ تاسف اس سرد مہری پر جس قدر بھی ٹھنڈی اور لمبی آہیں بھری جائیں تھوڑی ہیں۔

مولانا اپنے زمانہ کے نہ صرف اونچے درجے کے عالم تھے بلکہ وہ اپنے سینے میں ایسا دل بیدار رکھتے تھے جس میں اللہ ذوالجلال والاکرام کی معرفت کے نور کے چشمے ابلتے تھے وہ ان اولیائے کرام میں سے تھے۔ جن کی نسبت ولایت کی قوت پر ان کے واقفین حال مہر تصدیق ثبت کر چکے ہیں۔ اتنی بڑی شخصیت پر کوئی جامع کتاب کا نہ لکھا جانا اہل قلم کی بے توفیقی کے سوا کچھ نہیں۔

عرصہ گزرا جب اس راقم الحروف نے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی سوانح "تجلیات عثمانی" کے نام سے ۱۹۴۹ء کے بعد ۱۹۵۷ء تک تصنیف کی تھی تو اسی وقت سے اکابر دار العلوم دیوبند پر مستقل مقالے اور تذکرے لکھنے کا عزم میرے دل میں پیدا ہو چکا تھا۔ چنانچہ تجلیات عثمانی کے بعد اکابر دیوبند کے روحانی جد امجد سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی، روحانی اور ادبی سوانح پر راقم الحروف نے قلم اٹھایا اور "حیات امداد" کے نام سے یہ کتاب مولانا محمد یوسف بنوری کی مساعی سے منصۂ شہود پر طبع ہو کر جلوہ گر ہوئی اور انہی کی کوششوں کے نتیجہ میں مولانا عثمانی کے علمی، فقہی، سیاسی اور نجی مکتوبات جو ناچیز نے "انوار عثمانی" کے نام سے مرتب کئے تھے چھپ کر شائع ہوئے۔

قدرت عظیمہ نے پھر میری حرکت قلم میں برکت پیدا کی اور "انوار قاسمی" کے نام سے معنون حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح زندگی پر مشتمل کتاب ادارہ سعدیہ کندیاں کی طرف سے چند سال ہوئے شائع ہوئی۔ اسی سلسلے کا حصہ یہ کتاب "سیرت یعقوب و مملوکؒ" کے نام سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس سلسلے میں راقم الحروف مولانا محمد یوسف بنوری شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی اور مولانا محمد رفیع صاحب عثمانی خلف الرشید اساذ محترم حضرت مفتی محمد شفیع مدظلہ کا بے حد ممنون ہے کہ ان کی کوششوں سے میری یہ کتاب طبع ہوئی جو آٹھ دس سال سے لکھی ہوئی تھی اور بعد میں بصورت نظر ثانی اس میں حک و فک کرتا رہا۔

چونکہ مولانا محمد یعقوب صاحب علیہ الرحمۃ کے والد محترم جو اپنے زمانے کے علماء دیدہ وار اور معقولات و منقولات میں صاحب کمال تھے اس لئے بیٹے کے ساتھ باپ کے حالات بھی (اتنے نہ سہی جتنے کہ بیٹے کے ہیں) اس کتاب میں آگئے ہیں۔ اس لئے میں نے اس کتاب کا نام ہی سیرت یعقوب و مملوک رکھ دیا ہے۔ خدائے کریم و رحیم اس تالیف کو شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ "حیات عثمانی" "انوار قاسمی جلد دوم" "یادگار ذوالفقار" والد شیخ الہند، ترجمہ قاسم العلوم" اور مکتوبات قاسمی جلد دوم جو مسودوں کی شکل میں تیار رکھی ہیں جلد طبع ہو جائیں گی۔ "انوار النجوم ترجمہ قاسم العلوم" چھپ رہے ہیں جن کے جولائی سنہ ۱۹۷۴ء تک مکمل ہو جانے کی امید ہے جس کو مکتوبات قاسمی کی جلد اول سمجھ لیجئے۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ۰

محمد انوار الحسن شیرکوٹی پروفیسر
۱۲۹۔ ڈی پیپلز کالونی مہبط انوار
لائل پور

مورخہ ۴ ربیع الآخر سنہ ۱۳۹۴ھ، ۲۷ اپریل سنہ ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سیرت یعقوب و مملوک

رحمۃ اللہ علیہما

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے عالم، بہت بڑے فاضل، اعلیٰ پائے کے محدث و فقیہ اور کامل درجے کے مرشد و شیخ، صاحب کشف و کرامات اور مستجاب الدعوات

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ،

حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ صدر شعبہ علوم شرقیہ دہلی کالج کے فرزند ارجمند

حضرت شاہ عبد الغنی مجددی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید

حضرت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفۂ مجاز،

اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب

رحمۃ اللہ علیہما کے ہم عصر اور ہمدم و ہمراز تھے۔

شاعری نہیں کر رہا ہوں بلکہ حقیقت کی لا رہا ہوں۔ اپنی خوش بختی پر ناز کر رہا ہوں کہ ان کے سوانح زندگی لکھ کر پیش کر رہا ہوں۔ کون تھے اور وہ کیا تھے ان اوراق میں یہی بتانا چاہتا ہوں۔ باپ ہندوستان کے اکابر اہل علم و فضل کا استاذ، دہلی کالج میں علوم شرقیہ کی کرسئ صدارت پر جلوہ گر، بیٹا دار العلوم دیوبند کی مسندِ صدارت کا مہر انور۔ باپ نور تو بیٹا نور علیٰ نور

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب بیک وقت جامع شریعت و طریقت

خان امیر شاہ خاں جو اکابر دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور مجلس نشین تھے انہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں بھی اکثر بیٹھنا نصیب ہوا ہے۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ :-

> "جس زمانے میں ملکہ کی تاجپوشی کا جلسہ ہوا (یعنی سنہ ۸۱ء) اس زمانے میں مولانا محمد یعقوب صاحب دہلی میں تھے اور اکثر غائب رہتے تھے۔ میں (خانصاحب) نے دریافت کیا کہ حضرت آپ کہاں غائب رہتے ہیں؟ فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ دہلی میں جس جس جگہ تمہارا قدم جائیگا ہم اس جگہ کو آباد کر دیں گے۔ میں اس لئے اکثر شہر اور حوالی شہر میں گشت کیا کرتا ہوں تاکہ ویران مقامات آباد ہو جائیں۔ خانصاحب نے فرمایا کہ اس جلسے میں مولوی عبدالحق صاحب مولف تفسیر حقانی اور مولوی فخر الحسن گنگوہی بھی موجود تھے اور مولوی عبدالحق صاحب نے اس مقام کے آباد ہونے کی کیفیت مولوی ناظر حسن صاحب سے بیان کی اور کہا کہ جس جگہ اس زمانے میں دربار ہوا تھا اور جہاں جہاں مولوی محمد یعقوب صاحب پھرے وہ جگہ اکثر آباد ہو گئی ہے" (ارواح ثلاثہ یعنی مجموعہ امیر الروایات، روایات الطیب، اشرف التنبیہ صـ ۳۲۹)

"مجھے حکم ہوا ہے" کے الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ رب العالمین کا حکم از رہ کشف ہوا ہے اور یہ ان کا مقام ولایت ہے۔

حضرت مولانا کا ایک اور کشف اور مقام ولایت

مولانا اشرف علیؒ صاحب تھانوی فرماتے ہیں کہ امیر شاہ خاں صاحب نے فرمایا کہ :-

> "مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ چھتے کی مسجد میں انار کے نیچے بیٹھے ہوئے وضو کر رہے تھے اور میں پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ آپ مجھ سے باتیں کر رہے تھے حکیم عبدالسلام صاحب ملیح آبادی ابن جناب مفتی حسین احمد صاحب (مفتی صاحب حدیث میں حضرت شاہ عبدالعزیز کے شاگرد اور اچھے شاگردوں میں تھے اور شاہ غلام علی صاحب سے مستفیض تھے) حاجی محمد عابد صاحب (مشہور اہل دل دیوبند) سے باتیں کر رہے تھے اور یہ کہ رہے تھے کہ ایک میرے دوست لکھنؤ کے باشندے نصف مجذوب مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ جب میرا مکہ جانے کا

اتفاق ہوا تو واپسی کے وقت انہوں نے بہت شد و مد سے یہ فرمایا کہ تم یہیں رہو ہندوستان مت جاؤ۔ اس واسطے کہ وہاں انقلاب ہو رہا ہے جو سابق غدر سے بڑھ کر ہوگا۔ یہ سن کر جناب مولوی محمد یعقوب صاحب نے چونک کر اور پیچھے مڑ کر ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ

"وہ کون ہیں؟ اور ان کو ہندوستان سے کیا تعلق ہے، ہندوستان ہمارا ہے یا اُنکا۔ یہاں کچھ نہیں ہونے کا۔
" رات کو اِن کی ، دن کو اُنکی ، رات کو اِنکی دن کو اُن کی (یہ فقرہ کئی بار فرمایا)
بوریا لپیٹ جائے گا۔ جھاڑو پھر جائے گی۔ کسی قسم کا غدر نہیں ہوگا۔"

اس پر حاجی محمد عابد صاحب نے حکیم عبد السلام سے کہا کہ سُن لو یہ ہمارے مجذوب ہیں۔

(ارواح ثلاثہ ص ۳۳۰ مطبوعہ ایم ثناء اللہ خاں ۲۶ ریلوے روڈ لاہور)

یہ پیشینگوئی کہ دن کو انکی (یعنی انگریزوں کی حکومت ہوگی اور) رات کو انکی (یعنی پاکستان اور بھارت کی حکومت ہوگی) حرف بحرف صادق آئی۔ ۱۳؍ اگست ۱۹۴۷ء کو دن میں انگریزوں کی حکومت اور ۱۳؍ اور ۱۴؍ اگست ۱۹۴۷ء کی درمیانی رات کے بارہ بجے انگریزوں کے نمائندے ماؤنٹ بیٹن گورنر ہندوستان نے کراچی میں قائد پاکستان محمد علی جناح کو پاکستان کا چارج دیا اور ۱۴؍ ۱۵؍ اگست ۱۹۴۷ء کی درمیانی شب میں بارہ بجے بھارت کو چارج دیا اور بھارت نے اپنے ملک کا گورنر ماؤنٹ بیٹن ہی کو برقرار رکھا۔ اس طرح دو ملک معرض وجود میں آئے اور حضرت مجذوب و سالک مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیشینگوئی بالکل درست ثابت ہوئی۔ یہ بھی صحیح نکلا کہ انگریزوں سے ملک حاصل کرنے کے لئے کشت و خون کی نوبت نہیں آئے گی۔ البتہ کچھ نہیں ہوگا کا مطلب قابل غور ہے درانحالیکہ سکھوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تو اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ انگریزوں سے کشت و خون کچھ نہ ہوگا۔

مستجاب الدعوات مقبول الدعا اور مستجاب الدعوات ہونے کا یہ حال تھا جیسا کہ حضرت تھانویؒ سے امیر الروایات میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ :۔

"جس زمانے میں دیوبند میں ہیضہ پھیلا ہے (یعنی ۱۳۰۱-۲ھ ۱۸۸۶ء میں) تو اس زمانے میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک پیشین گوئی کی تھی اور لوگوں سے فرمایا تھا کہ یہاں ایک وبا آنے والی ہے اگر ہر چیز میں سے صدقات کیے جائیں تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ بلا ٹل جائے (جیسا کہ الصدقۃ تدفع البلاء سے واضح ہے۔ انوار) بعض اہل دیوبند نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے

کہ مدرسے میں کچھ ضرورت ہوگئی ہے اس کی خبر کسی نے مولانا کو کر دی تو مولانا کو اس پر بہت غیظ آیا اور فرمایا کہ یعقوب اور یعقوب کی اولاد اور سارا دیوبند یعقوب اور یعقوب کی اولاد اور سارا دیوبند۔ اس جملے کو چند بار تکرار فرمایا۔

اس وقت حاجی محمد عابدؒ صاحب (چھتے کی مسجد دیوبند کے) حجرے کے اندر بیٹھے ہوئے اس کلمے کو سن رہے تھے وہ گھبرا کر باہر نکلے اور کہنے لگے کہ حضرت کیا فرما رہے ہیں۔ مولانا نے دریافت فرمایا کہ کیا کہا ہے؟ (یعنی مولانا محمد یعقوب صاحب کو کہتے ہوئے ہوش ہی نہ تھا کہ میں کیا کہہ چکا ہوں۔ انوار) حاجی محمد عابد نے وہی جملہ سنا دیا کہ یوں فرما رہے تھے۔ مولانا (محمد یعقوب صاحب) نے فرمایا کہ اب تو یونہی ہوگا۔ اس کے بعد اس کثرت سے وبا پھیلی کہ بیس بیس پچیس پچیس جنازوں کی نماز ایک دفعہ ہوتی تھی۔ بس دیوبند خالی ہی ہوگیا۔ جب یہ وبا ختم ہوگئی تو آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں تو سمجھا تھا کہ میرا بھی وقت آگیا ہے۔ کیا ابھی دیر ہے۔ بس اس کے بعد اپنے وطن نانوتہ پہنچے اور وہیں جا کر مبتلائے مرض (ہیضہ) ہوکر (۳ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۶ء) واصل بحق ہوئے (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون)

اس روایت کے راوی مولانا کے ـــــ شاگرد رشید مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ہیں۔ کسی اور کی روایت نہیں بلکہ عینی شاہد کی روایت ہے۔ یہ ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی مجذوبیت کا عالم۔

اور جب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند مرض الموت میں مبتلا تھے اور بچنے کی امید نہیں تھی تو بعض اولیا کو بارگاہ خداوندی میں جو ناز کی کیفیت حاصل ہوتی ہے اور دوستی تو اسی کا نام ہے کہ دوست ایسے بھی ہوتے ہیں جو دوستوں پر ناز بھی کرتے ہیں۔ یہی ناز کا درجہ مولانا مجذوب و سالک کو بھی حاصل تھا۔ غرض کشف سے معلوم ہوا کہ مولانا محمد قاسم صاحب کا پیمانۂ عمر لبریز ہو چکا ہے۔ بارگاہ خداوندی میں ناز میں اڑ بیٹھے اور مولانا محمد قاسم صاحب کی صحت کے لئے ضد کرنے لگے۔ مگر کیا ہوا امیر شاہ عینی شاہد سے سنئے وہ کہتے ہیں کہ :-

> "ایک مرتبہ جناب مولانا محمد یعقوب صاحب مدرسے میں اپنی درسگاہ میں پریشان اور خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ میں اور چند دوسرے اشخاص بھی اس وقت پہنچ گئے۔ مولانا نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اُفّو! رات مجھ سے بڑی غلطی ہوگئی۔ میں نے حق تعالیٰ سے کچھ عرض کیا

> حضور نے کچھ ارشاد فرمایا۔ میں نے پھر کچھ عرض کیا (جو کہ ظاہراً گستاخی میں داخل تھا) (نہ کہ باطنی طور پر۔ انوار) اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ "بس چپ رہو۔ بکو مت۔ ایسی گستاخی! یہ سن کر میں خاموش ہو گیا اور بہت کچھ استغفار اور معذرت کی۔ بالآخر میرا قصور معاف ہو گیا۔ اس کے بعد آسمان سے ایک پڑھایا کھٹولا (یہ مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کیا فرمایا تھا) اترا جسکی پٹیاں، سیروے، پائے، سب الگ الگ تھے میں نے عرض کیا کہ حضور میں سمجھ گیا۔ حضور نے فرمایا "ہاں"!

خانصاحب نے فرمایا، یہ وہ زمانہ تھا جس زمانے میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب) نانوتوی بمرض الموت علیل تھے۔ مولوی فخر الحسن نے اس واقعہ کو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی خدمت میں بیان کیا تو آپ گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور گھبرا کر فرمایا کہ :۔

> افوہ! مولوی محمد یعقوب صاحب نے ایسا کہا۔ توبہ۔ توبہ۔ بھائی یہ انہی کا کام تھا کیونکہ وہ مجذوب ہیں۔ کیونکہ اگر ہم ایسی گستاخی کرتے تو گردن نپ جاتی۔

(امیر الروایات ص۲۳۱)

مقبولیت دعا کے بارے میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا مجذوب و سالک کی ایک اور حکایت سنئے۔ فرمایا کہ :۔

> "مولانا (محمد یعقوب صاحب) نے ناراضی میں ایک شخص کو سلب رزق کی بددعا دی۔ وہ مسلوب الرزق (رزق سے محروم۔ انوار) ہو گیا۔ نیز اپنا کشف بلا تکلف ظاہر فرما دیتے تھے۔" (قصص الاکابر الہادی ماہ رجب ۱۳۵۷ھ)

انوار: مجذوب ولی کی بددعا سے بچنا چاہیئے۔ زبان سے جذبے میں بددعا نکل جائے تو خداوند قہار پوری کر کے چھوڑتے ہیں۔ رہا کشف کا معاملہ تو جس طرح آئینے کے سامنے کی چیزیں آئینے میں منعکس ہو جاتی ہیں اسی طرح اصحاب کشف کے دل آئینے کی مانند صاف ہوتے ہیں ان میں غیر مرئی چیزیں منعکس ہو جاتی ہیں یہی اولیا کا کشف ہوتا ہے۔

ہیں حضرت سالک و مجذوب مولانا محمد یعقوب صاحب کی ولایت، جذب، قبولیت دعا اور

یہ تھے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب

کشف کے حالات تعارفی طور پر پیش کر کے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ایسے محدث، مفسر، فقیہ ولی اور صاحب کشف کے سوانح زندگی علماء، فضلا، صوفیا، طلبا اور عوام مسلمانوں کے لئے یقیناً فیوض و برکات سے خالی نہیں بلکہ ان کے حالات دلوں کو اصلاح کے قریب لے آنے میں اکسیر کا کام کریں گے اس لئے ہم سوانح نگار مصنفین کی عادت کے خلاف کہ ہم نے پہلے مولانا کے بعض اوصاف بیان کر کے پیدائش سے وفات تک کے حالات کی طرف توجہ کی ہے اپنے آپ کو معذور پاتے ہیں اور یہ سمجھا کر کہ ہمارا انکے حالات زندگی پر قلم اٹھانا یقیناً نہایت مفید خدمت ہے، اس خدمت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں

مصنف

* * *

ذکرِ یعقوب

نام نامی محمد یعقوبؒ حضرت والا کا نام نامی محمد یعقوب تھا۔ سوانح قاسمی جو آپ کی تحریر کردہ مولانا محمد قاسم صاحب کے حالات زندگی پر مشتمل ہے اس کے اول میں حمد و نعت کے بعد لکھتے ہیں :۔

> "بندۂ احقر ذرہ کمتر محمد یعقوب نانوتوی ابن مقدام العلماء جناب مولوی مملوک علی مرحوم نانوتوی عرض رساں خدمت احباب ہے۔" (سوانح قاسمی ص۲)

اس تحریر سے اپنا اور اپنے والد محترم کا نیز وطن کا نام معلوم ہوا۔

والد محترم مولانا مملوک علی استاذ العلما جیسا کہ آپ کی گذشتہ سطور سے معلوم ہوا کہ آپ کے والد محترم کا نام مولانا مملوک علی تھا وہ دہلی کالج کے شعبۂ علوم مشرقیہ کے صدر تھے۔ اپنے زمانے کے بہت بڑے علامہ اور علوم شرعیہ اور عقلیہ اور ریاضی کے ماہر اور ہندوستان کے بڑے بڑے نامور اہل علم کے استاذ تھے۔ آپ کے تلامیذ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا ذکر کر دینا ہی کافی ہے۔ ہم ان کے حالات آئندہ اوراق میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

دادا کا نام نامی اور نانا کا اسم گرامی مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کے دادا کا اسم گرامی مولوی احمد علیؒ تھا ـــ اور نانا کا نام نامی حکیم ولی محمد۔ یہ دونوں کے دونوں صحیح النسب صدیقی تھے۔

سلسلۂ نسب تا صدیق اکبرؓ مولانا موصوف، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے ان کے بزرگ خاندان قاضی میراں بڈے (بڑے) ابن قاضی

مظہر الدین صاحب کو نسب نامے میں خاص اہمیت ہے۔ مکتوبات یعقوبی جو مولانا موصوف کے خطوط منشی محمد قاسم صاحب نیانگری کے نام ہیں ان کے اول میں حکیم امیر احمد صاحب عشرتی نانوتوی نے ایک مقدمہ لکھا ہے جو مولانا کے بھتیجے تھے ان مکتوبات کے آخر میں مولانا کی یادداشتیں بھی ہیں حکیم صاحب نسب نامے کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں :-

> "قاضی میراں بڈھے (بڑے) ابن قاضی مظہر الدین صاحب کا سلسلۂ نسب چودہ واسطوں سے خواجہ یوسف سے ملتا ہے اور خواجہ یوسف کا چار واسطوں سے شیخ رکن الدین سمرقندی سے اور وہ پوتے ہیں شیخ اسمٰعیل شہید کے، اور وہ بیٹے ہیں شیخ نور الدین قتال کے اور انکا سلسلۂ نسب بارہ واسطوں سے شیخ قاسم سے ملتا ہے اور وہ پوتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق خلیفۂ اول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور وہ گیارہ واسطوں سے اولاد ہیں نضر بن کنانہ ملقب بہ قریش کے اور وہ اٹھارہ واسطوں سے اولاد ہیں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اور وہ بیٹے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور وہ آٹھ واسطوں سے اولاد ہیں حضرت ہود علیہ السلام کی۔ اور وہ چار واسطوں سے اولاد ہیں حضرت نوح علیہ السلام کی اور وہ پوتے ہیں حضرت ادریس علیہ السلام کے اور وہ سات واسطوں سے اولاد ہیں حضرت شیث علیہ السلام کی اور وہ بیٹے ہیں آدم علیہ السلام کے۔ واللہ اعلم بالصواب (مکتوبات یعقوبی ص ۲)

شجرہ نسب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ
تا
سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

۱ مولانا محمد یعقوب بن ۲ مولانا مملوک علی بن ۳ مولانا احمد علی، بن ۴ غلام شرف بن ۵ عبد اللہ بن ۶ ابو الفتح بن ۷ محمد معین بن ۸ عبد السمیع، بن ۹ مولوی محمد ہاشم بن ۱۰ شاہ محمد بن ۱۱ قاضی طٰہٰ بن ۱۲ مفتی مبارک بن ۱۳ شیخ امان اللہ بن ۱۴ شیخ جمال الدین بن ۱۵ قاضی میراں بڑے ابن ۱۶ شیخ قاضی مظہر الدین بن ۱۷ نجم الدین الثانی بن ۱۸ نور الدین الرابع بن ۱۹ قیام الدین بن ۲۰ ضیاء الدین بن ۲۱ نور الدین ثالث بن ۲۲ نجم الدین بن ۲۳ نور الدین ثانی بن ۲۴ رکن الدین بن ۲۵ رفیع الدین بن ۲۶ بہاء الدین بن ۲۷ شہاب الدین بن ۲۸ خواجہ یوسف

بن خلیل[۲۹] بن صدر الدین[۳۰] بن رکن الدین[۳۱] السمرقندی بن صدر الدین[۳۲] الحاج بن اسمٰعیل[۳۳] الشہید بن نور الدین[۳۴] القتال بن محمود[۳۵] بن بہاء الدین[۳۶] بن عبد اللہ[۳۷] بن زکریا[۳۸] بن نور[۳۹] بن سراج[۴۰] بن شادی[۴۱] الصدیقی بن وحید الدین[۴۲] بن مسعود[۴۳] بن عبد الرزاق[۴۴] بن قاسم[۴۵] بن محمد[۴۶] بن سیدنا ابی بکر[۴۷] الصدیق رضی اللہ عنہ

"یہ ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کا شجرۂ نسب جو سیدنا ابوبکر صدیق خلیفۂ اول حضرت پیغمبر اعظم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً تک پہنچا ہے جو مولانا محمد یعقوب صاحب سے سینتالیسویں پشت میں اوپر ہیں۔ ہم نے یہ شجرہ مفتی محمود احمد صاحب صدیقی نانوتوی مرحوم سابق مفتی مہو چھاؤنی و رکن مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند کے مطبوعہ شجرے سے نوٹ کیا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم دیوبند کا شجرہ مولانا محمد یعقوب صاحب سے شیخ ابو الفتح میں جاکر اس طرح مل جاتا ہے۔

شیخ ابو الفتح

شیخ عبد اللہ	(۱)	شیخ علاؤ الدین
شیخ غلام شرف	(۲)	شیخ محمد بخش
مولانا شیخ احمد علی	(۳)	شیخ غلام شاہ
حضرت مولانا مملوک علی	(۴)	شیخ اسد علی
حضرت مولانا محمد یعقوب اولین صدر المدرسین دار العلوم دیوبند	(۵)	حضرت مولانا محمد قاسم بانی دار العلوم دیوبند

گویا چھٹی پشت میں حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صاحب اور حضرت مولانا محمد قاسمؒ صاحب کے جد امجد یعنی شیخ ابو الفتح میں جاکر مل جاتے ہیں۔ مکتوبات یعقوبی میں بنام منشی محمد قاسم نیانگری ایک خط میں مولانا اپنی اور مولانا محمد قاسم صاحب کی رشتہ داری اور دوسرے تعلقات کو ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں:۔

"جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی میرے ہمزلف اور پیر بھائی (حاجی امداد اللہ صاحب"

کے ہر دو مرید) اور استاذ اور استاذ بھائی (شاہ عبد الغنی صاحب محدث دہلوی کے شاگرد) اور ہموطن اور قریب (کے) رشتہ دار ہیں۔" (مکتوبات یعقوبی مکتوب ع۱۹)

وطن اور جائے پیدائش نانوتہ، ضلع سہارنپور

آپ کا وطن مالوف اور مقام پیدائش قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور ہے جو اہل علم کی ایک قدیم بستی یا ایک بڑا قصبہ ہے جس میں پختہ مکانات ہیں اور اب بہت سے ۱۹۴۷ء کے بعد منہدم ہو چکے ہیں۔ وہاں کے کئی باشندے اپنے جدی مکانات فروخت کر کے پاکستان میں آباد ہو چکے ہیں لیکن مولانا محمد یعقوب صاحب کے زمانے میں یہ حالت نہ تھی۔ مولانا کے زمانے اور ذرا بعد کا حال اس قصبے سے متعلق امیر احمد عشرتی اس طرح لکھتے ہیں:-

"یہ قصبہ تحصیل دیو بند ضلع سہارنپور میں دہلی سے جانب شمال ۸۰ (اسی) میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ جس کے حدود اربعہ یہ ہیں:-

مغرب میں گنگوہ (۱۲) میل
شمال میں سہارنپور (۱۸) میل
نانوتہ
جنوب میں تھانہ بھون (۹) میل
مشرق میں دیو بند (۱۶) میل

قصبہ کی پوزیشن

اس قصبے کے تین طرف ہو کر شرق۔ غرب نہر جمن شرقی گذری ہے۔ شاہدرہ دہلی سے سہارنپور تک لائٹ ریلوے (چھوٹی لائن) گئی ہے۔ درمیان میں نانوتے کے نام سے اسٹیشن قائم ہے۔ بغرض رفع حوائج ضروریہ ہمہ اقسام ایک مختصر سا بازار واقع ہے۔ سنیچر کے روز پیٹھ لگتی ہے۔ اس میں ڈاکخانہ تھانہ واقع ہیں۔ اس کا بہت بڑا حصہ کوٹ کے نام سے منہدم و مسمار پڑا ہے۔

اقوام اور زمینداره

اس قصبے میں پیشتر پانچ قوموں کا زمیندارہ تھا۔ شیخ، سید، پٹھان، گوجران و گوڑان کا رقبہ اس کا پیشتر عـ۵۲ (باون) ہزار بیگہ تھا لیکن بعد انتظامات مناسبہ کم ہوتے ہوتے اس وقت صما ہمـہ ۱۷ (۵۷۰ بیگہ، ۱۷ بسوے) بیگہ پختہ جس کی مالگذاری تقریباً سمـ صما مــ ۱۳ (چھ ہزار پانچ سو ستر سٹھ روپیہ تیرہ آنے) ہے۔ اس قصبے کے ۸۵۲ کھاتہ کھیوٹ ہیں۔ اس وقت پرانے زمینداروں کا کثیر رقبہ بنیوں کا زمیندارہ ہو گیا ہے اور جو باقی

ہے وہ تلف ہوتا جاتا ہے۔ سید صاحبان کے تین گروہ ہیں بخاری[1]۔ ترمذی[2]۔ سبزواری[3] پیشتر یہ سب اہل تسنن (سُنّی) تھے۔ زمانہ شاہ فرخ سیر سے شیعہ ہونے شروع ہوئے۔ اس وقت جملہ صاحبان شیعہ ہیں۔ پٹھان کاکرزئی، شروانی سب سُنّی المذہب ہیں۔ چند بزرگان دین مثل سید احمد صاحب مرحوم معروف بہ دادا امیرانجی وغیرہ کے بہت پرانے مزارات ہیں۔

علم وفضل باغ وکاشت

اس قصبے کے شیخ سیدوں کا علم وفضل وطبابت دور دور مشہور تھا۔ یہ قصبہ نہایت شاداب ہے۔ چہار طرف باغات آم قلمی ودیسی عمدہ عمدہ اقسام کے اور لوکاٹ بکثرت ہیں لیکن ثمر شادہ بہت کم ہے۔ خاص قصبہ ومفادضات قصبہ میں عمدہ عمدہ اقسام کا چاول پیدا ہوتا ہے جن میں سے دو قسمیں بے مثل ہیں کہ جن کا جواب ٹانڈہ وغیرہ میں بھی نہیں۔ اوکھ یعنی گنا کئی قسم کا ہوتا ہے اور پونڈہ بہت اچھا، خوش مزہ اور ملائم ہوتا ہے۔ کپاس، مرچ باجرہ، ارہر کی پیداوار کم ہے۔ گیہوں چنا اچھا ہوتا ہے۔ مکا جوار، کابلی چنے، سفید کی پیداوار بدرجہ اوسط۔ قصبے کی پرانی یادگاروں میں علاوہ چند مکانات کے سید زید صاحب مرحوم صوبیدار اُوجَین کا محل پرانی یادگار ہے۔" (مکتوبات یعقوبی کا مقدمہ ص ۶)

مردم شماری اور نانوتے کی موجودہ پوزیشن

نانوتے کی آبادی اب تقریباً چھ سات ہزار ہے۔ تھانہ، ڈاکخانہ، بازار اور حالیہ سرکاری مدرسہ سب موجود ہیں۔

قاضی میراں بڑے (بڑے) کی نانوتے میں ۸۷۱ھ ابتداءِ سکونت

امیر احمد عشرتی صدیقی خاندان کی نانوتے میں آکر بسنے کے متعلق سب سے پہلے قاضی میراں بڑے کی نانوتے میں آمد سے بیان کرتے ہیں اور لکھتے ہیں :۔

> "سلطان سکندر لودھی نے حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صاحب مرحوم کے اجداد میں سے جناب قاضی مظہرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جن کا مزار مبارک جہان آباد (دہلی) میں ہے ۸۷۱ھ میں سمرقند سے طلب فرما کر شرف حضوری بخشا۔ علاوہ دیگر اعزاز ہائے فراواں کے عہدۂ قضا جہان آباد ارزانی فرمایا۔ چونکہ مقام نانوتہ قریباً وسط کا تھا میں واقع ہے اور یہاں کے اہل ہنود اقوام راجپوت دگوجر روڑہ وغیرہم کا بہت جتھا تھا

اور یہ لوگ نہایت سرکش و سخت متعصب بدخواہ مسلمان تھے پس ان لوگوں کی سرکشی مٹانے کے لئے اور اس علاقے کو مطیع و منقاد کرنے کی جہت سے جناب قاضی مظہرالدین کے صاحبزادوں میں سے صاحبزادہ قاضی میراں بڈے (بڑے) صاحب کو واسطے اقامت و سکونت قصبہ نانوتہ کے ارشاد شاہی ہؤا اور علاوہ املاک و جاگیرات کے عہدہ قضا (مجسٹریٹی) وہاں کا مرحمت فرمایا۔" (مکتوبات یعقوبی کا مقدمہ ص۳)

اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد قاضی میراں بڑے سکندر لودھی کے زمانے میں قصبہ نانوتہ میں سنہ ۸۷۱ھ مطابق سنہ ۱۴۷۱ء میں آکر آباد ہوئے اور انہی سے صدیقی خاندان کی ابتداء نانوتے میں پڑی۔

ریلوے سٹیشن سہارنپور سے جو چھوٹی لائن شاہدرہ کو جاتی ہے اور اس کے بعد دہلی کا سٹیشن ہے اسی چھوٹی لائن پر منانی، رام پور منہاران کے بعد چوتھا سٹیشن نانوتے کا ہے۔ نانوتے کے بعد جلال آباد، تھانہ بھون، شاملی، کاندھلہ، پانی پت لونی، شاہدرہ اور پھر دہلی ہے۔ اس لائن کو سہارنپور شاہدرہ ریلوے لائن کہا جاتا ہے اور ریلوے کی اصطلاح میں ایس، ایس لائٹ ریلوے لائن کے نام سے موسوم ہے۔

تاریخ پیدائش اور تاریخی نام
۱۳ صفر سنہ ۱۲۴۹ھ، سنہ ۱۸۳۱،۳۲ء

اپنی پیدائش کی تاریخ نیز تاریخی نام کے متعلق جس سے آپکی تاریخ پیدائش نکلتی ہے خود سوانح قاسمی میں تحریر فرماتے ہیں:-

"مولانا محمد قاسم صاحب کی پیدائش شعبان یا رمضان سنہ ۱۲۴۸ھ ہے اور نام تاریخی خورشید حسین اور بندے کی پیدائش صفر کی تیرھویں سنہ ۱۲۴۹ھ ہے اور نام تاریخی منظور احمد" ۱۲۴۹

(سوانح قاسمی ص۳)

منظور احمد تاریخی نام کے علاوہ آپ کے تاریخی نام غلام حسنین، شمس الضحیٰ بھی ہیں۔ (بیاض یعقوبی ط۱۵)

ابتدائی تعلیم آپ کی ابتدائی تعلیم اس زمانے کے مطابق نانوتے کے مکتب میں ہوئی چنانچہ مولانا محمد قاسمؒ صاحب کے حالات کے ضمن میں اپنی ابتدائی تعلیم کا مختصر الفاظ میں خاکہ مولانا نے اس طرح کھینچا ہے۔ لکھتے ہیں:-

"مولوی صاحب (مولانا محمد قاسمؒ) کے (علاوہ قرب نسب) بہت سے روابط اتحاد تھے

ایک مکتب میں پڑھا۔ ایک وطن، ایک نسب ہمزلف ہوئے۔ ایک اُستاد سے ایک وقت میں علم حاصل کیا اور بعض کتابیں میں نے مولانا سے پڑھیں۔ ایک پیر کے مرید ہوئے ہمسفر دو سفر حج کے رہے اور ایک زمانہ دراز تک ساتھ رہے۔"

(سوانح قاسمی مطبع مجتبائی دہلی ص۳)

غرض ابتدائی تعلیم اردو، فارسی، حافظہ و ناظرہ قرآن کریم سب نانوتے کے اس وقت کے مکتب میں ہوئی۔

حفظ قرآن

بچپن کی اس تعلیم میں قرآن کریم حفظ کرکے آپ حافظ بن گئے جو بہت بڑی دولت ہے

کتابوں کی جلد بندی

پرانے زمانے میں خوشخطی اور جلد بندی طلبہ کی لیاقت میں شمار ہوتی تھیں جلد بندی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"جناب مخدوم العالم حاجی امداد اللہ صاحب سے جو ربط نسب کا تھا، حضرت مخدوم کی نانہال ہمارے خاندان میں تھی اور بہن انکی یہاں (نانوتہ) میں بیاہی تھیں اکثر نانوتہ تشریف لاتے تھے۔ انکی خدمت میں حاضر ہوتے اور نہایت محبت و اخلاص فرماتے جزبندی کتاب کی حضرت سے ہم دونوں نے سیکھی اور اپنی لکھی ہوئی کتابوں کی جلدیں باندھیں۔" (سوانح قاسمی ص۵)

دہلی کو تعلیم کے لئے روانگی اواخر ذوالحجہ ۱۲۵۹ھ، ۱۸۴۲-۴۳ء

گلستاں سے پہلے کی کتابیں فارسی نصاب سے متعلق۔ مثلاً پندنامہ، مصدر فیوض، کریما وغیرہا نانوتے میں پڑھنے کے بعد ذوالحجہ ۱۲۵۹ھ ۱۸۴۲-۴۳ء کے اواخر میں نانوتے سے دہلی روانہ ہوئے۔ اس وقت مولانا کی عمر تقریباً گیارہ سال تھی۔ سوانح قاسمی میں لکھتے ہیں:۔

"جب والد مرحوم (مولانا مملوک علی صاحب ۹ ذوالحجہ ۱۲۵۸ھ کے حج سے فارغ ہوکر ایک سال کے بعد دہلی اور پھر نانوتہ تعطیل میں پہنچے) ذوالحجہ ۱۲۵۹ھ کے آخر میں وطن سے چلے۔

۲ محرم ۱۲۶۰ھ ۱۸۴۳-۴۴ء کو دہلی میں مولانا محمد یعقوب صاحب کا ورود اور ۴ محرم ۱۲۶۰ھ سے تعلیم کا دوسرا دور

دوسری محرم ۱۲۶۰ھ کو دہلی پہنچے چوتھی کو سبق شروع ہوئے۔ مولوی (محمد قاسم) صاحب نے کافیہ شروع کیا اور احقر نے میزان اور گلستان۔ والد مرحوم

نے میرے ابواب کا سننا اور تعلیلات کا پوچھنا ان کے سپرد کیا تھا اور ہر جمعہ کی رات
کو کہ چھٹی ہوتی تھی صیغوں اور ترکیبوں کا پوچھنا معمول تھا۔ (سوانح ص۶)

اس عبارت سے آپ کا دہلی میں ورود ۲ر محرم ۱۲۶۰ھ کو معلوم ہؤا۔ اس روز انگریزی تاریخ ۲۳ر جنوری ۱۸۴۴ء اور بدھ کا دن تھا (تقویم تاریخی از عبدالقدوس ہاشمی)

دہلی کالج میں داخلہ اور والد محترم سے حصول تعلیم

دہلی پہنچ کر عربی نصاب کی تمام کتب معقولات و منقولات اپنے والد محترم مولانا مملوک علی صاحب سے پڑھیں اور سرکاری دہلی کالج میں داخل رہے۔ تا آنکہ آپ کی تعلیم کا سلسلہ ۱۲۶۷ھ تک سات سال رہا گویا ۱۲۶۰ھ سے ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۴۴ء تا ۱۸۵۰ء مولانا محمد یعقوب صاحب دہلی میں بغرض تعلیم مقیم رہے اور ایک سال مزید دہلی میں قیام کیا۔ سوانح قاسمی میں لکھتے ہیں:-

"والد مرحوم کا گیارھویں ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ (مطابق ۷ر اکتوبر ۱۸۵۱ء بروز منگل) بمرض یرقان قبل السابع انتقال ہوگیا ...... بعد انتقال مولانا والد مرحوم کے احقر اپنے مکان مملوک میں جو چیلوں کے کوچے میں تھا جا رہا۔" (سوانح قاسمی مطبوعہ مجتبائی ص۸)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کم و بیش تعلیم کا سلسلہ ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۱ء تک رہا اور یہ بھی معلوم ہؤا کہ اثنائے تعلیم میں مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکان کوچہ چیلاں کے بجائے اپنے والد محترم کے ہمراہ کہیں اور قیام پذیر رہتے ہونگے۔ والد مرحوم کی وفات کے بعد اپنے مملوکہ مکان میں قیام پذیر ہوئے ہیں۔

استاد حدیث حضرت مولانا شاہ عبدالغنیؒ صاحب مجددی

علوم معقولہ اور منقولہ کے آخر میں حدیث کی کتابیں دہلی کے مشہور محدث شاہ عبدالغنی مجددی (متوفی ۶ر محرم ۱۲۹۶ھ بروز بدھ) ابن حافظ ابوسعید نقشبندی سے پڑھیں۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے علمی استفادہ

نیز مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے بھی حدیث کی تعلیم حاصل کی مولانا خود اپنے ایک مکتوب میں بنام منشی محمد قاسم صاحب نیانگری مرید خاص کو تحریر فرماتے ہیں:-

"تم نے حال انتقال جناب مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم کا پوچھا ہے۔ مولوی صاحب سہارنپور

(مولانا احمد علیؒ صاحب کی بیماری پر مزاج پرسی کے لئے) تشریف لے گئے تھے …… یہ سہارنپور کے رہنے والے محدث فقیہ مشہور تھے۔ ہمارے استاد تھے"۔

(بیاض یعقوبی ص۱۰۳-۱۰۴ المکتوب ۴۰ مورخہ ۲۳ رجمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے رشتۂ تلمذ

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خود حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ حج سے واپس تشریف لائے تو اس زمانے میں نانوتے میں قیام کے دوران آپ نے مولانا محمد قاسم صاحب سے قدرے بخاری شریف پڑھی۔ خود سوانح قاسمی میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"غدر میں دہلی کا تو سب کارخانہ درہم و برہم ہو گیا تھا۔ مولوی احمد علی صاحب کا مطبع گیا گذرا تھا اس زمانے میں سوائے وطن اور کوئی جگہ جانے کی نہ تھی۔ کبھی وطن نانوتہ اور کبھی دیوبند رہتے تھے اسی وقت احقر نے حضرت سے بخاری قدرے پڑھی۔ (سوانح قاسمی ص۱۸)

مولانا محمد قاسم صاحب سے صحیح مسلم کا پڑھنا

صحیح بخاری پڑھنے کے علاوہ مولانا محمد یعقوبؒ صاحب نے میرٹھ کے دوران قیام میں جب کہ مولانا محمد قاسمؒ صاحب منشی ممتاز علی کے مطبع میں تصحیح کا کام کرتے تھے اور وہ خود بھی یہی خدمت انجام دیتے تھے صحیح مسلم بھی پڑھی ہے۔ لکھتے ہیں :۔

"احقر اس زمانے میں بریلی اور لکھنؤ ہو کر میرٹھ میں اسی چھاپے خانے میں نوکر ہو گیا۔ منشی جی (ممتاز علی) حج کو گئے تھے۔ اس وقت میں ایک جماعت نے مولانا محمد قاسم صاحب سے) مسلم پڑھی احقر بھی اس میں شریک رہا۔ وہ، زمانہ (یعنی ۱۸۶۶-۶۷ء) کہ مدرسہ دیوبند کی بنیاد پڑی" (سوانح قاسمی ص۲۱)

اب تک جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ان میں شاہ عبد الغنی صاحبؒ دہلوی، مولانا احمد علیؒ صاحب سہارنپوری، والد محترم مولانا مملوک علی صاحب، مولانا محمد قاسم صاحب ہیں۔ چونکہ دہلی کالج میں بھی مولانا محمد یعقوب صاحب داخل ہو کر تعلیم حاصل کرتے رہے لہٰذا وہاں کے اساتذہ کا صحیح طور پر یقینی علم حاصل نہیں۔ البتہ اس زمانے میں جو اساتذہ دہلی کالج میں تعلیم دیتے رہتے تھے۔ ان میں مولانا سید محمد، مولانا سدید الدین، مولانا سبحان بخش، مولانا جعفر علی، مولانا رشید الدین صاحب یہ حضرات ابتدائی مدرسین ہیں بعد ازاں اور اساتذہ آتے رہے اور بقول مولوی عبد الحق صاحب بابائے اردو بیس پروفیسر ملازم تھے۔ (مرحوم دہلی کالج) انہی میں ماسٹر رام چندر تھے

جن کا تقرر ۲۸ فروری سنہ ۱۸۴۴ء کو پچاس روپیہ ماہوار پر سائنس پڑھانے پر ہوا۔ پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:-

> "مولوی سدید الدین بن مولوی رشید الدین کا ۳۰ اکتوبر سنہ ۱۸۴۳ء کو اور مولوی سبحان بخش شکارپوری کا ۵ اکتوبر سنہ ۱۸۴۳ء کو اس (عربی) شعبے میں تقرر ہوا (بحوالہ رپورٹ جنرل کمیٹی آف پبلک انسٹرکشن سنہ ۴۳-۱۸۴۲ء" (مولانا محمد حسن ص ۱۴۳)

پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں کہ مولانا جعفر علی سنہ ۱۸۴۳ء میں دہلی کالج سے علیحدہ ہوگئے (مولانا محمد احسن ص ۱۴۲) اس تحقیق کے بعد مولانا محمد یعقوب صاحب کا مولوی جعفر علی صاحب سے پڑھنا مخدوش سا ہوگیا ہے کیونکہ مولانا محمد یعقوب صاحب سنہ ۴۳-۱۸۴۲ء میں دہلی کالج میں داخل ہوئے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ ماہ تعلیم حاصل کی ہو۔ الغرض دہلی کالج کے اساتذہ کا تحقیقی طور پر علم ہونا دشوار ہے۔

سند حدیث مولانا محمد یعقوبؒ

علم حدیث و تفسیر پڑھنے والوں کے لئے سند حدیث و تفسیر ایک بہت بڑا اعزاز و اکرام ہے کہ اس سلسلے میں ان کی نسبت اور سند حدیث تبع تابعین، تابعین، صحابہ سے گذرتی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتی ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے بخاری اور ترمذی اور دیگر کتب حدیث شاہ عبد الغنی مجددی دہلوی، مولانا احمد علی سہارنپوری سے پڑھی ہیں۔ لہٰذا ہم صرف شاہ عبد الغنی مجددی کے واسطے سے مولانا محمد یعقوب کی سند حدیث پیش کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے:-

مولانا محمد یعقوب نے شاہ عبد الغنی[1] مجددی دہلوی سے انہوں نے شاہ محمد اسحاق[2] سے، انہوں نے اپنے نانا شاہ عبد العزیز[3] سے انہوں نے اپنے والد شاہ ولی اللہ[4] سے انہوں نے شیخ طاہر[5] سے انہوں نے شیخ ابراہیم[6] کردی سے، انہوں نے شیخ احمد[7] قشاشی سے انہوں نے احمد[8] بن عبد القدوس[9] شناوی سے، انہوں نے شیخ شمس[10] الدین سے، انہوں نے شیخ احمد[11] زکریا سے، انہوں نے شہاب[12] الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی سے انہوں نے ابراہیم[13] بن احمد تنوخی سے، انہوں نے احمد[14] بن ابی طالب الحجار سے، انہوں نے سراج[15] الحسین بن مبارک زبیدی سے، انہوں نے شیخ ابی الوقت عبد[16] الاول بن عیسیٰ بن شعیب السنجری الہروی سے، انہوں نے شیخ ابو الحسن عبد[17] الرحمن بن مظفر الداودی سے، انہوں نے ابو محمد عبد[18] اللہ بن احمد سرخسی سے، انہوں نے ابو عبد اللہ محمد[19] بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفربری سے، انہوں نے امیر المومنین فی الحدیث شیخ ابو عبد اللہ محمد[20] بن اسمٰعیل البخاری سے، انہوں نے (مثلاً ایک سند حدیث کے اعتبار سے) ابو الیمان[21] سے انہوں نے شعیب[22] سے

انہوں نے ابوالزناد[٢٣] سے، انہوں نے اعرج[٢٤] سے، انہوں نے ابوہریرہ[٢٥] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ لا یؤمنُ احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ او کما قال	تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہے تا آنکہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور بیٹے سے زیادہ محبوب ہوں۔

امام بخاری سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک طریق سے ہم نے سند حدیث پیش کی ہے۔ ورنہ تو امام بخاری نے بقول حاکم عبداللہ محدث امام بخاری کا یہ قول جعفر بن قطان سے سن کر نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے امام بخاری سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ "میں نے ایک ہزار علماء شیوخ سے حدیثیں لکھی ہیں بلکہ زیادہ سے اور میرے پاس کوئی حدیث نہیں ہے کہ میں نے اس کی سند نہ لکھی ہو"

(مقدمہ بخاری از مولانا احمد علی محدث سہارنپوری ص)

غرض یہ کہ مولانا محمد یعقوب صاحب کی سند حدیث پچیس واسطوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے اور یہ نسبت ایک سب سے بڑی نسبت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امتی کو حاصل ہو۔ فالحمد للہ

اس مقام پر راقم الحروف بھی موقع پاکر اپنی سند حدیث کو بیان کرنے پر مضطر ہو گیا ہے۔ تو راقم الحروف کی سند حدیث بھی سن لیجئے :۔

سند حدیث بخاری راقم الحروف محمد انوار الحسن شیرکوٹی

محمد انوار الحسن شیرکوٹی عن الشیخ محمد انور شاہ کشمیری محدث دار العلوم دیوبند عن الشیخ محمود حسن محدث دیوبندی اسیر مالٹا عن الشیخ مولانا محمد قاسم و مولانا رشید احمد گنگوہی و مولانا محمد یعقوب نانوتوی محدث دار العلوم دیوبند عن المحدث شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی عن الشیخ شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی عن الشیخ المحدث شاہ عبدالعزیز دہلوی عن والدہ شیخ شاہ ولی اللہ المحدث دہلوی الیٰ امام بخاری و من بخاری الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جیسا کہ ہم نے مولانا محمد یعقوب صاحب کی سند حدیث میں بیان کیا ہے۔ فالحمد للہ۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جن اساتذہ سے تعلیم پائی ان میں سب سے زیادہ حصہ آپ کے والد محترم مولانا مملوک علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کیونکہ حدیث کے سوا تمام علوم و فنون صرف و نحو، ادب، منطق و فلسفہ، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث

تفسیر، ہیئت، معانی و بیان وغیرہا سب اپنے والد محترم سے حاصل کئے۔ لہٰذا اس مقام پر ہم تفصیل سے آپ کے والد محترم کے حالات بیان کرتے ہیں اور دوسرے اساتذہ کے مختصر طور پر بیان کرسکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے اپنے والد سے بھی حدیث پڑھی ہو۔

ذکرِ مملوک

مولانا محمد یعقوب صاحب کے والد محترم کے حالات اپنی کتاب انوار قاسمی جلد اول میں پوری تفصیل سے بیان کئے ہیں وہاں سے ہم یہاں بھی نقل کرتے ہیں۔

مفتی محمود احمد صاحب نانوتوی ابن مولانا محمد اسماعیل صاحب نانوتوی (رفیق خاص مولانا محمد قاسم صاحبؒ) نے میرے لئے انوار قاسمی جلد اول کی تالیف کے وقت بوساطت مولانا محمد طیب صاحب ایک تحریر لکھ کر بھیجی تھی اس میں مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔

نام والد۔ وطن اور تاریخ پیدائش

"مولانا مملوک علی صاحب ۱۲۰۴ھ (مطابق ۱۷۸۹ء) میں نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام نامی احمد علی تھا۔ حضرت عارف باللہ مولانا محمد یعقوب صاحب صدر المدرسین دار العلوم دیوبند (متوفی ۳ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ بمرض ہیضہ) کے والد محترم تھے بچپن میں دہلی تشریف لے گئے اور علوم و فنون عربیہ دہلی میں مولانا رشید الدین صاحب سے پڑھے تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ دہلی ہی میں پڑھانے کے کام پر لگ گئے۔

یہ مختصر سا تعارف مفتی محمود صاحب کی عبارت سے نقل کیا گیا ہے۔ اب نزہۃ الخواطر کے مصنف کی تحقیق پڑھیئے۔ ان کی کتاب عربی میں ہے اس کا ترجمہ ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں:۔

"شیخ عالم کبیر مملوک علی بن احمد علی بن غلام شرف بن عبد اللہ صدیقی نانوتوی مشہور اساتذہ میں سے ایک ہیں نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے اور تربیت پائی۔ کچھ عرصے اپنے دیار میں تعلیم پائی پھر دہلی میں داخل ہو گئے! اور علامہ رشید الدین دہلوی اور دیگر علماء سے علم حاصل کیا اور فقہ، اصول فقہ اور عربیت میں کمال حاصل کیا اور منطق و فلسفہ میں بھی مہارت پیدا کی۔ مدرسۃ دار البقا میں درس دیا بعد ازاں بھی درس دیتے رہے اور اپنی تمام عمر فیض تعلیم پہنچاتے رہے تا آنکہ اس میں اپنے آپ کو گھلا ڈالا اور علما میں ان کو امتیاز حاصل ہو گیا بے شمار طلبہ نے ان سے تعلیم حاصل کی۔ (نزہۃ الخواطر جلد ۷ ص۴۸۷ بحوالہ انوار قاسمی جلد اول ص۸۸)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم سہارنپور کے صدر اوجز المسالک شرح موطا امام مالک کے مقدمہ میں جو عربی میں ہے اور ہم اس کا ترجمہ انوار قاسمی جلد اول سے پیش کرتے ہیں۔ عربی عبارت اسی کتاب میں ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

> لیکن مولانا مملوک علی ایک بڑے استاد بلکہ استاذ کل وہ مولانا محمد یعقوب صاحب کے والد اور شیخ علامہ احمد علی کے فرزند ہیں ...... انہوں نے اکثر درسی کتابیں بلکہ تمام شیخ اجل علامہ مولانا رشید الدین خاں دہلوی سے پڑھیں جو کہ شیخ اجل الاکبر مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ علوم عقلی اور نقلی میں ماہر تھے اور اصول و فروع علم میں بڑے فائق تھے۔ عربی لٹریچر اور فقہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے اس لئے اپنے زمانے کے امام اور استاذ بن گئے تا آنکہ دہلی کے سرکاری مدرسہ (دہلی کالج) کے صدر مدرس (شعبہ علوم شرقیہ) کے درجے پر فائز ہو گئے اور ان کے قابل فخر امور میں سے یہ ہے کہ قطب گنگوہی (مولانا رشید احمد صاحب) اور بحر علم (مولانا محمد قاسم صاحب) دونوں روشن بدر مولانا مملوک علی کے شاگرد تھے اور ان کے فرزند علامہ شیخ محمد یعقوب مشہور عالم دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے (مقدمہ اوجز المسالک شرح موطا امام مالک بحوالہ انوار القاسمی جلد اول ص۸۵)

دہلی کالج کا تاریخی خاکہ

مذکورہ عبارت میں مولانا مملوک علی کا دہلی کالج میں ملازم ہونا قطعی ثابت ہے یہاں دہلی کالج کا قدرے تعارف ضروری ہے۔

سلطنت مغلیہ کے زوال کے وقت جب مسلمانوں کا سیاسی غلبہ ختم ہوا تو ۱۷۹۲ء میں نواب غازی الدین خاں فیروز جنگ ثانی خلف نظام الملک آصف جاہ نے دہلی میں مدرسہ غازی الدین کا اجرا کیا جس میں عربی فارسی پڑھائی جاتی تھی۔ تینتیس (۳۳) سال تک اسی طرح چلتا رہا۔ ۱۸۲۴ء میں اس میں صرف نو (۹) طالب علم تھے۔ اور مولوی عبداللہ ان کو پڑھاتے تھے۔ ۱۸۲۵ء میں مدرسہ غازی الدین کالج میں تبدیل ہو گیا اور اس کا نام دہلی کالج ہوا مسٹر ٹیلر پرنسپل مقرر ہوئے۔ مولانا رشید الدین صاحب سو روپیہ ماہوار پر اور مولانا مملوک علی صاحب کا پچاس روپیہ ماہوار پر بحیثیت نائب مدرس تقرر ہوا۔

۱۸۲۸ء میں سر چارلس مٹکاف برٹش ریزیڈنٹ کمشنر کی سفارش پر کالج میں ایک انگریزی جماعت کا اضافہ ہوا۔ اور لوکل فنڈ کے تعلیمی بجٹ سے دو سو پچاس روپیہ کالج کو عیسائیت کی تبلیغ کے لئے منظور کئے گئے جس سے ہندو اور مسلمانوں میں ہیجان پھیل گیا۔ ماسٹر رام چندر بھی عیسائی ہو گئے تھے۔

۱۸۳۰ء میں نواب اعتماد الدولہ، سید فضل علی خاں بہادر وزیر شاہ اودھ نے ایسٹ انڈیا سے کہا کہ میں ایک لاکھ ستر ہزار کی رقم عربی و فارسی کی ترقی کے لئے برٹش گورنمنٹ کی تحویل میں دیتا ہوں (کانفرنس گزٹ علی گڈھ ۱۵ نومبر ۱۸۳۰ء) مگر نواب صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اہل دہلی نے علیحدہ کالج کھولنے کی کوشش کی

مگر بے سود۔ ۷ مارچ ۱۸۳۵ء کو ایک ریزولیوشن کے بعد لارڈ بینٹنگ گورنر نے سب مشرقی علوم عربی فارسی، سنسکرت کا خاتمہ کر دیا۔ اس سے سخت ہیجان برپا ہوا۔ حتیٰ کہ شیکسپیئر نے بھی کالج سے استعفا دے دیا۔ بعدازاں لارڈ میکالے کا تقرر ہوا۔ یہ بڑا متعصب تھا۔ ہندو مسلم اضطراب اور بڑھ گیا۔ لارڈ بینٹنگ کی جگہ لارڈ آکلنڈ آئے تو ۲۴؍ نومبر ۱۸۳۹ء کی ایک چٹھی کے ذریعہ علوم مشرقیہ کا پھر احیا ہوا لیکن کچھ عرصے کے بعد علوم مشرقی کو دہلی کالج میں زوال دیکھنا پڑا۔ تعداد طلبہ کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ انگریزی کے طلبہ ۱۹۹ ۔۔۔ ۳۔ فارسی کے طلبہ ۵۷
۲۔ عربی کے طلبہ ۳۹ ۔۔۔ ۴۔ سنسکرت کے طلبہ ۲۶

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ آزادی کے بعد ۱۸۷۷ء تک کالج چلتا رہا۔ تا آنکہ ۱۸۷۷ء میں اس کالج کو بند کر دیا گیا اور اس کے سٹاف کو گورنمنٹ کالج لاہور میں بھیج دیا گیا۔ یہی خواہش لائٹنر پرنسپل کالج لاہور کی تھی۔

الغرض ۱۸۲۵ء میں مولانا مملوک علی کا تقرر پچاس روپے پر ہوا تھا۔ مولانا عبدالحق مرحوم دہلی کالج میں ایک جگہ مولانا مملوک علی کا ذکر ۱۸۴۱ء کی رپورٹ کے سلسلے میں اس طرح کرتے ہیں:۔

> "کالج میں بیس پروفیسر ملازم تھے...... اساتذہ مولوی مملوک علی، مولوی سید محمد، مولوی سدید الدین، مولوی جعفر علی تھے۔"

۱۸۴۳ء میں مشرقی شعبے میں عربی مضمون کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عبدالحق صاحب لکھتے ہیں:۔

> "عربی میں مولانا مملوک علی کی جماعت کے طلبہ کل گیارہ تھے (نصاب یہ تھا) مقامات حریری ۲۵ مقدمے سے آخر تک۔ ہدایہ کتاب الاقرار سے آخر تک۔ ریاضی اقلیدس کے چار مقالے۔ تاریخ تیموری (اردو)، تمام رقعات ابوالفضل، کتاب حساب کی پہلی اور دوسری فصل۔ براؤن کی کتاب حساب۔ عملی جغرافیہ مرأۃ الاقالیم

(اردو فریق اول (مرحوم دہلی کالج ص۸۳)

مولانا مملوک علی کے اوصاف مولانا ذوالفقار علی والد شیخ الہند کی زبانی

مولانا ذوالفقار علی، مولانا مملوک علی کے شاگرد اور عربی ادب کے ماہر تھے۔ انہوں نے دیوان متنبی، حماسہ، سبعہ معلقات قصیدہ بردہ، قصیدہ بانت سعاد کی شرحیں اور اردو میں ترجمہ کیا ہے (ہم نے ان کے حالات پر مستقل کتاب لکھی ہے جو انشاء اللہ جلد طبع ہو گی) انہوں نے اپنی عربی کی مختصر سی کتاب میں مولانا مملوک علی کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا اردو ترجمہ ہم پیش کرتے ہیں۔ اصل عربی عبارت انوار قاسمی جلد اول میں دیکھئے:۔

> "بلند ہمت امام، لوگوں کے استاذ، شیخ الاسلام، مسکینوں کی پناہ، تیموں کے ملجا، ظاہری اور باطنی فضائل سے متصف مولانا و سیدنا مولانا مملوک علی صدیقی النسب، خدا ان سے راضی ہو اور ہم سب کی طرف

سے خدا ان کو راضی رکھے۔ (ایسے روشن نسب کہ) گویا سورج نے اپنی چادر انکو اڑھادی ہے اور گویا کہ روشن چاند نے اپنا نور ان کو دیدیا ہے۔ وسیع دل، بلند شہرت، محققین کے مرکز، انبیاء و رسل کے علوم کے وارث، معرفت و ہدایت کے خزانہ۔ اللہ کے مسکین بندے، طلبہ کے نہایت مہربان باپ، اخلاق محمدیہ کے پیکر، ان جیسا علمائے فحول میں پایا نہیں جاتا۔ ان کے شاگرد بہت ہیں جنہوں نے ان سے پڑھ کر فیض حاصل کیا اور پھر فیض پہنچایا۔

مولانا رشید احمد گنگوہی کی زبانی

مولانا عاشق الٰہی صاحب تذکرۃ الرشید میں مولانا رشید احمد صاحب کی زبانی مولانا مملوک علی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"ابتداءً ہم دہلی میں دوسرے اساتذہ سے پڑھتے تھے لیکن تسکین نہیں ہوتی تھی کہیں سبق تھوڑا ہوتا تھا کہیں شبہات کا جواب نہ ملتا تھا جب مولانا مملوک علی کی خدمت میں پہنچے تو اطمینان ہوگیا اور بہت تھوڑے عرصے میں کتابیں ختم کر لیں۔ گویا استاد نے گھول کر پلا دیا۔ اس زمانے میں اچھے اچھے استاد دہلی میں موجود تھے مگر ایسے استاذ کہ مطلب پوری طرح ان کے قابو میں ہو اور انواع مختلفہ سے تقریر کرکے شاگرد کے ذہن نشین کردیں ایک ہمارے استاد مولانا مملوک علی اور دوسرے ہمارے استاد مفتی صدر الدین تھے۔" (تذکرہ ص۳ ج ۱)

مولانا مملوک علی سرسید کی نظر میں

سرسید اپنی کتاب آثار الصنادید حصۂ دوم میں مولانا مملوک علی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"کتب درسیہ کا استحضار (حافظہ ایسا ہے کہ اگر فرض کرو کہ ان کتابوں سے گنجینۂ عالم خالی ہوجائے تو ان کے لوح حافظہ سے پھر نقل ان کی ممکن ہے۔" (ص۸)

مولانا مملوک علی مولانا کریم الدین کی نظر میں

مولانا کریم الدین پانی پتی شاگرد مولانا مملوک علیؒ مصنف کریم اللغات و طبقات شعرائے ہند مطبوعہ ۱۸۴۹ء و تذکرہ شعراء عربی فرائد الدہر مطبوعہ ۱۸۴۷ء نے اپنے استاذ کا دونوں تذکروں میں ذکر کیا ہے۔ فرائد الدہر کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے:۔

> "مولانا و اولانا و استاذنا و ہادینا و شیخنا جناب مولوی مملوک العلی عالم الخفی والجلی مدرس اول مدرسہ دہلی رہنے والے نانوتے کے۔ ایسا فاضل کامل و زاہد و عابد پابند شرع شریف مصطفوی بہت کم دیکھنے میں آیا ہے نظیر اس کی خطۂ ہند میں مفقود۔ .... گھر اس کا محط رجال طلبہ، مدرسہ انکا مجمع علما و فضلا۔ صدہا شاگرد۔ اکثر بلاد افغانستان کے اور ہندوستان کے، اپنا نام پیدا کر گئے۔"

پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:۔

"مسٹر ٹامس وزیٹر دہلی کالج نے ۸ نومبر ۱۸۴۱ء کو ایک رپورٹ میں مولوی مملوک کے اضافہ تنخواہ کی سفارش کی

کہ ان کو اسی روپیہ تنخواہ ملنی چاہیئے۔ بالآخر مولانا کو ساٹھ روپیہ تنخواہ ملنے لگی...... بالآخر ۸ر نومبر ۱۸۴۱ء کو مولانا مملوک علی (ملازمت سے پندرہ سولہ سال بعد) صدر مدرس قرار پائے اور سو روپیہ ماہوار ان کا مشاہرہ مقرر ہوا مسٹر ٹامسن نے مولانا مملوک علی کے متعلق لکھا ہے۔ -

وہ عربی کے بہت بڑے فاضل ہیں اور شہر (دہلی) میں ان کا بڑا احترام ہے۔" (مولانا محمد احسن ص۱۴۵)	HE IS VERY GOOD ARABIC SCHOLAR AND VERY MUCH RESPECTED IN THE CITY

مولانا کریم الدین صاحب پانی پتی لکھتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔" --

" بالفعل عہدہ اول مدرس اول عربی پر مدرسہ دہلی میں مامور ہیں۔ سوا درس دہی طلبائے مدرسہ کے اپنے گھر پر بھی لوگوں کو ہر ایک علم کی کتابیں پڑھاتے ہیں۔ تمام علوم درسیہ متاخرین و متقدمین پر وہ عبور ہے کہ عقل اول بھی ان کی فیض رسانی کے مقابلے میں مجبور ہے۔ تمام اوقات گرامی انکے تعلیم طلبہ میں نصف شب تک منقسم ہیں

(انوار کتنے محنتی اور مشفق تھے)

حلیہ ہنستی پیشانی، خندہ رو، سفید ریش، صورت نورانی مثل عالموں ربانی کے۔ ہمارے زمانے میں انکی ذات سے ہندوستان میں علم نے ترقی اور رفعت پائی۔ سچ ہے اس قول کاشفی کا مصداق وہی ہے ؎

آں فاضل زمانہ کہ از یمن درس وست　　　　ہم عقل در ترفع وہم علم در کمال

اخلاق متواضع اور حلیم اور بردبار اور صاف منکسر اور مدبر اور دانشمند ہیں۔ غرضیکہ جتنے اوصاف اخلاق کے بتلاش تمام پیدا کئے ہیں اس میں سب موجود ہیں...... چونکہ ان کی فہرست میں صدہا طالبعلم اطراف و جوانب سے واسطے تعلیم پانے علوم کے حاضر ہوتے ہیں اور ان کے حسن اخلاق سے یہ بعید ہے کہ کسی طالبعلم کی خاطر رنجیدہ کریں۔" (فرائد الدہر ص۴۲) -

اور سنئے کہ یہی مولانا کریم الدین مولانا مملوک علی صاحب کے متعلق "طبقات شعرائے ہند میں لکھتے ہیں:-

" مدرس اول مدرسہ دہلی مولوی مملوک العلی مدظلہ عالم بے بدل اور متقی بے مثل اور فاضل کامل ہیں۔ عہدۂ میر مولوی (صدر) بمشاہرہ سو روپیہ ماہوار مدرسے میں مقرر ہیں...... بنائے مدرسہ عربی ان کی ذات سے مستحکم ہے فارسی اور اردو اور عربی تینوں زبانوں میں کمال رکھتے ہیں۔ ہر ایک علم و فن سے جو ان زبانوں میں ہے مہارت تامہ ان کو حاصل ہے اور جس فن کی کتاب اردو زبان میں انگریزی سے ترجمہ ہوتی ہے اس کے اصل اصول سے بہت جلد ان کا ذہن چسپاں ہو جاتا ہے۔ گویا اس فن کو اول ہی سے جانتے تھے اور جس کار پر مامور ہیں اس میں کبھی کسی طرح کا حتی الوسع ان سے قصور نہیں ہوا۔ مدرسہ میں انکی ذات بابرکات سے اتنا فیض ہوا ہے کہ شاید کسی زمانے

میں کسی سے ہوا ہو۔ اگر ان کو کان علم اور مخزن اسرار کہوں تو بجا ہے۔ کوئی کتاب کسی فن کی مشکل ان کے پاس لے جاؤ حفظ پڑھا دیں گے۔ گویا حفظ کر رکھی ہے۔ اس لئے رات دن سوائے مدرسہ کے انکے گھر پر طلبہ پڑے رہتے ہیں۔ ہر وقت انکو گھیرے رہتے ہیں اور وہ خلیق اس طرح کے ہیں کہ کسی سے انکار نہیں کر سکتے۔ سب کو پڑھاتے ہیں۔ تمام شب اور دن میں شاید دوپہر کو آرام کرنا ان کو نصیب ہوتا ہوگا والا رات دن درس دہی طلبہ میں گذرتا اور باوجود اس کثرت درس فیض رسانی کے پابند شرع شریف کے ایسے ہیں کہ اس طرح کے آدمی کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ غرضکہ جتنا انکی تعریف میں لکھوں بجا ہے اگر کوئی امر بطور مبالغہ بھی لکھوں وہ بھی امر واقعی ان کی ذات میں پاتا ہوں۔ بہت بے نظیر فاضل ہے انکے ثانی کوئی فاضل ایسا نہیں ہے جس سے اس طرح کا فیض عام اور تشفی خاص و عام حاصل ہو۔

عمر

ان کی عمر سنہ ۱۸۴۷ء میں قریب ساٹھ برس کے ہوگئی۔ بہت خندہ پیشانی اور عقلمند اور ذکی اور ذہین تر اور تیز فہم اور محقق اور مدقق ہیں۔ تحریر اقلیدس کا ترجمہ زبان اردو میں چار مقالہ اول کا اور دو مقالوں آخر گیارھویں بارھویں کا کیا ہے۔ حق یہ ہے کہ علم ہندسہ کو پانی کی طرح بہا دیا ہے۔ اصل وطن ان کا نانوتہ ہے۔ مدت سے شاہجہان آباد (دہلی) میں رہتے ہیں۔ مولوی صاحب نے سنن ترمذی کا ترجمہ بھی اردو میں کیا ہے۔ (طبقات الشعراء ہند ص ۴۶۳-۴۶۴)

درس تفسیر وحدیث

مولانا مملوک علی صاحب نہ صرف معقولات اور فنون ہی کی کتابیں پڑھاتے تھے بلکہ علم حدیث میں صحاح ستہ بھی پڑھاتے تھے۔ مولانا عاشق الٰہی تذکرہ الرشید جلد اول میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی تعلیم کے سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

> ”صحاح ستہ کے علاوہ معقول میں منطق و فلسفہ، ادب و ہیئت و ریاضی اور منقول میں تفسیر، اصول وفقہ و معانی وغیرہا اکثر کتابیں آپ (مولانا رشید احمد) نے مولانا الشیخ مملوک علی سے پڑھیں۔“

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب صدر مظاہر العلوم سہارنپور اپنی سند حدیث کے متعلق اوجز المسالک میں مولانا مملوک علی سے بھی سلسلہ سند حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم ان کی عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ کرتے ہیں:۔

> ”لیکن میری حدیث کی دوسری سند تو وہ شیخ حافظ ابو ابراہیم مولانا خلیل احمد صاحب کے طریق سے ہے اور انکی سند کے پانچ طریقے ہیں۔ اول یہ کہ انہوں (مولانا خلیل احمد) نے حدیث کی کل کتابیں شیخ امام ہمام حافظ مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی حنفی چشتی قادری نقشبندی سہروردی قدس سرہ العزیز سے پڑھیں اور انہوں نے یکتائے روزگار مولانا رشید الدین خاں صاحب دہلوی سے اور انہوں نے اپنے زمانے کے بخاری اور ابوحنیفہ سید مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی عمری الحنفی قدس سرہ العزیز سے پڑھیں۔ (صفحہ ۳۸)

یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ کے سلسلۂ سند حدیث میں مولانا مملوک علیؒ صاحب سے پڑھنے والے جہاں مولانا محمد مظہرؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رشید احمدؒ صاحب گنگوہی ہیں وہاں مولانا محمد قاسمؒ صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب علیہما الرحمۃ بھی دونوں نے معقولات کے سوا منقولات میں مولانا مملوک علیؒ صاحب سے حدیث کی کتابیں بھی پڑھی ہونگی۔

مولانا مملوک علی صاحب کے احوال کے بارے میں آخر میں ہم اپنے کرم فرما پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری پروفیسر اردو کالج کراچی کی کتاب "مولانا محمد احسن" سے ص۷۱ سے ۸۸ تک پھیلے ہوئے اقتباسات خلاصے کے طور پر ہم اپنے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں :-

"استاذ العلما مولانا مملوک علی بن شیخ احمد علی نانوتہ ضلع سہارنپور میں تقریباً ۱۷۸۷ء (بقول مفتی محمود نانوتوی ۱۲۰۴ھ مطابق ۱۷۸۹ء) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم نانوتے میں پائی اور پھر دہلی چلے گئے وہاں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب بن شاہ ولی اللہ سے بطور تبرک ہدایۃ النحو کے کچھ اسباق پڑھے۔ بعد ازاں مولانا رشید الدین خاں فاضل اجل متوفی ۱۲۴۳ھ سے تمام علوم و فنون متداولہ پڑھے۔ جب مدرسہ غازی الدین "دہلی کالج" میں بدل کر موسوم ہوا تو ۱۸۲۵ء میں مولانا رشید الدین خاں صدر مدرس بمشاہرہ سو روپیہ ماہوار اور مولانا مملوک علی پچاس روپیہ ماہوار پر نائب مدرس مقرر ہوئے۔ مولانا کے تقرر کی تاریخ یکم جون ۱۸۲۵ء ہے۔ نواب صدیق حسن خاں متوفی ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء تاریخ قنوج (مرتبہ ۱۲۷۸ھ موجود مسلم یونیورسٹی لائبریری حبیب گنج کلیکشن) میں مولانا مملوک علی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں :-

از اعیان دہلی بودند۔ تلمذ ایشاں در علوم درسیہ با مولوی	وہ دہلی کے ممتاز لوگوں میں سے تھے۔ ان کی شاگردی
رشید الدین خاں است و از طرف فرنگیاں تدریس درجۂ	کا تعلق علوم درسیہ میں مولوی رشید الدین خاں کے ساتھ ہے اور
اول مدرسہ دہلی بایشاں تعلق داشت	انگریزوں کی طرف سے مدرسہ دہلی کے درجۂ اول کی تدریس انکے سپرد ہے۔

۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں مولانا حج کے لئے گئے اُن سے پہلے بقول مولانا محمد یعقوب صاحب بحواشی سوانح قاسمی ۱۲۵۷ھ میں حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب (ہر دو نواسہ شاہ عبدالعزیزؒ صاحب) ذلقعدہ میں شاید روانہ ہوگئے تھے۔ یہ دیکھ کر والد صاحب مولانا مملوک علی کو بھی خیال آیا۔ ایک سال کی رخصت بھی مل گئی اور حکومت نے آدھی تنخواہ بھی دی۔ رجب ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں مولانا وطن سے روانہ ہوئے اور اول ذی الحجہ کو مکہ پہنچے۔ زیارت حرمین شریفین سے فارغ ہو کر ایک سال کے بعد دہلی پہنچے اور ذی الحجہ (۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء) جب سالانہ چھٹی ہوئی تو نانوتہ آئے۔

وہ دہلی میں بہت معروف و مشہور تھے کہ طالب علمی کے زمانے سے وفات تک تقریباً تینتس سال

دہلی میں رہے۔ دہلی کالج کے تمام انگریز پرنسپل ان کی قدر کرتے اور ان پر اعتماد کرتے تھے بلکہ گورنر جنرل نے مولانا مملوک علی کو انعام بھی دیا۔ گورنر نے ۱۵، ۱۷ نومبر ۱۸۴۵ء کو دہلی میں دربار کیا تو ۱۷ نومبر کو جہاں ۳۷ حضرات کو انعام ملا ان میں مولانا مملوک علی مدرس اول کو خلعت سہ پارچہ، مرزا اسد اللہ خاں غالب کو خلعت ہفت پارچہ سہ رقم جواہر اور مفتی صدر الدین خاں صدر الصدور دہلی کو خلعت سہ پارچہ اور ایک گھنٹہ ملا (بحوالہ دہلی کا آخری سانس اقتباسات احسن الاخبار بمبئی ۱۸۴۴-۴۶ء) (ترجمہ از سید محمد ناصر صاحب ناشر دہلوی شائع کردہ خواجہ حسن نظامی دہلوی ح۲ حلقۂ مشائخ دہلی ۱۹۲۵ء تحقیق محمد ایوب قادری بحواشی کتاب مولانا محمد احسن ص۱۷۶)

فیوض مملوک

مولانا مملوک علی صاحب کی صدر مدرسی سے بالخصوص نانوتہ اور ہندوستان میں بہت فیض پھیلا، مولانا محمد مظہر نانوتوی (مدرس آگرہ کالج) مولانا محمد منیر نانوتوی (مدرس بنارس و بریلی کالج) مولانا محمد یعقوب نانوتوی (مدرس اجمیر و بنارس کالج) مولانا ذو الفقار علی دیوبندی (ڈپٹی انسپکٹر مدارس) شمس العلما ڈپٹی نذیر احمد (متوفی ۱۹۱۲ء) شمس العلما محمد حسین آزاد (متوفی ۱۹۱۰ء) پیرزادہ محمد حسین (سیشن جج) خواجہ محمد شفیع جج، خان بہادر میر ناصر علی (متوفی ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء) مولوی کریم الدین پانی پتی (متوفی ۱۸۷۹ء) مولوی جعفر علی (متوفی ۱۳۱۴ھ) یہ سب حضرات دہلی کالج کے فیض یافتہ تھے اور ان کے فیوض آگے پھیلے (ماخوذ از مولانا محمد احسن مرتبہ قادری صاحب)

تلامذہ

مولانا مملوک علی کے تلامیذ کا شمار کرنا مشکل ہے۔ مولانا کریم الدین پانی پتی کے قول کے مطابق بیشمار شاگرد تھے۔ شاگردوں کی زیادہ تعداد در اصل ان طلبہ کی تھی جو دہلی کالج کے علاوہ گھر پر رات کے بارہ بارہ بجے تک پڑھتے تھے ان کے تلامذہ میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد قاسم بانی دار العلوم دیوبند، مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی، مولانا محمد احسن نانوتوی، مولانا ذو الفقار علی (والد شیخ الہند) مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی (والد علامہ شبیر احمد عثمانی) مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی، مولانا احمد علی سہارنپوری، مولوی کریم الدین پانی پتی، منشی جمال الدین مدار المہام بھوپال، شمس العلماء ڈاکٹر ضیاء الدین ایل ایل ڈی، مولوی عالم علی مراد آبادی (متوفی ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء) مولوی سمیع اللہ دہلوی، مولانا عبد الرحمٰن پانی پتی، خاص طور پر شاگردوں میں قابل ذکر ہیں (ماخوذ مولانا محمد احسن ص۱۸۳)۔ قادری صاحب نے نزہۃ الخواطر کے مولف حکیم عبد الحی متوفی ۱۳۴۱ھ کی روایت سے اور انہوں نے مولانا اشرف علی تھانوی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مولانا شیخ محمد تھانوی (متوفی ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۹ء) نے علوم و فنون مروجہ کی کتابیں مولانا مملوک علی سے پڑھی تھیں اور پھر حاشئے میں وحدت الوجود و الشہود مرتبہ ثناء الحق صاحب ص۲۲ مطبوعہ پاک اکیڈمی کراچی ۱۹۶۳ء کا حوالہ دیا ہے۔

تالیفات

قادری صاحب نے مولانا مملوک علی صاحب کی تالیفات کے بارے میں دہلی کالج کی رپورٹوں۔

کے مطالعہ سے لکھا ہے کہ دہلی کالج کی طرف سے جن کتابوں کا ترجمہ ہوتا تھا ان میں سے اکثر کی وہ نگرانی کرتے تھے اور نظر ثانی بھی۔ مندرجہ ذیل کتابوں کے مولانا مملوک علی نے خود ترجمے کئے ہیں۔ پروفیسر محمد ایوب قادری اپنی کتاب مولانا محمد احسن میں لکھتے ہیں :۔

۱۔ تحریر اقلیدس: سنہ ۱۸۴۴ء میں دہلی کالج کے پرنسپل کی تحریک پر تحریر اقلیدس کے اول کے چار مقالوں اور آخر کے گیارھویں اور بارھویں مقالوں کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا۔ تحریر اقلیدس سنہ ۱۸۴۹ء میں ایک سو پچاس اور سنہ ۱۸۵۱ء میں تین سو کی تعداد میں طبع ہوئیں۔

۲۔ ترجمہ سنن ترمذی :۔ چونکہ یہ کتاب دہلی کالج کے نصاب میں شامل تھی اس لئے مولانا مملوک علی نے اس کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔

۳۔ تاریخ یمینی :۔ تاریخ یمینی بھی دہلی کالج کے نصاب میں شامل تھی اس کا اردو ترجمہ بھی مولانا مملوک علی نے کیا اس کتاب کا خطی نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی (کلکتہ) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۴۔ عربی خط (غیر منقوط) مولوی کریم الدین نے تذکرہ فرائد الدہر میں مولانا مملوک العلی کا ایک عربی خط نقل کیا ہے جو انہوں نے شہزادہ فیروز شاہ کو لکھا ہے۔

اخلاق وعادات

مولانا مملوک علی صاحب بڑے منکسر المزاج، صاحب مروت، خوش اخلاق، محنت پژوہ، متقی، پرہیزگار، عبادت گذار، سادہ طبیعت انسان تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نفسانیت کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے قصص الاکابر میں ایک واقعہ لکھا ہے جسکو قادری صاحب نے حالات مشائخ کاندھلہ کے مصنف مولانا احتشام الحق کے حوالے سے بیان کیا ہے' واقعہ یہ ہے :۔

> "مولانا مملوک علی صاحب ہمیشہ دہلی آتے اور جاتے جب کاندھلہ سے گذرتے تو باہر سڑک پر گاڑی کو چھوڑ کر ملنے آتے۔ مولانا مظفر حسین صاحب اول یہ پوچھتے کہ کھانا کھا چکے یا کھاؤ گے اگر کہا کھا چکا تو پھر کچھ نہیں اور اگر نہ کھائے ہوئے ہوتے تو کہہ دیتے کہ میں کھاؤنگا تو مولانا پوچھتے کہ رکھا ہؤا لا دوں یا تازہ پکوا دوں چنانچہ ایک مرتبہ یہ فرمایا کہ رکھا ہؤا لا دو اس وقت صرف کھچڑی کی کھرچن تھی اسی کو لے آئے اور فرمایا کہ رکھی ہوئی تو یہی تھی۔ انہوں (مولانا مملوک علی) نے کہا کہ بس یہی کافی ہے۔ پھر جب رخصت ہوتے تو مولانا مظفر حسین صاحب ان کو گاڑی تک پہنچانے جاتے تھے یہی ہمیشہ کا معمول تھا۔" (مولانا محمد احسن ص ۱۷۹)

اللہ اللہ یہ کیسے حضرات تھے کہ جنکو ہم صحیح معنی میں انسان کہہ سکتے ہیں۔ واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ ان حضرات میں باہمی بے حد خلوص اور محبت تھی۔ ایک دوسرے کے احترام میں تکلف اور تخلق یا تصنع اور بناوٹ کا نام و نشان نہ تھا۔ کیا اس دور میں بھی ایسے انسان مل سکتے ہیں۔ مولانا مظفر حسین کاندھلوی کا خلوص اور رکھ رکھاؤ بے اندازہ

محبت اور مولانا مملوک علی کا اسے قبول کر لینا کہ پیشانی پر بل تو کیا بے حد خندہ پیشانی سے قبول کرنا کیسے پیارے زندگی کے نمونے ہیں۔ ذرا آج کل تو کوئی کھرچن دے کر دیکھ لے کیا بنتا ہے۔ اسی دور میں مولانا مملوک علی کے مخلصین میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ تھے۔ دونوں میں بے حد مخلصانہ روابط تھے یا اللہ آج کل کی دنیا کو پیچھے کی طرف کو لوٹا دے اور اس سیاہ بخت دور کو جو ۱۹۷۴ء کا ہے لپیٹ کر رکھ دے اور

ع لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

وفات

کون ہے جسکو ہمیشہ بقا ہے۔ کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربك ذوالجلال والاکرام۔ مولانا بھی ایک انسان تھے اور فانی آخران کو بھی موت کے ہاتھوں دنیا سے رخصت ہونا پڑا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب آپ کے فرزند ارجمند آپ کی وفات کے متعلق سوانح قاسمی میں لکھتے ہیں کہ مولانا مملوک علی کا انتقال ۱۱ ذوالحجہ ۱۲۶۷ھ (مطابق ۷ اکتوبر ۱۸۵۱ء) بمرض یرقان دہلی میں ہوا۔ کل گیارہ روز بیمار رہے اور خاندان شاہ ولی اللہ کے خاندانی قبرستان مہندیوں میں شیخ عبدالعزیز شکر بار کے پائیں دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (مولانا محمد احسن و سوانح قاسمی از مولانا محمد یعقوب) بقول مولانا محمد یعقوب صاحب مولانا محمد قاسم صاحب نے بے حد خدمت کی اور ساری ساری رات جاگ کر کاٹ دیتے تھے۔ مولوی بشیر الدین احمد واقعات دار الحکومت دہلی جلد دوم ص۵۸۴ پر لکھتے ہیں:۔

"آپ کی قبر کچی ہے جب تک کوئی نہ بتائے مل نہیں سکتی ناقدری زمانہ ملاحظہ ہو کہ آپ کے ہزاروں شاگرد صاحب ثروت و اقتدار تھے مگر استاد کو کسی نے بھی نہ پوچھا اور اتنا بھی نہ کیا کہ ایک ہاتھ بھر کا پتھر کا ٹکڑا لگا دیتے کہ اس خاک کے ڈھیر پر سے گذرنے والے فاتحہ تو پڑھ لیتے۔" (مولانا محمد احسن ص۱۸)

۱۳ اکتوبر ۱۸۵۱ء کو پرنسپل دہلی کالج نے مولوی مملوک علی کے انتقال کے متعلق انتظامیہ کو اطلاع دی۔
(رپورٹ جنرل کمیٹی ۱۸۵۱ء بحوالہ مولانا محمد احسن ص۱۸۰)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ؛ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

۲۔ دوسرے جلیل القدر استاذ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ مہاجر مدنی سابق صدر المدرسین مظاہر العلوم سہارنپور نے "اوجز المسالک" شرح موطا امام مالک کے مقدمے میں ص۴۲-۴۳ پر شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات عربی زبان میں لکھے ہیں ہم بطور خلاصہ اردو زبان میں ان کے حالات پیش کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

شاہ عبدالغنی بن ابوسعید مجددی بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسی بن سیف الدین بن شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد

سرہندی مجدد الف ثانی رحمہم اللہ علیہم اجمعین ماہ شعبان سنہ ۱۲۳۵ ہجری (مطابق سنہ ۱۸۱۹ء) پیدا ہوئے۔ آپ بچپن سے تحصیل علوم فقہ حنفی، قرآن کریم کے حفظ کرنے میں مشغول ہوئے۔ حدیث وغیرہ کی اکثر کتابیں اپنے والد ابوسعیدؒ سے پڑھیں بالخصوص صحاح ستہ حدیث اور موطا امام محمد والد سے پڑھے۔ البتہ بخاری شریف شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی نبیرۂ شاہ عبدالعزیز محدث سے پڑھی مشکوٰۃ شریف شیخ مخصوص باللہ بن شاہ رفیع الدینؒ بن شاہ ولی اللہؒ سے پڑھی۔ علاوہ شاہ اسحاق کے بخاری شریف شیخ محمد عابد سندھی انصاری مدنی کے سامنے بھی پڑھی اور تمام کتب کی عام اجازت ان سے حاصل کی اور شیخ ابوزاہد اسماعیل بن ادریس رومی ثم مدنی سے بھی اجازت ملی اور معارف باطنیہ (بیعت) اپنے والد مرحوم سے نقشبندی سلسلے میں حاصل کئے اور انکی طرف سے خلیفۂ مجاز بھی بنے اور فیض و سلوک پہنچانے میں اپنے والد کے جانشین ٹھہرے۔ سنن ابن ماجہ پر "انجاح الحاجۃ" کے نام سے تعلیق ذیل جو لوگوں میں مروج ہے اور اپنے تمام اوقات پڑھانے اور سلوک کی منازل طے کرانے میں گذارتے تھے سنہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامۂ آزادی میں جب دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا تو بد دل ہو کر ایک جماعت کے ساتھ ہجرت فرما گئے پہلے مکہ معظمہ پہنچے اور بعدازاں مدینہ منورہ کی طرف کوچ فرمایا۔ جن اوراد و وظائف کے عادی ہو چکے تھے ان کے ہمیشہ پابند رہے یہاں تک کہ غرہ محرم سنہ ۱۲۹۶ھ (مطابق سنہ ۷۹-۱۸۷۸ء) کو وفات پائی۔"

نزہۃ الخواطر کے مصنف نے آپ کے حالات یہی کچھ لکھے ہیں لیکن آخری پیرے میں لکھتے لکھتے لکھتے ہیں:- ہم اس کا اردو میں اپنی طرف سے ترجمہ پیش کرتے ہیں:-

"علم، عمل، زہد، حلم، صداقت، امانت، عفت، صیانت، حسن نیت، اخلاص، رجوع الی اللہ، خوف الٰہی مراقبہ اور پابندی سنت، اللہ تعالیٰ سے دعا، حسن اخلاق، نفع خلائق، احسان، دنیا سے بے رغبتی اسباب دنیا سے بے پروائی ان کی ذات پر ختم تھی۔ دعا اور ان کے انفاس کی برکت اور صدق نیت سے علماء اور مشائخ کی جماعت کثیرہ نے فائدہ اٹھایا اور انکی بزرگی اور ولایت پر اہل ہند و عرب سب کا اتفاق ہے۔ آپ کی وفات بروز بدھ ۶ محرم سنہ ۱۲۹۶ھ (مطابق سنہ ۱۸۷۹ء) مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔" (نزہۃ الخواطر جلد ۷ صد ۲۸۹)

۳۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری

نزہۃ الخواطر کے مولف مولانا عبدالحی سابق مدیر ندوۃ العلما لکھنؤ اپنی کتاب میں مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری کے متعلق جو مولانا محمد یعقوب صاحب کے تیسرے استاد ہیں لکھتے ہیں۔ ان کی عربی عبارت کا ہم نے انوار قاسمی جلد اول میں ترجمہ کیا ہے، وہیں سے نوٹ کرتے ہیں۔

"شیخ عالم فقیہ، محدث احمد علی بن لطف اللہ حنفی ماتریدی سہارنپوری حنفیہ کے بڑے فقہاء میں سے

ایک سہارنپور (یو پی) میں پیدا ہوئے اور پرورش پائی۔ اپنے شہر کے اساتذہ سے کچھ تعلیم پائی پھر دہلی کا سفر کیا اور شیخ مملوک علی نانوتوی سے تعلیم حاصل کی اور شیخ وجیہ الدین سہارنپوری سے سند حدیث لی اور شیخ وجیہ الدین نے شیخ عبدالحی بن ہبۃ اللہ البریانوی سے اور انہوں نے شیخ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ دہلوی سے۔ پھر مولانا احمد علی نے مکہ مکرمہ کا سفر کیا اور حج سے مشرف ہوئے اور صحاح ستہ شاہ محمد بن اسحاق بن محمد افضل دہلوی مہاجر مکی شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ کے نواسے سے پڑھا اور ان سے حدیث کی اجازت لی۔ اور پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ پھر ہندوستان کو واپس ہوئے اور پڑھانے نیز تجارت سے کسب معاش میں مشغول ہوئے، عالم، صادق، امین اور حدیث میں پوری بصیرت رکھتے تھے۔ اپنی عمر صحاح ستہ بالخصوص بخاری شریف پڑھانے اور تصحیح کرنے میں صرف کر دی۔ دس سال صحیح بخاری کی تصحیح میں لگا کر اس پر مفصل حاشیہ لکھا۔ فالج میں مبتلا ہو کر ۶ رجمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ کو سہارنپور میں انتقال فرمایا (نزہۃ الخواطر ص۴۳ مطبوعہ مطبع مجلس دائرہ المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۹۵۹ء)

مولانا محمد زکریا صاحب نے اوجز المسالک شرح موطا امام مالک کے مقدمے میں مولانا احمد علی صاحب کا جو تذکرہ لکھا ہے اس کی عربی عبارت میں سے بعض مزید باتیں اردو میں بطور خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں:۔

> "مولانا احمد علی بن شیخ لطف اللہ مشہور بنام پیر تھو بن شیخ محمد جمیل معروف بنام شیخ جوہراین بن شیخ محمد خلیل بن شیخ احمد بن شیخ محمد بن شیخ بدرالدین بن شیخ صدرالدین بن شیخ الاسلام ابوسعید انصاری حافظ قرآن و حدیث، بچپن علم سے بے پروائی میں گذرا۔ لڑکپن کا ایک عرصہ ضائع کر کے میرٹھ بھاگ گئے وہاں قرآن کریم حفظ کیا، اس وقت ان کی عمر ۱۸ (اٹھارہ) سال تھی۔ حفظ قرآن کے بعد سہارنپور آئے اور مولانا سعادت علی فقیہ شہر سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں پھر تمام کتابیں دہلی میں بالخصوص مولانا مملوک علی اور مولانا وصی الدین (بلکہ مولانا وجیہ الدین) سہارنپوری سے پڑھیں اور حدیث کی کتابیں شاہ محمد اسحاق سے شہر مکہ میں پڑھیں۔ عرصے تک پڑھانے میں مشغول رہے بعد ازاں دہلی اپنا مطبع احمدی قائم کیا۔ حدیث کی کتابیں چھاپیں۔ بخاری کا حاشیہ لکھا لیکن آخر کے پانچ پاروں کا حاشیہ مولانا محمد قاسمؒ سے لکھوایا۔ کئی بے نظیر رسالے لکھے جن میں سے ایک "الدلیل القوی علی ترک المقتدی" ہے۔ ہنگامۂ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد سہارنپور آ گئے اور ۱۸۶۷ء کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور میں درس حدیث دینے میں مشغول ہو گئے۔ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ (بروز ہفتہ مطابق ۱۷ر اپریل ۱۸۸۰ء) کو انتقال فرمایا۔ تقریباً بہتر سال کی عمر ہوئی (اوجز المسالک ص۴۵ م) (بہتر سال کی عمر سے تقریباً ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۰۸ء کی پیدائش معلوم ہوتی ہے)

یہ ہیں حالات حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اعلیٰ اساتذہ کے جنکو مختصر طور پر ہم نے

نزہۃ الخواطر اور اوجز المسالک سے پیش کیا ہے۔ رہے اساتذہ میں مولانا محمد قاسم صاحب تو وہ ان اساتذہ میں سے ہیں جن سے عہد طلب علم کے بعد مختلف اوقات میں بخاری و مسلم پڑھی۔ ان کے حالات پر ہم نے انوار قاسمی کے نام سے مستقل کتاب لکھی ہے اب ہم پھر مولانا مملوک علی کے حالات کے بعد مولانا محمد یعقوب کے حالات کی طرف آتے ہیں

عائلی زندگی

شادی و خانہ آبادی

پہلی شادی مسماۃ عمدۃ النساء سے
شعبان سنہ ۱۲۶۶ھ

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی تین شادیاں ہوئیں ہمارے دوست پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری نے اپنی کتاب "مولانا محمد احسن" میں دو شادیوں کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"مولانا محمد یعقوبؒ نانوتوی نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی عمدۃ النساء بنت شیخ کرامت حسین دیوبندی سے .... مولانا کی دوسری شادی مسماۃ اکرامن ساکن انبیہٹہ سے ہوئی" (ص ۱۹۷-۱۹۸)

اس سلسلے میں ہم آپ کو بیاض یعقوبی کے حسب ذیل حقائق کی طرف لئے چلتے ہیں جو مولانا محمد یعقوب کے دست مبارک نے یادداشت کے طور پر درج فرمائے ہیں لکھتے ہیں:-

" واقعہ سنہ ۱۲۹۲ ہجری شب چہار دہم رمضان المبارک روز جمعہ بوقت نواخت دہ گھنٹہ شب انتقال زوجۂ محمد یعقوب عمدۃ النسا اسم بامسمیٰ بنت شیخ کرامت حسین مرحوم والدہ معین الدین و قطب الدین و علاء الدین و جلال الدین و فاطمہ و خدیجہ گردید۔ برائے یادداشت نوشتہ شد و بروز جمعہ دفن شد۔

چو ذات الصدع گفتم بے سر دل
ازیں تاریخ ایں ماتم ہویدا
۱۲۹۶-۴ = ۱۲۹۲ھ
و نکاح او در شعبان سنہ ۱۲۶۶ھ شدہ بود

رمضان المبارک سنہ ۱۲۹۲ھ کی چودہ تاریخ کو جمعہ کی رات میں دس بجے مسماۃ عمدۃ النساء اسم بامسمیٰ زوجہ (مولانا) محمد یعقوب بنت شیخ کرامت حسین مرحوم (دیوبندی) والدہ معین الدین، قطب الدین، علاء الدین، جلال الدین، فاطمہ، خدیجہ کا انتقال ہوگیا۔ یادداشت کے طور پر یہ تحریر لکھی گئی۔ جمعہ کے روز دفن ہوئیں (تاریخ وفات)

چو ذات الصدع گفتم بے سر دل
ازیں تاریخ ایں ماتم ہویدا
۱۲۹۲ھ
اس کا نکاح شعبان سنہ ۱۲۶۶ھ میں پانچسو روپیہ

بمہر ضناہ، بست و شش بعد نکاح زندہ ماند وقت نکاح ہفدہ سالہ بود۔ در عمر چہل و سہ انتقال شد۔" (بیاض یعقوبی ص ۱۵۱)

مہر کے عوض ہوا تھا۔ چھبیس سال نکاح کے بعد زندہ رہیں۔ نکاح کے وقت سترہ سال کی عمر تھی تینتالیس سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ (بیاض یعقوبی ص ۱۵۱)

دوسری شادی مسماۃ اکرامن سے
یکم محرم سنہ ۱۲۹۳ھ

آپ کی دوسری شادی مسماۃ اکرامن سے ہوئی ان سے نکاح اور اولاد کے بارے میں مولانا محمد یعقوب صاحب حسب ذیل یادداشت بیاض یعقوبی میں تحریر فرما گئے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

یکم محرم سنہ ۱۲۹۳ھ روز شنبہ بوقت صبح نکاح محمد یعقوب باکرامن ساکنہ انبہٹہ کہ از زوج سابق منشی عبدالحق پسر مولوی محمد صابر دیوبندی بیوہ شدہ بود بہ مہر فاطمی (ایک سو پچاس ۱۵۰) در انبہٹہ منعقد گردید

ہاتف نے کہا زروئے بہبود
کیا خوب ہوا نکاح ثانی
۱۲۹۱ + ۲ = سنہ ۱۲۹۳ھ

دو دختر و یک پسر ازو تولد شدہ۔ دختر اولیں برکت نام دو سالہ شدہ انتقال کردہ و یک پسر ہمراہش انتقال کردہ فرید الدین نام و یک دختر ام سلمہ نام باقی گذاشتہ۔ (بیاض یعقوبی ص ۱۵۱-۱۵۲)

یکم محرم سنہ ۱۲۹۳ھ ہفتے کے دن صبح کے وقت محمد یعقوب کا نکاح اکرامن کے ساتھ جو انبہٹہ (ضلع سہارنپور) کی رہنے والی منشی عبدالحق پسر مولوی محمد صابر دیوبندی کی بیوہ تھیں، ایک سو پچاس مہر فاطمی کے عوض انبہٹہ میں ہوا۔

ہاتف نے کہا زروئے بہبود
کیا خوب ہوا نکاح ثانی
۱۲۹۳ھ

اس سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا پیدا ہوئے۔ سب سے پہلی لڑکی برکت نام کی دو سال ہوئے انتقال کر گئی اور اس کے ساتھ ایک لڑکا فرید الدین انتقال کر گیا۔ ایک لڑکی مسماۃ ام سلمہ چھوڑ گئی۔ (بیاض یعقوبی ص ۱۵۱-۱۵۲)

گویا دوسرا نکاح پہلی بیوی کی وفات سے چار ماہ اور کچھ دن بعد ہوا۔

اس نکاح سے ہمیں دو باتیں سبق آموز ملتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ نکاح یکم محرم کو منعقد کر کے اس بدعت کو توڑا گیا ہے جس میں ماہ محرم کے دنوں میں عوام شادی کو اچھا نہیں سمجھتے۔ دوسری بات جو نہایت اہم ہے وہ یہ ہے کہ شیخ زادوں اور بڑی قوم کے مسلمانوں میں عورت کے دوسرے نکاح کو اسی طرح مذموم اور قبیح سمجھا جاتا تھا جیسا کہ ہندوؤں میں۔ مولانا اور بیوہ کے ورثاء نے اس رسم کو بھی توڑ کر دکھا دیا۔ در اصل نکاح بیوگان تحریک اس زمانے میں حضرت مولانا مملوک علیؒ صاحب اور مولانا مظفر حسینؒ صاحب کاندھلوی سے شروع ہوئی اور بعد ازاں مولانا محمد قاسمؒ صاحب نے اس تحریک کو پروان چڑھایا اور خود مولانا محمد یعقوبؒ صاحب بھی مولانا محمد قاسمؒ صاحب کے ساتھ اس تحریک میں پیش پیش تھے۔

وفات زوجہ ثانیہ بی بی اکرامن

۱۴ ذوالحجہ سنہ ۱۳۰۱ھ

بی بی اکرامن مرحومہ زوجہ ثانیہ کے انتقال پُر ملال کے متعلق مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کی یادداشت جو انہوں نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمائی ہے حسب ذیل ہے :۔

چار دہم عید الضحیٰ سنہ ۱۳۰۱ھ زوجۂ ام بی اکرامن بہماں عارضہ اسہال و قئے انتقال کردہ و فرزندش فرید الدین نام ہماں شب انتقال نمود و بست روز اول از علاء الدین حافظ جلال الدین بستم ذیقعدہ انتقال کردہ بعارضہ اسہال خون بیچش۔ و ایں سال عام الحزن شدہ (بیاض یعقوبی ص ۱۵۲-۱۵۳)	۱۴ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۱ھ کو میری بیوی بی بی اکرامن کا اسی مرض ہیضہ میں انتقال ہوگیا اور اس کا لڑکا فرید الدین نام اسی رات میں انتقال کرگیا۔ اور علاء الدین سے بیس دن پہلے حافظ جلال الدین بیس ذیقعدہ (سنہ ۱۳۰۱ھ) کو پیچش کے خونی دستوں کے مرض میں وفات پاگیا۔ چنانچہ یہ سال حزن[1] کا سال ثابت ہؤا۔

تیسرا نکاح آمنہ بنت مولوی محمد احسن صاحب

سنہ ۱۳۰۱ھ

بی بی اکرامن صاحبہ مرحومہ کے انتقال کے بعد اسی سال سنہ ۱۳۰۱ھ میں مولانا محمد یعقوب صاحب کی تیسری شادی محترمہ آمنہ بنت مولوی محمد احسن صاحب سے ہوئی جن سے ایک لڑکا نظام الدین نامی پیدا ہؤا جو چھ ماہ کا ہو کر انتقال کر گیا۔ بیاض یعقوبی میں ایک یادداشت ان الفاظ میں ملتی ہے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب لکھتے ہیں :۔

و دریں سال سنہ ۱۳۰۱ھ نظام الدین نام شش ماہہ فرزندم از بطن دختر مولوی محمد احسن صاحب آمنہ نام انتقال کرد۔ (بیاض ص ۱۵۲)	اور اس سال سنہ ۱۳۰۱ھ میں نظام الدین نام کا میرا لڑکا مولوی محمد احسن کی لڑکی آمنہ کے پیٹ سے چھ ماہ کا انتقال کرگیا۔

ان تحریری دستاویزوں سے مولانا کی تین شادیاں ہونا یقین کے درجے میں آگئیں۔ خلاصہ آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ زوجۂ اول بی بی عمدۃ النساء کی اولاد

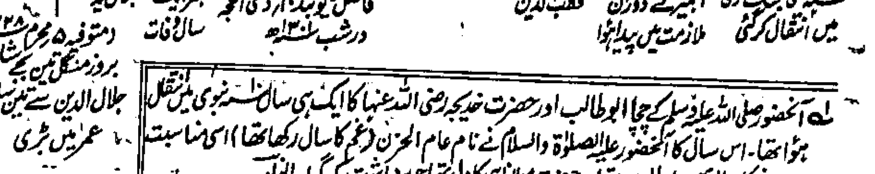
صدیقہؒ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انتقال کرگئی
معین الدینؒ اجمیر کے دوران ملازمت میں پیدا ہؤا
حافظ قطب الدینؒ
فرید الدینؒ
حافظ مولوی علاء الدینؒ فاضل دیوبند ۱ ذی الحجہ درشب سنہ ۱۳۰۱ھ
شمس الدینؒ بعمر ایک سال وفات
حافظ جلال الدینؒ
فاطمہؒ لاولد
خدیجہؒ (متوفیہ ۵ محرم سنہ ۱۳۲۸ھ بروز منگل تین بجے شام جلال الدین سے تین سال عمر میں بڑی

---

[1] آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ایک ہی سال سنہ ۱۰ نبوی میں انتقال ہؤا تھا۔ اس سال کا آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نام عام الحزن (غم کا سال رکھا تھا) اسی مناسبت سے مولانا کا سال بھی عام الحزن تھا۔ یہ حضرت مولانا ہی کا دل تھا جو برداشت کر گیا۔ انوار

۲۔ زوجۂ دوم بی بی اکرامن کی اولاد

برکت۱۱ فریدالدین۱۲ سلمہ۱۳

(زوجہ منیر احمد انبیہٹوی برادر مولوی انوار احمد
و مولوی صدیق احمد انبیہٹوی)

۳۔ زوجہ سوم بی بی آمنہ کی اولاد

نظام الدین۱۴
(متوفی سنہ ۱۳۰۱ھ بعمر چھ ماہ)

دیگر تفصیل اولاد بقلم مولانا ہم نے جہاں تک تحقیق کی حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کی اولاد کی شمار یہ ہے کہ ان کے آٹھ لڑکے اور پانچ لڑکیاں کل تیرہ بچے پیدا ہوئے جنکی تفصیل اوپر بیان کی گئی۔ ایک مکتوب مورخہ ۱۸ رجمادی الاولی سنہ ۱۲۸۸ھ میں مولانا نے اولاد کی تفصیل منشی محمد قاسم نیانگری مرید خاص کو اس طرح لکھی ہے:۔

> "احقر کے چار لڑکے ہیں ایک کا نام معین الدین جو اجمیر میں پیدا ہوا تھا اس کی عمر سولہ برس کی ہے قرآن کریم حفظ کرلیا ہے اب جناب مولوی محمد مظہر صاحب (صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی خدمت میں عربی پڑھتا ہے اس سے برس دن چھوٹا قطب الدین نام ہے۔ اس نے قرآن شریف ختم کرلیا۔ اگلے سال انشاء اللہ کچھ اور پڑھنا شروع کرے گا اس سے چار برس چھوٹا علاء الدین نام ہے وہ قرآن شریف حفظ کرتا ہے سات سیپارے اس نے حفظ کئے ہیں اور ایک چھوٹا لڑکا تیسرے برس میں ہے اس کا نام جلال الدین ہے اور ایک لڑکا علاء الدین سے بڑا قطب الدین سے چھوٹا فریدالدین نام دو سال ہوئے کہ تالاب میں ڈوب کر مرگیا اور ایک شمس الدین نام جلال الدین سے بڑا قریب برس دن کا مرگیا اور ایک لڑکی صدیقہ نام جو معین الدین سے بڑی تھی غدر کے دنوں میں مرگئی تھی۔ اب ایک لڑکی فاطمہ نام جلال الدین سے تین برس بڑی ہے۔ یہ ہے اولاد احقر۔۔۔
> (مکتوبات یعقوبی ص۵۸ مکتوب ۱۹)۔

واضح رہے کہ یہ مکتوب جس میں اولاد کی یہ تفصیل ہے۔ ۱۸ رجمادی الاولی سنہ ۱۲۸۸ھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ سب بچے بی بی عمدۃ النساء سے پیدا ہوئے تھے جن کا انتقال سنہ ۱۲۹۲ھ میں ہوا ہے۔ اس تفصیل سے پہلی اولاد کی باہمی چھوٹائی اور بڑائی کی حقیقت معلوم ہوئی۔

حضرت مولانا کو سنہ ۱۳۰۱ھ میں جو اولاد اور بیوی کی وفات کے یکے بعد دیگرے اور جانکاہ صدمات پہنچے وہ اولیا کی آزمائش کی ایک خاص کڑیاں ہیں اور ان کے صبر کا جو مظاہرہ ان صدمات میں ہوا وہ

ان کے قربِ خداوندی کا زبردست شاہکار ہے۔ ذیقعدہ و ذی الحجہ میں زوجہ اکرامن، مولوی علاء الدین حافظ جلال الدین، فرید الدین گھر کے چار افراد سامنے سے اُٹھ گئے اور اس سے پہلے کئی بچے آنکھوں کے سامنے وفات پا گئے مختصر یہ ہے کہ دو تین بچوں فاطمہ اور معین الدین وغیرہما کے سوا تمام کے تمام کو اپنے ہاتھوں سے دفنایا۔ ان ہی کا دل و جگر تھا کوئی اور ہوتا تو صدمے سے مرجاتا۔ بالخصوص صاحبزادہ مولوی حافظ محمد علاؤ الدین کی موت کا حال پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ان کی وفات کے متعلق جو یادداشت بیاض یعقوبی میں درج ہے وہ یہ ہے:۔

"شب عید الضحی ۱۳۰۱ھ بوقت نواخت یازدہ فرزندم مولوی حافظ محمد علاء الدین بعارضہ ہیضہ و اسہال و قے بعد شدت مرض تا دہ روز انتقال نمود اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ تولد او در نانوتہ بماہ صفر ۱۲۷۸ھ شدہ۔ درین عمر بیست و چہار سال حفظ قرآن نمود و کتب درسیہ تمام کردہ از مدرسہ دیوبند برسم دستار بندی کہ علامت فضل وکمال بود معزز شدہ درہمیں سال در دیوبند بریاض رضواں و در تکیہ شیخ لطف اللہ بجانب شرق بر چبوترہ زیریں مدفون شد

ص ۱۵۲
(بیاض یعقوبی)

بقرعید کی رات کو ۱۳۰۱ھ میں گیارہ بجے میرا لڑکا مولوی حافظ محمد علاء الدین دست اور قے کے مرض ہیضہ میں دس روز کے مرض کی سختی کے بعد انتقال کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسکی پیدائش نانوتے میں ماہ صفر ۱۲۷۸ھ کو ہوئی اس چوبیس سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور درسی کتابیں پوری کرکے دیوبند کے مدرسے سے دستارِ فضیلت کی رسم سے جو کہ فضل و کمال کی علامت ہے معزز ہوا۔ اسی سال دیوبند میں ریاض رضواں میں شیخ لطف اللہ کے قبرستان میں نیچے کے چبوترے پر مشرق کی جانب دفن کیا گیا۔

مولوی حافظ علاء الدین صاحب چوبیس سال کے جواں عمر دیوبند کے فاضل بیٹے کا جنازہ جب مولانا محمد یعقوب صاحب کے ہاتھوں اٹھا ہو گا تو ان کا کیا حال ہوا ہو گا۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ یعقوب کا یہ یوسف ایسا گم ہوا کہ پھر قیامت تک نہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی بے نیاز ہے اس کی حکمتوں کو وہی جانے۔ کسی نے ایسے ہی وقت کے لئے کہا تھا ؎

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّہَا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

(ترجمہ) مجھ پر اتنے مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے ہیں کہ اگر وہ مصائب دنوں پر ٹوٹتے تو دن راتوں سے بدل جاتے۔

اور فارسی کے مشہور شاعر انوری کا یہ شعر بھی مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کی ترجمانی کے لئے خوب خوب ہے ؎

ہر بلائے کز آسمان آید
خانۂ انوری ہمی جو یذ

جس کا ترجمہ ایک اُردو شاعر نے کیا ہے ؎

چھوٹتی ہیں جو فلک سے تو یہیں آتی ہیں
تاک رکھا ہے بلاؤں نے ہمارے گھر کو

مولانا محمد یعقوب کا صبر و استقلال

میرے نزدیک حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کا صبر و استقلال انکے مقام ولایت کا نشان کمال ہے۔ قرآن کریم کی حسب ذیل آیت ان پر کس قدر چسپاں نظر آتی ہے :۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ٥	اے ایمان والو صبر اور نماز کے ذریعے مدد حاصل کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

اور یہ آیات

وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ٥ اُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔	اور ان لوگوں کو خوشخبری پہنچا دیجئے کہ جب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف واپس جانے والے ہیں۔ وہی لوگ ہیں کہ ان پر اللہ کی طرف سے رحمتیں ہیں اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

غرض یہ ہے کہ یعقوب پر بہت سے مصائب گذرے اور وہ صبر کی چٹان بن کر کھڑا رہا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ بانی دارالعلوم دیوبند کی وفات پر اپنے دل کی حالت بیان کرتے ہوئے سالک و مجذوب اپنے مرید خاص منشی محمد قاسم صاحب کو لکھتے ہیں :۔

"اور میرا حال کیا پوچھتے ہو یہ صدمۂ جانکاہ ایک جہان پر ہے میں تو سخت دل سخت جان آدمی ہوں کسی کے مرنے کا رنج بہت نہیں ہوتا مگر اتنا غم کسی کا نہیں ہوا۔ خلاصہ یہ کہ اب زندگی تلخ ہوگئی"۔ (مکتوب یعقوبی ص۱۰۶ مکتوب ۱۵)

انوار مجھے تو ان کی زندگی کے حالات میں انکی علمی، روحانی اور عملی زندگی کے سوا ان کی زندگی کے یہ آلام زینت سوانح نظر آتے ہیں اور دل چاہتا ہے کہ اس المیہ کو ذرا اور طول دوں۔ پہلی اہلیہ کی وفات کی مزید تفصیل بھی سن لیجئے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی پہلی شادی شیخ کرامت حسین دیوبندی کی بیٹی عمدۃ النسا سے ہوئی

تھی۔ شیخ صاحب دیوبند کے بڑے رئیسوں میں سے تھے۔ مشہور ہے کہ جب کوئی باہر کی برات ان کے مکان، مکان نہیں بلکہ محل اور دیوان کے سامنے سے گذرتی تو اس کی مہمانی کیا کرتے تھے۔ ایسے گھرانے میں مولانا کی شادی ہوئی تھی اور انہی شیخ کرامت حسین کی دوسری لڑکی اُمّ رحم سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کا نکاح ہوا تھا یہ دونوں حضرات ہم زلف تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسے بڑے گھرانے کی لڑکی اور وہ بھی بقول مولانا اسم بامسمّیٰ اس کی وفات پر مولانا کو جتنا غم ہوتا کم ہے۔ اس کی بیماری اور وفات کے پورے حالات مولانا نے اپنے مرید منشی محمد قاسم نیانگری کو ایک مکتوب میں اس طرح لکھے ہیں:۔

> "تم نے حال مرض اس مرحومہ کا پوچھا تھا۔ اول رجب میں کچھ خفیف بخار تھا۔ کچھ علاج کیا کچھ نہ کیا تخفیف ہوگئی تھی اخیر رجب میں بخار کی شدت اور یرقان ہُوا اور کچھ صورت ورم معدہ کی بھی تھی۔ اول شعبان بندہ علاج کی غرض سے نانوتہ گیا۔ مرض کی شدت تھی علاج کرتا رہا۔ کچھ تخفیف ہوتی تھی پھر مرض عود کر آتا تھا اور تبسبب حمل کے کوئی تدبیر کافی نہیں ہوسکتی تھی۔ دسویں (شعبان) کو بسبب امتحان کے بندہ دیوبند پہنچا۔ بعد میرے بھائی نہال احمد[1] صاحب کے گھر کی مستورات بنظر عیادت نانوتہ گئیں۔ وہاں انکی صلاح یہ ہوئی کہ اسکو ساتھ دیوبند لے آئیں۔ یہاں علاج ہوتا رہا۔ ورم جگر اور ہاتھ پاؤں پر ورم تمام ہوگیا۔ آخر شعبان میں مسہل دیئے۔ کچھ تخفیف ہوئی۔ ارادہ وطن کا تھا (کیونکہ تعطیل سالانہ کے لئے دارالعلوم بند ہوچکا تھا) مگر ضعف کے سبب قصد نہ ہوسکا۔ رمضان شروع ہوگیا۔ تکالیف مرض کی کبھی کم کبھی زیادہ ہوتی تھیں۔ بارھویں رمضان کو آٹھ مہینے کا اسقاط ہُوا۔ ایک لڑکی پیدا ہوئی چھ پہر زندہ رہ کر مرگئی۔ اسی شب کو اس کی بھی علامات ردی پیدا ہوئیں۔ (تیرھویں (رمضان) کو تمام روز بے چینی اور سوء تنفس میں کٹا۔ چودھویں کی رات شام سے نبض ساقط ہوگئی۔ بعد نماز عشا دس بجے قریب گیارہ بجے کے انتقال کیا۔ صبح کو یہیں دیوبند میں دفن کیا۔ اس کے تیسرے روز بندہ سب بچوں کو لے کر نانوتہ گیا ...... اور دیوبند میں قدیم سے ہماری رشتہ داری ہے۔ میری شادی میرے والد کے خالہ زاد بھائی کے ہاں ہوئی تھی۔ والدہ معین الدین کو اپنے باپ کے گھر سے بہت علاقہ تھا اسی کا یہ اثر تھا کہ یہیں انتقال کیا اور ماں باپ کے پاس دفن ہوئی۔" (مکتوبات یعقوبی ص ۹۴ مکتوب ۴۳)

یہ ہے سالک و مجذوب مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زوجۂ اول کی بیماری اور وفات کا نقشہ آٹھ ماہ میں پیدا ہونے والی بچی بھی چند گھنٹوں کی مہمان بن کر آئی اور والدہ کو بھی ساتھ لے گئی۔

حکیم امیر احمد صاحب عشرتی لکھتے ہیں:۔

"آپ کے صاحبزادوں میں سے اس وقت اخی المعظم جناب حکیم معین الدین صاحب حیات ہیں ان کو فن طب میں کامل

---

[1] نہال احمد صاحب شیخ کرامت حسین صاحب کے لڑکے معلوم ہوتے ہیں جو مولانا کے نسبتی بھائی ہیں۔ انوار

دستگاہ ہے۔ اطراف وجوانب میں انکی طبابت کی شہرت ہے۔" (مقدمہ مکتوبات یعقوبی ص۵)

جس وقت امیر احمد صاحب عشرتی نے مقدمہ تحریر کیا ہے جسکی یہ عبارت ہے اس وقت حکیم معین الدین کے سوا اور کوئی لڑکا یا لڑکی مولانا کی باقی نہ تھی۔ فاطمہ نام کی لڑکی بھی انتقال کر چکی تھی۔ جسکی وفات کے متعلق غالبًا امیر احمد صاحب عشرتی نے بیاض یعقوبی میں ایک یادداشت لکھی ہے جو یہ ہے:۔

"روز منگل ۵ محرم ۱۳۲۸ھ صلی اللہ علیہ وسلم، بوقت سہ پہر تین بجے عزیزہ فاطمہ کا انتقال ہوا۔ بعد مغرب ساڑھے چھ بجے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قبرستان متصل قبر تایا مولوی محمد احسن صاحب مرحوم میں دفن ہوئی۔ چار ماہ متصل بامراض مختلفہ مریض رہی۔ اولاد کچھ نہیں چھوڑی۔" (بیاض ص ۱۵۳)

یہ تو اپنی اولاد اور بیویوں کی وفات کا غم ان کے نصیب میں تھا لیکن اپنے بیٹے حکیم معین الدین کی زوجہ اور اولاد کی وفات کا حال بھی سنئے جو مولانا کے سامنے ہی دنیا سے رخصت ہوئے۔ بیاض یعقوبی میں کسی اور کے ہاتھ کا لکھا ہوا نوٹ نظروں کے سامنے ہے جو یہ ہے:۔

"زوجہ معین الدین عائشہ نام بنت مولوی محمد منیر[1] صاحب ۳ صفر ۱۳۰۲ھ و پسر محمد یامین نام بعمر سہ سال و محمد زبیر بعمر ۱۰ (دس) ماہ انتقال کردہ شد۔" (بیاض صفحہ ۱۵۳)

لیجئے غم دل میں بیٹے کی بیوی عائشہ اور دو پوتوں کی وفات نے بھی اضافہ کا سامان کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا ان آلام کو دیکھنے اور سہنے کے لئے ہی پیدا کئے گئے تھے۔ ہم بھی ان الفاظ پر غم کا یہ باب ختم کرتے ہیں۔ ؎

صبح کو طائران خوش الحان پڑھتے ہیں کل من علیہا فان
موت سے کس کو رستگاری ہے آج وہ، کل ہماری باری ہے

---

[1] مولانا محمد منیر صاحب، مولانا محمد مظہر صاحب اور مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی کے چھوٹے بھائی ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے دو ڈھائی سال مہتمم رہے ہیں۔ مصنف

کسب معاش و ملازمت

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے دہلی کالج میں جو کہ سرکاری کالج تھا تعلیم حاصل کی تھی اور اس میں داخل رہتے ہوئے بھی اپنے والد محترم اور شاہ عبدالغنی صاحب اور مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے خارج میں تفسیر[1] ، حدیث[2] ، فقہ[3] ، علم کلام[4] ، اصول حدیث[5] ، اصول تفسیر[6] ، اصول فقہ[7] ، صرف[8] و نحو[9] منطق[10] ، فلسفہ[11] ، علم المعانی والبیان[12] ، ہیئت[13] ، ادب[14] ، تاریخ ، حساب ، علم الفرائض وغیرہا علوم پڑھتے تھے۔ لیکن سرکاری ملازمت کے حصول کا ذریعہ کسی سرکاری کالج کو سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے دہلی کالج میں مولانا کی تعلیم کا نتیجہ بآسانی کسی سرکاری ملازمت کے حصول کا ذریعہ بن سکتا تھا۔

ہم نے دہلی کالج کے مفصل حالات انوار قاسمی میں اور مختصراً اس کتاب میں بھی بیان کئے ہیں جو کبھی کی چھپ کر شائع ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

مولانا محمد یعقوب صاحب نے سنہ ۱۲۶۱ھ سے ۱۲۶۷ھ تک اپنی تعلیم مکمل کر لی تھی۔ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ اسی مذکورہ سال ۱۲۶۷ھ ، ۱۸۵۱ء میں آپ کے والد محترم و مرحوم مولانا مملوک علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ ان کی وفات کے ایک سال بعد تک مولانا اپنے مکان میں جو کوچہ چیلاں میں تھا مقیم رہے۔ خود سوانح قاسمی میں تحریر فرماتے ہیں۔

> ”بعد انتقال مولانا والد مرحوم (مولانا مملوک علی صاحب) کے احقر اپنے مکان مملوک میں جو چیلوں کے کوچے میں تھا جا رہا۔ مولوی (محمد قاسم) صاحب بھی میرے پاس آ رہے۔ کوٹھے پر ایک جھلنگا پڑا ہوا تھا اس پر پڑے رہتے تھے۔ میرے پاس آدمی روٹی پکانے والا نوکر تھا اس کو یہ کہہ رکھا تھا کہ جب مولوی صاحب کھانا کھا دیں۔ سالن دے دیا کرو مگر بدقت کبھی اس کے اصرار پر لے لیتے تھے ورنہ وہی روکھا سوکھا ٹکڑا چبا کر پڑے رہتے تھے۔ ایک سال کے قریب (بعد انتقال والد مرحوم) احقر دہلی رہا“ (سوانح قاسمی ص۳)

گورنمنٹ کالج اجمیر کی ملازمت

سنہ ۱۲۶۸ھ مطابق سنہ ۱۸۵۲ء ہجری

منشی امیر احمد عشرتی مکتوبات یعقوبی کے مقدمے میں اجمیر کی ملازمت کے بارے میں لکھتے ہیں:-

> ”اور بعد فارغ التحصیل ہونے کے اولاً آپ اجمیر شریف میں تیس روپیہ کے ملازم ہو کر تشریف لے گئے اس وقت آپ بہت کم سن (اٹھارہ سال کے) تھے۔ پرنسپل اجمیر نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ حقیقتاً مولوی تو بہت

اچھا ہے مگر نو عمر کم سن ہے“ (مکتوبات یعقوبی ص۵)

کسی عالم کو ”مولوی“ کہنے کا تہتک آمیز لفظ انگریز کے زمانے ہی سے شروع ہوا ہے۔ اجمیر کے پرنسپل کا یہ کہنا کہ ”حقیقتاً مولوی بہت اچھا ہے“ مولویت کی توہین ہے۔ خوب کیا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے کہ کسی کالج کی طرف رخ تو کیا کرتے کبھی سرکاری ملازمت کا تصور بھی دل میں نہ لائے۔ اس لفظ کی پنجاب میں بھی بری طرح مٹی پلید ہے۔ ہر ڈاڑھی والے کو میاں مولوی کہا جاتا ہے خواہ وہ یکہ بان ہو خواہ موچی اور دھوبی اور ہر افسر اپنے ڈاڑھی والے چپڑاسی کو مولوی کہہ کر پکارتا ہے۔ حالانکہ یہ لفظ مولانا محمد یعقوب صاحب کے زمانے میں ”مولوی صاحب“ کے الفاظ میں بہت ممتاز سمجھا جاتا تھا۔

الحاصل مولانا محمد یعقوب صاحب اٹھارہ سال کی کم عمری میں اجمیر کے کالج میں تیس روپیہ کے ملازم ہو کر تشریف لے گئے۔ اس زمانہ کے تیس روپیہ ماہوار کا ملازم نہایت ممتاز اور مؤقر سمجھا جاتا تھا۔ یوں سمجھئے کہ اس زمانے کے تیس آج کے تین سو کے برابر تھے

پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:-

> ”مولانا مملوک علی کا انتقال ہو گیا تو تقریباً ایک سال تک مولانا محمد یعقوب صاحب اپنے مکان واقع کوچہ چیلاں (دہلی) میں رہے اس کے بعد چالیس روپیہ ماہوار مشاہرے پر ملازم ہو کر وہ گورنمنٹ کالج اجمیر چلے گئے اور پانچ سال تک وہاں رہے اس کے بعد سہارنپور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے پر ان کا تقرر ہوا۔ اسی زمانے میں انقلاب ۱۸۵۷ء کا واقعہ ہائلہ پیش آیا (مولانا محمد حسن ص۱۸۹)

امیر احمد صاحب عشرتی اور پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری کی تحریروں سے ان کا اجمیر میں ملازمت پر تقرر تو معلوم ہوا مگر تنخواہ میں دونوں کے بیانات میں اختلاف ہے مولانا کا اجمیر کے مدرسے میں کس عہدے پر تقرر ہوا اس کے متعلق منشی محمد قاسم صاحب نیانگری مکتوبات یعقوبی کے مقدمے میں لکھتے ہیں۔

> ”بندۂ آثم محمد قاسم . . . بسکنہ نیانگر ضلع اجمیر شریف التماس کرتا ہے کہ اس عاجز کے زمانہ طفولیت میں جناب فیض مآب مولانا، مرشدنا مولوی حاجی حافظ محمد یعقوب صاحب صدیقی ساکن نانوتہ ضلع سہارنپور دام برکاتہم وکرامتہم خلف الرشید حضرت استاد العلما مولانا مولوی مملوک علی صاحب مرحوم مدرس اعلیٰ مدرسۂ دہلی۔ کہ اجمیر شریف کے مدرسے میں مدرس اول تھے اور میرے بہنوئی میاں غلام حسین صاحب مرحوم کے اور جناب مولانا محمد یعقوب صاحب ممدوح کے باہم نہایت درجہ ارتباط تھا (دیباچہ مکتوبات یعقوبی ص۱۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اجمیر کے کالج میں مدرس اول تھے یہ مدرس اول ایسے ہی تھے جیسے دہلی کالج میں علوم عربیہ کے مدرس اول مولانا مملوک علی تھے اور انگریز کالج کا پرنسپل تھا۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ مولانا علوم شرقیہ کے ہیڈ

آف دی ڈیپارٹمنٹ تھے اس طرح بات صاف اور واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے۔

ڈپٹی کلکٹری کے عہدے کی سفارش

مولانا اجمیر کے کالج میں پڑھاتے رہے۔ اپنے فرائض منصبی نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے تاآنکہ انگریز پرنسپل ان کی لیاقت، فراست اور فضیلت کا تہ دل سے قائل ہو گیا اور اس نے مولانا کے لئے ڈپٹی کلکٹری کے عہدے کی سفارش کی یو پی میں کلکٹر کمشنر کے تحت ضلع کا انچارج ہوتا ہے۔ پنجاب میں اس کو ڈپٹی کمشنر کہا جاتا ہے لہذا ڈپٹی کلکٹر کا عہدہ وہی ہوا جو پنجاب میں اے ڈی۔ سی کا ہوتا ہے۔ یعنی اسسٹنٹ ڈپٹی کمشنر کا۔ پرنسپل نے مولانا کو اس سفارش کی اطلاع بالکل نہیں دی

عشرتی صاحب دیباچے میں لکھتے ہیں:۔

> "آپ کی ذکاوت و ذہانت و فہم و فراست کے تجربہ کر لینے کے بعد بلا اطلاع آپ کے پرنسپل اجمیر نے گورنمنٹ میں سفارش کر کے آپ کے لئے ڈپٹی کلکٹری کا عہدہ منظور کرایا۔ بعد منظوری جب آپ کو اس عہدے پر مامور ہونے کی اطلاع کی تو آپ نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا" (دیباچہ ص۵)

یہ امر قابل غور ہے کہ اتنے بڑے عہدے کو یوں ٹھکرا دینا کتنا بڑا جوانمردی، قناعت اور استغنا کا کام تھا۔ دراصل مولانا محکمہ تعلیم سے جدا ہونا پسند نہ فرماتے تھے اور اتنے بڑے ذمہ داری کے کام کو اپنی گردن پر رکھنا مناسب نہ سمجھتے تھے۔ آج کی دنیا میں ترقی کے لئے افسروں کی خوشامد، خدمت، رشوت اور کیا کچھ کرتے ہیں ماتحت کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے لیکن مولانا نے خواہش تو کیا اس عہدۂ جلیلہ کے بالا بالا منظور ہو جانے کو بھی پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

انگریز پرنسپل کی مولانا کے متعلق یہ سفارش بتاتی ہے کہ انگریز کی نظر میں معیار ترقی لیاقت و شرافت تھا۔

اجمیر سے بنارس کو تبادلہ

پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری نے اپنی کتاب "مولانا محمد احسن" میں لکھا ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب پانچ سال اجمیر رہے اور پھر ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے پر اجمیر سے ان کا تبادلہ سہارنپور کو ہو گیا۔ بنارس کا ان کی عبارت میں کوئی تذکرہ نہیں۔ غالباً مولانا محمد یعقوب صاحب نے سوانح قاسمی میں جو یہ لکھا ہے کہ پانچ برس تک پھر ملاقات مولوی (محمد قاسم صاحب) سے نہیں ہوئی جب احقر اجمیر گیا۔ مولوی (محمد قاسم) صاحب اسی رکوچیہ چیلان کے مکان میں رہتے تھے اس پانچ برس کے لفظ نے شبہ میں ڈال دیا ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب پانچ سال اجمیر رہے۔ لیکن حکیم امیر احمد عشرتی مکتوبات یعقوبی کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:۔

> "جب آپ کو کلکٹری کے عہدے پر مامور ہونے کی اطلاع کی تو آپ نے اس کو قبول کرنے سے انکار

کر دیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ سو روپیہ ماہوار پر بنارس بھیجے گئے (دیباچہ مکتوبات ص۵)

حکیم صاحب کی یہ عبارت بنارس کے تبادلے کی واضح تاریخی دستاویز ہے جس میں شک کی بظاہر کوئی گنجائش نہیں لیکن یہ پتہ کچھ نہ چل سکا کہ کتنے سال کے بعد اجمیر سے بنارس کو تبادلہ ہوا۔ اجمیر میں بقول قادری پانچ سال قیام کے دوران میں تیس یا چالیس روپیہ سے سالانہ ترقی ہوکر تنخواہ میں یقیناً اضافہ ہوا اور یوں بنارس کے تبادلے پر آپ کی تنخواہ سو روپیہ تک پہنچی۔ بنارس کے تبادلے کی طرف مولانا نے سوانح قاسمی میں بھی اشارہ فرمایا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں :۔

> "جب احقر بنارس سے وطن کی طرف پہنچا۔ اتفاق نانوتہ جانے کا نہ ہوا، دیوبند میں اہل و عیال چھوڑ کر رڑکی چلا گیا وہاں کام نوکری کا کرنے لگا" (سوانح قاسمی ص۱۷)

بنارس سے رڑکی کو تبادلہ ۱۸۵۷ء

بنارس میں ملازمت پر تقرر اور اس کے بعد رڑکی کا تبادلہ بھی ساتھ ساتھ معلوم ہوا یہ دونوں تبادلے خود مولانا کی عبارتی دستاویزیں ہیں۔ حکیم امیر احمد عشرتی صاحب نے بھی بنارس سے سہارنپور کے تبادلے کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں :۔

> "کچھ عرصہ بعد (اجمیر سے) آپ سو روپیہ ماہوار پر بنارس بھیجے گئے، وہاں سے پھر ڈیڑھ سو روپیہ کی تنخواہ پر ڈپٹی انسپکٹری پر سہارنپور تشریف لائے پھر کچھ عرصہ بعد غدر ۱۸۵۷ء کا واقعہ پیش آیا (دیباچہ مکتوبات یعقوبی ص۵)

تنقید و تجزیہ

بات وہی اصل ہے جو مولانا نے فرمائی ہے کہ احقر بنارس سے دیوبند پہنچا۔ سواریوں کو وہاں سسرال میں چھوڑ کر رڑکی پہنچا اور وہاں نوکری کا کام کرنے لگا عشرتی صاحب رڑکی کو بھول گئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اجمیر کالج سے بنارس کالج۔ بنارس کالج سے رڑکی اور رڑکی کالج سے سہارنپور ضلع کے مدارس کی ڈپٹی انسپکڑی کے عہدے پہ مامور ہوکر سہارنپور مقیم رہے کہ ہنگامۂ آزادی بپا ہوا اور سہارنپور سے آپ کو مولانا محمد قاسم صاحب نانوتہ لے آئے۔ مولانا سوانح قاسمی میں جہاد حریت (غدر کے نام سے مشہور) کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "اسی عرصہ میں غدر ہوگیا۔ بعد رمضان (مولانا محمد قاسم صاحب) احقر کو سہارنپور لینے کو تشریف لائے۔ چند آدمی اور وطن دار ساتھ تھے اس وقت راہ چلنا بدون ہتھیار اور سامان کے دشوار تھا۔ جب احقر وطن (نانوتہ) پہنچا چند ہنگامے مفسدین کے پیش آئے۔ جس میں مولانا (محمد قاسم) کی کمال جرأت و ہمت ظاہر ہوئی
>
> (سوانح قاسمی از مولانا محمد یعقوب ص۱۹)

جہاد حریت ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء کے بعد نانوتے میں قیام

۱۸۵۷ء مطابق رمضان

۱۲۷۳ھ کے بعد مولانا محمد یعقوب صاحب شوال ۱۲۷۳ھ سے نانوتے میں مقیم ہو گئے ہیں جیسا کہ گزشتہ سطور بالا میں گزرا صاف ظاہر ہے کہ شوال ۱۲۷۳ھ سے ۴ رجمادی الاول ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۸ رنومبر ۱۸۶۰ء بدھ تک نانوتے میں رہے کیونکہ ۵ رجمادی الاول ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۹ رنومبر ۱۸۶۰ء بروز پنجشنبہ مولانا محمد یعقوب صاحب اور مولانا محمد قاسم صاحب حرمین شریفین کی زیارت کے لئے نانوتے سے روانہ ہو گئے اس اثنا میں اور کہیں ملازمت نہ کی۔ بیاض یعقوبی میں اپنے پہلے حج کے سلسلے میں مولانا خود تحریر فرماتے ہیں۔

"۵ ارجمادی الاول ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۹ رنومبر ۱۸۶۰ء بروز پنجشنبہ نانوتہ سے ڈیڑھ پہر دن چڑھے حج کے لئے چلے عصر کے وقت سہارنپور پہنچے (بیاض یعقوبی ص۱۲۸)"

یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ شوال ۱۲۷۳ھ سے ۴ ارجمادی الاولیٰ ۱۲۷۷ھ تک یعنی انگریزی حساب کے مطابق ۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے ۲۸ رنومبر ۱۸۶۰ء تک تقریباً تین سال مولانا محمد یعقوب صاحب ایام جہاد آزادی میں نانوتہ مقیم رہے۔

دوران قیام نانوتہ کے مشاغل

اس اثنا میں یعنی دوران قیام نانوتہ میں مولانا کا کیا شغل رہا ایک تو یہی کہ مولانا نے مولانا محمد قاسم صاحب سے بخاری پڑھی جیسا کہ پہلے مذکور ہوا اور نشانہ بازی کی مشق بھی کی۔ سوانح قاسمی میں لکھتے ہیں:

"اسی زمانے (جہاد حریت ۱۸۵۷ء) میں ہمارے بھائی ہم عمر اکثر بندوق اور گولی لگانے میں مشق کرتے رہتے تھے ایک دن آپ (یعنی مولانا محمد قاسم صاحب) مسجد میں سے آئے (محلے کی مسجد جس میں وقت گزارتے تھے) کہ ہم گولیاں لگا رہے تھے اور نشانہ کی جائے پیرا ایک نیم کا پتہ رکھا تھا۔ اور اس کے گرد ایک دائرہ کھینچا تھا۔ قریب سے بندوق لگاتے تھے گولیاں مٹی کی تھیں۔ (سوانح قاسمی ص۱۷)

گویا اس دور کی فضا ہی جہاد حریت تھی اور اس کے لئے اہم شغل نشانہ بازی، بندوق چلانے کی مشق اور شمشیر زنی تھی یہی کچھ شوق مولانا محمد یعقوب صاحب کو بھی تھا مگر اس سے زیادہ کہ نشانہ بازی کی مشق فرماتے رہے اور کچھ ظہور میں نہ آیا۔

جہاد حریت شاملی ۲۴ محرم ۱۲۷۴ھ ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء

شاملی ضلع مظفر نگر کا جہاد حریت ۱۸۵۷ء کا مشہور تاریخی واقعہ ہے۔ لیکن اس جہاد میں مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شرکت کا کہیں دور دور تک پتہ نہیں چلتا۔ ہاں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب امیر جہاد، حضرت حافظ محمد ضامن صاحب تھانوی شہید، مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولانا محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند، مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی

اور قاضی عنایت علی صاحبان رحمہم اللہ علیہم اجمعین کی جہاد میں شرکت اور تندہی کے کارنامے بالخصوص حافظ محمد ضامن صاحب شہید کی شہادت کی تحریری دستاویزیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ شاملی ضلع مظفر نگر میں جہاد حریت کے یہ شعلے جس میں ان حضرات نے شرکت کی ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء مطابق ۲۴ محرم ۱۲۷۴ھ پیر کے روز ظہر کے وقت بھڑکے۔ مگر مولانا محمد یعقوب اور مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی نے اس میں شرکت نہیں کی۔ ایک اور شخصیت جو ان کے رفقا میں سے حاجی امداد اللہ صاحب اور حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے وہ مولانا شیخ محمد محدث تھانوی تھے اور یہ تینوں پیر بھائی تھے (حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی کے مرید) انہوں نے بھی اس جہاد میں شرکت نہیں کی اگرچہ مؤخر الذکر کو اس سلسلے میں بہت کچھ مالی نقصان اٹھانا پڑا۔

الحاصل مولانا محمد یعقوب صاحب اس جہاد حریت میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ ہم نے اس جہاد حریت کی مکمل اور مفصل کیفیت انوار قاسمی جلد اول میں درج کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

جہاد کا اختتام

جس روز شاملی ضلع مظفر نگر میں جہاد ہوا اسی روز یعنی ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی پر انگریزوں کا دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ سر سید سرکشی ضلع بجنور میں لکھتے ہیں:-

"یہ قتل و خونریزی شاملی (ضلع مظفر نگر) میں ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو ہوئی جو دن فتح دلی کا تھا"

گویا مئی سے جہاد کے شعلے بھڑکتے بھڑکتے چار ماہ تک شاملی میں اور دوسرے علاقوں میں پہنچے تھے۔ شاملی میں مجاہدین حافظ صاحب شہید کی کمان میں تحصیل کا گیٹ توڑ کر اندر گھسنے میں کامیاب ہو گئے اور انگریزوں، سکھوں اور ان کی فوج کے لوگوں کو قتل کیا لیکن جب تک مجاہدین تحصیل کے گیٹ کو نہ توڑ سکے اور باہر میدان میں لڑتے رہے اندر کی جانب سے مورچوں اور سوراخوں سے کمپنی کے لوگوں نے مجاہدین کو قتل کرنے اور شہید کرنے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ لیکن اس کا ردعمل دلی کے فتح ہو جانے کے بعد یہ ہوا کہ تھانہ بھون پر انگریزوں نے توپ لگوا دی اور اس کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ مکانات جلا کر خاک کرا دیئے گئے اور بالآخر تمام ملک پر پھر انگریزوں کا تسلط ہو گیا۔

عام گرفتاریاں اور پھانسیاں

حاجی صاحب امداد اللہ، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم صاحب کے بھی وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ لیکن مولانا رشید احمد صاحب پر مقدمہ چلا اور رہا ہوئے۔ مولانا محمد قاسم صاحب ہاتھ ہی نہیں آئے اور حاجی صاحب براہ پنجاب کراچی اور پھر مکہ معظمہ ہجرت کر گئے ورنہ جو مجاہدین حکومت کی زد میں آتے اور گرفتار ہو جاتے انکو پھانسی یا پھر کالے پانی بھیج دیا جاتا تھا۔ الغرض مولانا رشید احمد صاحب رام پور ضلع سہارنپور سے حکیم ضیاء الدین مرحوم کے مکان سے گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا لیکن صاف بری ہوئے یہ حاجی امداد اللہ صاحب کی کرامت تھی کہ بچ گئے۔ مولانا

محمد قاسم صاحب کی گرفتاری کے لئے پوری کوشش کی گئی لیکن فضل الٰہی شامل حال رہا اور بالکل گرفتار نہ ہو سکے۔ ایک دن تین دن کے بعد اپنی سسرال کے گھر سے جو دیوبند میں تھی باہر نکل آئے۔ باہر نکلے ہی تھے کہ انگریزوں کی دوڑ آ پہنچی مگر یہ روانہ ہو چکے تھے۔ اگر باہر نہ نکل جاتے تو گرفتاری میں کیا کسر باقی رہ گئی تھی۔

موضع جکوالی میں قیام

آپ کے سالے شیخ نہال احمد مولانا محمد قاسم صاحب کو اپنے گاؤں جکوالی میں لے گئے وہاں بھی دوڑ پہنچ گئی اور گاؤں کا محاصرہ کر لیا۔ مکان پر آ گئے۔ مولانا خود باہر نکل آئے کپتان نے پوچھا آپ مولانا محمد قاسم صاحب سے واقف ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ان کو خوب جانتا ہوں کپتان نے کہا کہ ہم زنانہ مکان کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ شوق سے تلاشی لیجئے۔ آپ نے خود ہی تلاش کرائی لیکن جس کی تلاش تھی وہ تو ساتھ ہی تھا ایسے شخص کی تلاش کیونکر ممکن ہو سکتی تھی۔ غرض یہ ہے کہ ۲۸ر نومبر ۱۸۶۰ء تک تین سال روپوش رہے اس عرصہ میں دیوبند، نانوتہ، پوڑیہ، گھنگلہ، لاڈوہ، پنجلاسہ اور جمنا پار کئی دفعہ آئے گئے جیسا کہ خود مولانا محمد یعقوب صاحب نے سوانح قاسمی میں تحریر فرمایا ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب راؤ عبداللہ مرید کے مکان پر

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طرح مختلف مقامات پر قیام فرما ہوئے۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب تذکرۃ الرشید میں لکھتے ہیں۔ "اعلیٰ حضرت (حاجی صاحب) نے چند ماہ انبالہ، تنگری، پنجلاسہ وغیرہا مواضع و قصبات میں اپنے آپ کو چھپایا اور آخر براہ سندھ و کراچی عرب کا راستہ لیا۔ . . . جس وقت پنجلاسہ[۵۱] ضلع انبالہ پہنچے ہیں تو اپنے مرید راؤ عبداللہ خاں رئیس کے اصطبل اسپاں کی ویران و تاریک کوٹھڑی میں مقیم تھے ایک روز اسی کوٹھڑی میں وضو فرما کر چاشت کی نماز کے ارادے سے مصلیٰ بچھایا اور جان نثار حضار جلسہ سے فرمایا کہ آپ لوگ جائیں میں نفلیں پڑھ لوں۔ . . . . . خدا کی شان کہ جس وقت راؤ عبداللہ خاں حضرت کو تحریمہ باندھے نوافل میں مشغول چھوڑ کر کوٹھڑی سے باہر نکلے اور پٹ بند کر کے اصطبل کے دروازے کے قریب پہنچے ہیں تو سامنے سے دوش کو آتے دیکھا اور ہکا بکا ششدر کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ . . . .

دوش اصطبل کے پاس پہنچی . . . دوش کا افسر گھوڑے سے اترا اور یہ کہہ کر کہ میں نے آپ کے یہاں ایک گھوڑے کی تعریف سنی ہے اس لئے بلا اطلاع لیکایک آنے کا اتفاق ہوا، اصطبل کی جانب قدم اٹھائے راؤ صاحب بہت اچھا کہہ کر ساتھ ہو لئے اور نہایت اطمینان کے ساتھ گھوڑوں کی سیر کرانی شروع کر دی۔ افسر بار بار راؤ صاحب کے چہرہ پر نگاہ جماتا اور اس درجہ مطمئن پا کر کبھی مخبر کی دروغگوئی

---

[۵۱] سوانح قاسمی مؤلفہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے اس بستی کا نام تین کے ساتھ پنجلاسہ لکھا ہے مگر مجھے مولانا انیس الرحمٰن ابن مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مرحوم نے بتایا کہ یہ بستی پنجلاسہ ہے۔ انوار

کا غصہ اور لگا ہے اپنی ناکامی و تکلیف سفر کا افسوس لاتا تھا یہاں تک کہ گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتا ہوا حاکم اس حجرے کی طرف بڑھا جس میں اعلیٰ حضرت کی سکونت کا مخبر نے پورا پتہ دیا تھا اور یہ کہہ کر اس کوٹھڑی میں کیا گھاس بھری جاتی ہے اس کے پٹ کھول دیجئے۔ راؤ عبداللہ خاں کی اس وقت جو حالت ہوئی ہوگی وہ انہی کے دل سے پوچھا چاہیے۔ سمجھتے تھے کہ تقدیر کے آخری فیصلے کا وقت آگیا اور اپنا پیمانہ حیات لبریز ہو کر اچھلا چاہتا ہے اس لئے راضی برضا ہو کر "جی ہاں" کہا اور حکم گرفتاری کے منتظر کھڑے ہوگئے۔

کرامت

خداوندی حفاظت کا کرشمہ دیکھیے کہ جس وقت کوٹھڑی کا دروازہ کھلا ہے تخت پر مصلّیٰ ضرور بچھا ہوا تھا۔ لوٹا رکھا ہوا تھا اور نیچے وضو کا پانی البتہ بکھرا پڑا تھا مگر اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کا پتہ بھی نہ تھا افسر متحیّر و حیران تھا اور راؤ عبداللہ خاں دل ہی دل میں شیخ کی عجیب کرامت پر فرحاں و شاداں۔ کچھ عجیب سماں تھا کہ حاکم نہ کچھ دریافت کرتا ہے نہ استفسار، کبھی ادھر دیکھتا ہے اور کبھی ادھر۔ مخبر کی دھوکہ دہی سمجھ کر بات کو ٹالا اور کہا کہ خانصاحب یہ لوٹا کیسا اور پانی کیوں پڑا ہے۔ راؤ صاحب نے جواب دیا جناب اس جگہ ہم مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور وضو میں منہ ہاتھ دھویا کرتے ہیں۔ چنانچہ ابھی آپ کے آنے سے دس منٹ قبل اسی کی تیاری تھی۔ افسر نے ہنس کر کہا کہ آپ لوگوں کی نماز کے لئے تو مسجد ہے یا اصطبل کی کوٹھڑی۔ راؤ صاحب نے فوراً جواب دیا کہ جناب مسجد فرض نماز کے لئے ہے اور نفل نماز ایسی ہی چھپی جگہ پڑھی جاتی ہے۔ جہاں کسی کو پتہ بھی نہ چلے۔ یہ جواب سن کر افسر نے پٹ بند کر دیئے اور اصطبل کے چاروں طرف غائر نظر دوڑانے کے بعد باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے یہ کلمات کہہ کر رخصت ہوا "راؤ صاحب معاف کیجئے آپ کو اس وقت ہماری وجہ سے بہت تکلیف اٹھانا پڑی اور پھر بھی ہمیں کوئی گھوڑا پسند نہیں آیا" راؤ عبداللہ خاں کی نظر سے دونوں کے سوار جب اوجھل ہوئے تو واپس ہوئے اور کوٹھڑی کھول کر دیکھا کہ اعلیٰ حضرت نماز سے سلام پھیر چکے اور مطمئن بیٹھے ہوئے ہیں"۔ (تذکرۃ الرشید جلد نمبر ۱ صفحہ ۷۷ تا ۷۹)

کمپنی کی حکومت کے لوگوں نے ہر چند حاجی صاحب کو گرفتار کرنا چاہا لیکن گرفتار کرنے سے قاصر رہے

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

مولانا فضل قدیر صاحب ندوۃ العلما لکھنؤ کے فاضل اور ثقہ عالم ہیں اور جو اب ستر بہتر کے پیٹے میں ہوں گے۔ کیتھل ضلع کرنال کے رہنے والے اب ظفر علی روڈ لاہور میں رہتے ہیں۔ اور ان کے والد کیتھل کے سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ ان کا نام نامی یاد نہیں۔ ان کے یہاں روپوشی کے درمیان حاجی صاحب ایک دفعہ قیام پذیر تھے۔ حکومت نے گرفتاری کے لئے انعام کا اعلان کر رکھا تھا۔ وہاں کے تحصیلدار نجیب الدین خاں ان کی گرفتاری پر مامور ہوئے لیکن حاجی صاحب کو علم ہو گیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ نجیب الدین تحصیلدار

کو بہت صدمہ ہوا کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا، انعام بھی گیا اور حکومت کی طرف سے بدنامی علیحدہ۔ اس غم میں تحصیلدار مذکور نے خودکشی کر لی۔

المختصر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غیبی اشارہ ہوا کہ مکہ محترمہ کو ہجرت فرمائیں۔ حافظ محمد ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مرید حکیم ضیاء الدین صاحب ساکن رام پور منہاران جو مولانا رشید احمدؒ صاحب گنگوہی اور مولانا محمد قاسمؒ صاحب کے دوست تھے وہ اپنے رسالے میں جو "مونس مہجوراں" کے نام سے موسوم ہے اور جو قلمی طور پر غیر مطبوعہ شکل میں مکہ محترمہ کے صولتیہ مدرسے کے کتب خانے میں محفوظ ہے لکھتے ہیں:۔

> "ناگاہ جناب حاجی صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ کو جناب باری سے الہام ہوا کہ بیت اللہ کو آؤ چنانچہ وہ بھی بالہام حق بیت اللہ شریف تشریف لے گئے۔"

جہاد سے مولانا محمد یعقوب صاحب کا اتفاق

الغرض مولانا محمد یعقوب صاحب کا نہ تو جہاد میں شامل ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ اس سلسلے میں ان کے حالات میں کوئی بات ایسی ملتی ہے کہ انہوں نے کوئی تعاون کیا ہو۔ لیکن حکومت کی بزرگانِ دین بالخصوص پیر و مرشد حاجی صاحب اور علمائے دین کی پکڑ دھکڑ، دار و گیر، دار و رسن اور قتل و غارت کے باعث مولانا محمد یعقوب صاحب کو حکومت سے یقیناً سخت نفرت ہو گئی تھی۔ خواہ عملی شکل سے انہوں نے حصہ نہ لیا ہو۔

حکومت سے چھ ماہ کی تنخواہ اور مولانا کا انکار

چونکہ حضرت حاجی صاحب سب کے معتقد فیہ تھے اور ہر شخص اپنی جان تک ان پر قربان کرنے کے لئے تیار تھا اس لئے مولانا محمد یعقوب صاحب پر بھی یہ سخت گمان تھا کہ حکومت حضرت حاجی صاحب کو یا مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا محمد قاسم صاحب کو گرفتار کرتے۔

یعقوبی تقویٰ

۱۸۵۷ء کا جب معاملہ ختم ہوا تو مولانا کے متعلق حکیم عشرتی لکھتے ہیں:۔

> "اس (ہنگامے) کے فرو ہونے کے بعد آپ کو چھ مہینے کی تنخواہ نو سو روپیہ (ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کے حساب سے) بھیجا گیا اور اصلی جگہ پہ بلائے گئے (تو) آپ نے وہ نو سو روپیہ واپس فرمایا اور کہا کہ میں نے ان چھ مہینوں میں کچھ کار سرکار انجام نہیں دیا اس لئے میں یہ روپیہ نہیں لے سکتا اور نیز ملازمت سے بھی استغنائی ظاہر کی اور متوکلا متفرق کار کرتے رہے" (مقدمہ مکتوبات یعقوبی ص۵)

ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر دیکھیئے کہ اس زمانے کے نو سو روپیہ کا واپس کر دینا بڑے جگر کا کام ہے لیکن یہاں تقویٰ کا یہ عالم ہے کہ اس روپیہ کو آپ نے پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ تقویٰ کے علاوہ اس پیشکش کو ٹھکرا دینے

میں وہ نظریہ بھی کارفرما ہے کہ اس کے قبول کرنے اور سرکاری ملازمت پر دوبارہ والیسی پر اپنے بزرگ اور احباب کے ساتھ بے وفائی کا سخت مظاہرہ ہوگا۔ بہرحال سرکاری ملازمت کے چھوڑ دینے کے بعد دسمبر ۱۸۶۱ء مطابق ۱۲۷۸ھ تک کوئی شغل نہیں کیا۔ کیونکہ یہ عرصہ زیارت حرمین شریفین میں گزارا جس کی تفصیلات آئندہ پیش کریں گے۔

ہم مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ملازمت کے بارے میں اپنی معلومات پیش کر رہے تھے کہ آپ سب سے پہلے اجمیر کے کالج کی ملازمت پر متمکن ہوئے پھر بنارس کو تبادلہ ہوا اور پھر بریلی میں سرکاری ملازمت کا کام انجام دیا اور سہارنپور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے۔ بعد ازاں ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ آزادی میں گھر مقیم رہے۔

اجمیر کے بعض حالات

اجمیر کی ملازمت کے دوران قیام میں اپنے حالات کے بارے میں اپنے آئندہ مرید ہونے والے صاحب منشی محمد قاسم صاحب نیانگری کو اپنے آپ سے دور رکھنے اور بیعت نہ کرنے اور صحیح مرشد تلاش کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "آدمی مشتاق اس کا ہو جو آپ صاحب کمال ہو۔ نقل کرنے والے کو کیا دیکھیے اصل کو ڈھونڈئیے تم اس عاجز کا حال اجمیر والوں سے معلوم کرو کہ کس قدر ابتر تھا کہ ستار اور راگ ناچ میں گزرتی تھی۔ نماز و جماعت و تقویٰ و طہارت سے کچھ بحث نہ تھی۔ اب ہر چند کہ بظاہر ان باتوں سے توبہ کی اور حضرت مرشد العالم حاجی صاحب مدظلہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ مگر اصلی بات کہاں بدلتی ہے ویسے کا ویسا ہی رہا۔ البتہ ظاہر کی ریا کا پردہ ان عیوب کا ہو گیا۔ یہ اس کی ستاری کی شان ہے ورنہ عالم الغیوب خوب جانتا ہے کہ باطن اس ناپاک کا کیا کچھ خراب ہے یہ رو سیاہ اس قابل نہیں کہ کوئی اس کی صحبت میں آوے۔ تم نے سنا ہوگا کہ بیرون کا پڑوس بھی خراب کرتا ہے اس لئے بنظر خیر خواہی تمہیں اپنا حال لکھا ہر چند ظاہر کرنا اپنے عیبوں کا بھی عیب اور گناہ ہے مگر تمہارے رفع اشتباہ کے لئے یہ کچھ لکھ دیا۔ اب اس عاجز کو تم ایسا بھول جاؤ کہ گویا کبھی یاد بھی نہ تھا۔ . . . . میں احباب اجمیر کو بھولا نہیں۔ مگر ملاقات قسمت کی بات ہے۔ خدا پھر حاضری اس بارگاہ کی نصیب کرے کہ تم لوگوں سے بھی ملاقات ہو۔ فقط

یکم رجب ۱۲۸۳ھ راقم محمد یعقوب دیوبند مسجد چھتہ (مکتوب اول مکتوبات یعقوبی ص۱۰-۱۱)

انتخاب مرشد

انتہا درجے کی انکساری، انتہا درجے کی احتیاط اور یہ تعلیم کہ پیر و مرشد کو منتخب کرنے وقت انتخاب عمدہ ہونا چاہیئے اس خط میں یہی کچھ ہے اور اپنی حالت کا نقشہ کھینچ کر بتا دینے کے علاوہ مولانا یہ بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ آیا ہونے والے مرید کو طلب صادق ہے یا نہیں۔ اللہ

اللہ پیر دن کا وہ بھی ایک ٹولہ ہوتا ہے جن کے ایجنٹ چھوٹے ہوتے ہیں اور وہ لوگوں کو گھیر گھیر کر پیر دن کے پاس لاتے ہیں اور حلقۂ ارادت میں توسیع کا سامان فراہم کرتے ہیں ایک یہ خداترس ہستیاں ہیں جو اپنے عیوب مخلصانہ انداز میں پیش کر کے لوگوں کو اچھے پیشوا اور مرشد تلاش کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ مولانا کی سیرت کا یہی نمونہ کافی ہے۔ الحق کہ سیرت اسی کا نام ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کا یہ فرمانا کہ میری اجمیر کی زندگی قابل دید ہے جس میں ستار اور راگ ناچ میں گزرتی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت نے اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر شاید قوالی وغیرہ سنی ہو لیکن منشی محمد قاسم نیانگری کے بہنوئی میاں غلام حسین اور دیگر اہل اجمیر کا مولانا محمد یعقوب صاحب کے متعلق یہ خیال ہے جو خود منشی صاحب نے مکتوبات یعقوبی کے دیباچے میں ظاہر کیا ہے لکھتے ہیں:۔

> "مولانا مرشدنا مولوی حاجی، حافظ محمد یعقوب صاحب صدیقی ساکن نانوتہ کہ اجمیر کے مدرسے میں مدرس اول تھے اور میرے بہنوئی میاں غلام حسین صاحب مرحوم کے اور جناب مولانا صاحب ممدوح کے باہم نہایت درجہ ارتباط تھا۔ غرضیکہ بعد تشریف لے جانے جناب (مولانا محمد یعقوب صاحب) کے اجمیر سے اکثر اوقات زبانی میاں غلام حسین صاحب کے اوصاف حمیدہ حضرت مولانا ممدوح کے سنا کرتا تھا، محبت قلبی اسی زمانے سے پیدا ہو گئی تھی۔ مگر اتفاق بیعت ایک اور بزرگ سے ہو گیا۔ زمانۂ طالب علمی میں ماہ ذی الحجہ ۱۲۶۶ھ میں جناب مولوی مرشدی حاجی امیر علی صاحب صدیقی دام ظلہم متوطن قصبہ رہتک ضلع حصار رونق افروز نیانگر ہوئے۔ ۔ ۔ ۔ اکثر مردماں شہر نیانگر ان کے وعظ کی تاثیر سے مرید ہو گئے یہ احقر بھی جناب مولوی صاحب موصوف کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔ (مکتوبات یعقوبی، مکتوب ۱ یکم رجب ۱۲۸۳ھ)

منشی محمد قاسم صاحب کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے بہنوئی میاں غلام حسین نے مولانا محمد یعقوب صاحب کے اجمیر کے حالات دیکھ کر ان کے اوصاف حمیدہ کی تعریف کی ہے لہٰذا مولانا کے اجمیر کے حالات تو ہمارے سامنے خوب حالات کا پتہ دیتے ہیں۔ اگر راگ رنگ میں گذارتے تو اوصاف حمیدہ سے متصف حالات کیونکر بنتے۔ پھر ۱۲۷۶ھ کے مطابق ۱۸۵۹ء کا زمانہ وہ زمانہ ہے جب مولانا صاحب نانوتے میں جہاد آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد مقیم اور محصور ہیں۔ ادھر مولانا کی اجمیر کی ملازمت کا آغاز ۱۲۶۸ھ کے آخر مطابق ۵۲-۱۸۵۱ء سے ہوتا ہے۔ عشرتی صاحب کے مقدمے سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد اجمیر سے بنارس کو تبادلہ ہو گیا ایک تو اوصاف حمیدہ کا اتصاف ۱۲۶۸ھ ۱۲۶۹ھ میں ہی ہو گیا تھا پھر ستار اور راگ رنگ کب ہوا اور کیسا رہا دہلی کی زندگی تو وہ بزرگوں، علما، صلحا اور والد محترم کے زیر سایہ

گزری۔ اب ذرا مولانا محمد قاسم صاحب کا وہ قول جو مولانا محمد یعقوب صاحب کے متعلق ہے سنیئے۔ مولانا اشرف علی صاحب فرماتے ہیں۔

> "حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی نسبت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کا مقولہ سنا ہے۔ کہ ہر شخص کے اندر کچھ نہ کچھ روگ باطنی ہوتا ہے جو مجاہدے سے رفع ہوجاتا ہے مگر مولانا محمد یعقوب صاحب میں کوئی روگ باطنی نہیں" (قصص الاکابر)

لہذا یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ مولانا محمد یعقوب صاحب کی پوری زندگی نہایت پاکیزہ زندگی گزری ہے رہا معاملہ اجمیر کا تو وہاں کا معاملہ صرف احباب کا قوالی وغیرہ سننا اور آپ کا چشم پوشی کرنا ہی گناہ ہے چنانچہ محمد قاسم صاحب مرید باصفا کی طرف سے اجمیر میں قیام کی خواہش پر ان کو لکھتے ہیں:۔

> "دراصل یہ ہے کہ پہلے جب میں وہاں (اجمیر میں) تھا تو یاروں کا یار ہر بھلے برے کا شریک تھا اور ہر چند میرا باطن ویسا ہی ہے مگر بہ صورت منافقانہ کہ توبہ ظاہری کی جہت سے بنا رکھی ہے اب ان افعال کی تجویز نہیں اور وہاں علاوہ اس کے بہت بدعات مروج و شائع ہیں اگر ان کا شامل حال ہو تو نہایت نکوہیدہ اور اگر منع کردوں تو ایک جھگڑا اور اگر منع نہ کروں اور شامل بھی نہ ہوں تب بھی خالی تماشے سے گزرتی نظر نہیں آتی۔ اسی (وجہ) سے گوشۂ عافیت پسند کیا" (مکتوب نمبر ۸ بلا تاریخ)

لیجئے اب بات صاف ہوگئی کہ دوران قیام اجمیر میں ملنے والے دوستوں میں درگاہ خواجہ اجمیری پر جو بدعات وغیرہ ہوتی تھیں ان میں دوستی کے تقاضوں کے باعث ان کو بدعات اور قوالی وغیرہ سے مولانا نے روکنے میں مسامحت سے کام لیا ہے۔ مولانا کا یہ مکتوب صفر ۱۲۸۷ھ کے بعد کا اور جمادی الاخری ۱۲۸۸ھ سے پہلے کا ہے۔

ملازمت کے ضمن میں مولانا کے اجمیر کے دوران قیام میں بعض حالات کا ضمنی طور پر ذکر آگیا اب ہم مولانا کے تلاش معاش سے متعلق دیگر حالات کی طرف چلتے ہیں۔

لکھنو اور بریلی کا سفر

جمادی الاخری ۱۲۷۷ھ مطابق نومبر ۱۸۶۰ء کو روانگی اور زیارت حرمین شریفین سے شرف اندوز ہوکر جمادی الاخری ۱۲۷۸ھ مطابق نومبر ۱۸۶۱ء کو وطن واپسی کے بعد آپ کے لکھنؤ اور بریلی کے سفر کا پتہ چلتا ہے۔ غالباً یہ سفر ملازمت کے سلسلے میں ہوگا۔ لکھنؤ کے سفر کی وجہ تو معلوم نہ ہوسکی لیکن بریلی کا سفر اس لئے کیا ہوگا کہ وہاں آپ کے قریبی خاندانی بھائی مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی بریلی کالج میں پروفیسر تھے اور ان کا مطبع بھی تھا جو صدیقی مطبع کے نام سے مشہور تھا جو تقریباً ستمبر ۱۸۶۲ء سے پہلے جاری ہوا تھا۔ دراصل جہاں میرٹھ، اجمیر

وغیرہ میں سکول اور کالج قائم کئے گئے ۱۸۳۷ء میں بریلی میں بھی سکول قائم کیا گیا تھا اور ۱۸۵۰ء میں یہ سکول کالج بنا دیا گیا تھا۔ مولانا محمد احسن صاحب شعبۂ فارسی کے صدر مقرر کئے گئے۔ اسی وجہ سے مولانا محمد قاسمؒ صاحب بھی کئی دفعہ وہاں آتے گئے۔ پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری اپنی کتاب ”مولانا محمد احسن“ میں لکھتے ہیں۔

> ”مولانا محمد یعقوب نانوتوی بھی بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے۔ مولانا محمد احسن کی بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ شعبان ۱۲۷۱ھ ۱۸۵۵ء میں مولانا محمد یعقوب بریلی میں تھے (ص۴۶)

مولانا عاشق الٰہی صاحب نے بھی تذکرۃ الخلیل میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

> ”مولانا (محمد یعقوب) مرحوم اس وقت اکابر ملت کی تجویز سے دارالعلوم دیوبند میں تیس روپیہ ماہوار کی ملازمت اور بریلی کی انسپکٹری مدارس کو خیرباد کہہ کر اس فقیرانہ مخلصانہ درسگاہ کی خدمت کے لئے اپنے کو وقف کر چکے تھے۔ اس لئے آپ نے بھوپال جانے سے انکار کر دیا (تذکرۃ الخلیل مطبوعہ سیالکوٹ ص۱۰۳)

لیکن مولانا محمد یعقوب صاحب اور عشرتی صاحب نے بریلی کا ذکر نہیں کیا۔ اجمیر سے بنارس اور بنارس سے رڑکی کی ملازمت کا پتہ چلتا ہے اور پھر سہارنپور سے ۱۸۵۷ء کی جنگ میں مولانا محمد قاسم صاحب کے ہمراہ نانوتہ جانے کا اور قیام کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

مولانا محمد یعقوب صاحب ۱۲۸۲ھ و ۱۸۶۶ء میں میرٹھ کے مطبع مجتبائی میں

مولانا محمد یعقوب صاحبؒ لکھنؤ اور بریلی سے واپس ہو کر جو غالباً تلاش معاش میں نکلے ہوں گے میرٹھ پہنچے ان دنوں مولانا محمد قاسمؒ صاحب پہلے سے منشی ممتاز علی صاحب کے چھاپہ خانے میں بغرض خدمت تصحیح کتب موجود تھے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب سوانح قاسمی میں لکھتے ہیں:۔

> ”منشی ممتاز علی نے میرٹھ میں چھاپہ خانہ کیا۔ مولوی (محمد قاسمؒ) صاحب کو پرانی دوستی کے سبب بلا لیا وہی تصحیح کی خدمت تھی یہ کام برائے نام تھا۔ مقصود ان کا مولوی صاحب کو اپنے پاس رکھنا تھا۔ احقر اس زمانے میں بریلی اور لکھنؤ ہو کر میرٹھ میں اسی چھاپہ خانہ میں نوکر ہو گیا۔ منشی (ممتاز علی) جی حج کو گئے تھے اس وقت ایک جماعت نے مسلم پڑھی احقر بھی اس میں شریک رہا۔ وہی زمانہ تھا کہ مدرسہ دیوبند کی بنیاد ڈالی گئی“۔ (سوانح قاسمی ص۱۲)

یہ جو بریلی اور لکھنؤ میں ہو کر میرٹھ پہنچے ہیں اس جملے میں نوکری کی صراحت نہیں اور یہ ۱۸۵۷ء کے کئی سال کے بعد کا ذکر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تلاش معاش کو نکلے ہوں۔

مولانا محمد یعقوب صاحب ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۷ء میں مطبع ہاشمی میں

مطبع مجتبائی کے بعد مولانا محمد یعقوب صاحب ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۷ء میں مطبع ہاشمی مملوکہ مولوی محمد ہاشم میں بھی تصحیح کی خدمت پر مولانا محمد قاسم صاحب کے ہمراہ نظر آتے ہیں۔ کیونکہ مطبع مجتبائی کے مالک منشی ممتاز علی کی حج کو روانگی کے بعد مولانا محمد قاسم صاحب مطبع ہاشمی میں کام کرنے لگے تھے۔ منشی محمد قاسم صاحب نیانگری (مضافات اجمیر) مکتوبات یعقوبی کے دیباچے میں لکھتے ہیں:-

> "۱۲۸۳ھ میں بعد تحقیق کے پتہ جناب موصوف (مولانا محمد یعقوب صاحب) کا مقام مطبع ہاشمی میرٹھ کا معلوم ہوا۔" (دیباچہ ص۱۳)

مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس دار العلوم دیوبند ۱۲۸۳ھ تا ربیع الاول ۱۳۰۲ھ / ۶۸-۱۸۶۷ تا ۱۸۷۷ء

جب دیوبند میں عربی مدرسہ قائم ہوا تو مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی مدرس کے طور پر ملا محمود صاحب دیوبندی کو مدرس مقرر فرمایا۔ ان کی تنخواہ پندرہ روپیہ مقرر کی گئی جیسا کہ دار العلوم کی رپورٹ سے ظاہر ہے۔ لیکن پہلے ہی سال میں طلبہ کی تعداد بڑھ گئی اس لئے مولانا قاسم العلوم والخیرات نے پہلے ہی سال ۱۲۸۳ھ مطابق ۶۸-۱۸۶۷ء میں مولانا محمد یعقوب صاحب کو دار العلوم دیوبند کا صدر مدرس تجویز کر کے میرٹھ سے بھیجا۔ اس زمانے میں آپ تصحیح کتب پر مطبع ہاشمی میں کام کر رہے تھے جیسا کہ اوپر گزرا۔ آپ کی وہاں تنخواہ کے متعلق حکیم امیر احمد عشرتی لکھتے ہیں:-

> "حسب ارشاد جناب مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم وغیرہ مدرسہ عربیہ دیوبند میں صرف چالیس[1] روپیہ پر تعلق گزر اوقات کا فرمایا۔ ہر چند کہ چند مقامات سے بڑی بڑی تنخواہ پر ان کو بلایا گیا۔ مگر کچھ التفات نہ فرمایا" (دیباچہ مکتوبات یعقوبی ص۵)

مولانا کا یہ تقرر طلبہ کی کثرت کے باعث عمل میں لایا گیا۔ القاسم کے دار العلوم نمبر میں ۱۲۸۳ھ سال اجرائے دار العلوم کے متعلق یہ عبارت ملتی ہے:-

> "پہلے ہی سال میں دور دور سے طالب علم آنے لگے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اعلان کے منتظر ہی بیٹھے ہوئے تھے لیکن یہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اور ان کے بزرگ رفقا کا اخلاص تھا جو علم کے طالبوں کو دور دور سے کھینچے لئے چلا آ رہا تھا ..... وقت اجراء مدرسہ طلبا کی تعداد سولہ سے زائد نہ تھی لیکن آخر ذی الحجہ ۱۲۸۳ھ تک طلبہ کی تعداد اٹھتر (۷۸) ہو گئی تھی جن میں ۵۸ (اٹھاون) بیرونجات مثلاً پنجاب بنارس وغیرہ کے تھے باقی دیوبند کے تھے" (القاسم دار العلوم نمبر ماہ محرم ۱۳۴۷ھ ص۵۷-۵۸)

---

[1] چالیس روپیہ بعد میں تنخواہ ہوئی تھی لہٰذا عشرتی صاحب نے بعد کی ترقی یافتہ تنخواہ لکھ دی ہے۔ انوار

القاسم کے دارالعلوم نمبر کے مرتب اور اس نمبر میں "تاریخ دارالعلوم" کے مضمون نگار مولانا محمد طاہر صاحب، حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے پوتے اور مولانا محمد طیب صاحب کے چھوٹے بھائی سنہ ۱۲۸۳ھ دارالعلوم کے سال اول کی رپورٹوں سے تاریخی حالات بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دارالعلوم میں تقرری اور تنخواہ اور ان کی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

> "محرم سنہ ۱۲۸۳ھ میں جب مدرسہ جاری ہوا تو صرف ایک مدرس (ملا محمود صاحبؒ) تھے اس کے بعد اثنائے سال میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نانوتوی کو اسی سال صرف مبلغ پچیس روپیہ ماہوار پر صدر مدرس کر کے بلایا گیا اور حضرت مرحوم نے بکمال محنت مدرسہ کی خدمت فرمائی۔ حضرت مرحوم کے حالات عجیب و غریب ہیں وہ تو اپنے موقع پر ظاہر کئے جائیں گے۔ لیکن یہاں پر صرف اس قدر عرض کیا جاتا ہے کہ وہ علم اور معلومات میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ (دہلوی) کے ثانی تھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے انہیں نہایت ہی عجیب ذہن رسا عطا فرمایا تھا اور بہت ہی عظیم الشان جامعیت کی شان بخشی تھی۔ سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب ہی مقرر ہوئے تھے"۔ (القاسم محرم دارالعلوم نمبر ص ۵۸)

مولانا کی ملازمت دارالعلوم جمادی الآخری سنہ ۱۲۸۳ھ

تحقیق کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ رجب سنہ ۱۲۸۳ھ سے پہلے غالباً جمادی الاولیٰ یا جمادی الاخریٰ سنہ ۱۲۸۳ھ میں مولانا کا دارالعلوم میں تقرر ہوا کیونکہ رجب سنہ ۱۲۸۳ھ میں مولانا دارالعلوم میں صدر تھے منشی محمد قاسم نیانگری مکتوبات یعقوبی میں لکھتے ہیں:

> "اخص الامر مجھے حضرت مولانا صاحب مرشدی مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ عربی اسلامی دیوبند ضلع سہارنپور کی خدمت فیضدرجت میں بتوسط ارسال عرائض اور مطالعہ فوائد جوابات ان کے تاریخ یکم رجب المرجب سنہ ۱۲۸۳ھ سے نیاز حاصل ہوئی (مکتوبات یعقوبی ص ۱۳)

اس تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا کا تقرر رجب سنہ ۱۲۸۳ھ سے پہلے ہوا ہے۔ چنانچہ یکم رجب ۱۲۸۳ھ مسجد چھتہ دیوبند کی عبارت درج ہے۔ لہٰذا ہمارا قیاس ہے کہ محرم سنہ ۱۲۸۳ھ اور یکم رجب سنہ ۱۲۸۳ھ کے درمیان غالباً جمادی الاخریٰ میں تقرر ہوا۔

حکیم امیر احمد مرحوم نے تنخواہ چالیس روپیہ اور مولانا محمد طاہر صاحب نے پچیس روپیہ لکھی ہے اور پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری لکھتے ہیں:۔

> "انہوں نے (مولانا محمد یعقوب صاحب) اس اسلامی درسگاہ کی مدرسی صرف تیس روپیہ ماہوار پر قبول کر لی" (مولانا محمد حسن ص ۱۹۳)

دارالعلوم دیوبند کی عمر کے دوسرے سال یعنی سنہ ۱۲۸۴ھ مطابق سنہ ۱۸۶۸-۶۹ء کے حالات کے سلسلے میں یہی مولانا محمد طاہر صاحب تنخواہ کے بارے میں مدرسین کی تنخواہوں میں ترقی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں :-

> "اس سال (سنہ ۱۲۸۴ھ) حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب جیسے باکمال شیخ کے بیس[1] ۲۰ روپیہ سے تیس ۳۰ روپیہ اور ملا محمود صاحب مدرس دوم کے بجائے (پندرہ ۱۵) کے بیس ۲۰ روپے ہوئے اور دو نائبوں کے تین تین روپیہ کے بجائے چھ چھ روپیہ مقرر ہوئے اور قرار پایا کہ سنہ ۱۲۸۵ھ سے تنخواہوں میں بشرط وصولی چندہ اور بھی ترقی کی جائے گی" (دارالعلوم نمبر ۵۹ محرم سنہ ۱۳۴۷ھ)

اس سال سنہ ۱۲۸۴ھ میں بیماری کی کثرت کے باعث مدرسین اور طلبہ گھروں کو چلے گئے اور بیمار رہے دو ماہ تک یہ صورت حال رہی اور پھر طلبہ اور مدرسین واپس آگئے اس سال کی روئدادوں میں امتحان لینے والوں میں مولانا محمد یعقوب صاحب کا نام نامی ہے۔ دستخطوں میں لکھا ہے محمد یعقوب مدرس اول سنہ ۱۲۸۵ھ میں ۲۰ ذی الحجہ کو تقسیم انعام کا جو جلسہ ہوا۔ اس کی رپورٹ سے اخذ کر کے قاری محمد طاہر صاحب لکھتے ہیں کہ "حضرت مولانا محمد قاسم نے بشمول مولانا ذوالفقار علی صاحب و مولوی مہتاب علی صاحب و مولانا محمد یعقوب صاحب و مولانا رفیع الدین صاحب اپنے دست مبارک سے طلبہ کو انعامی کتب عطا فرمائیں۔

سنہ ۱۲۸۶ھ کے سال کی رپورٹ میں ہے کہ "باوجود قحط عام، شدت بیماری کے اور باوجود مدرسے کے قریب پانچ ماہ تک بند رہنے اور طلبہ سے لے کر مدرسین تک بیمار ہو ہو کر اپنے اپنے وطن تشریف لے جانے کے الحمد للہ کہ بسعی و کوشش حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس و حضرت مولانا محمد محمود صاحب و مولانا سید احمد صاحب خواندگی پوری ہوئی" (دارالعلوم نمبر ص۶)

مختصر یہ کہ سنہ ۱۲۸۳ھ سے لے کر سنہ ۱۳۰۲ھ ربیع الاول تک حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسند صدارت تدریس پہ دارالعلوم دیوبند میں متمکن رہے اور ہر سال تعلیم و تدریس، انتظامات امتحان اور فتویٰ نویسی، تہذیب اخلاق طلبہ، تزکیۂ نفس بنی نوع انسان اور ترقی دارالعلوم دیوبند میں مسلسل مصروف رہے اس وقت ہمارے سامنے القاسم کا دارالعلوم نمبر ہے جس میں دارالعلوم کا چونسٹھ سالہ تعلیمی و انتظامی و مالی گوشوارہ ہے اس گوشوارہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ کا نام صدر مدرس کے خانے میں ۱۲۸۳ھ سے ۱۳۰۲ تک لکھا ہے

---

[1] مولانا محمد طاہر، امیر احمد مشرقی اور محمد ایوب صاحب پروفیسر کے اقوال میں تطبیق کی شکل یہ ہے کہ بیس روپیہ سے آغاز ہوا اور پھر بڑھتے بڑھتے تیس اور چالیس وغیرہ تک پہنچی اور پھر تنخواہ لینی چھوڑ دی۔ انوار

حضرت مولانا نے دارالعلوم دیوبند میں معقولات و منقولات دونوں علوم کی تعلیم دی اور بحیثیت مفتی دارالعلوم بھی کام کیا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے پاس جو استفتا آیا کرتے تھے وہ مولانا کے پاس ہی جواب کے لئے بھیج دیتے تھے۔ فیوض قاسمیہ مکتوبات قاسمی میں کئی جگہ قاسم العلوم نے لکھا ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب آج کل نانوتے میں چھٹیاں گزار رہے ہیں۔ اس لئے ناچار میں جواب دے رہا ہوں۔

مولانا محمد یعقوب صاحب کے تلامذہ

دارالعلوم دیوبند میں آپ سے پڑھ کر جو نامور علماء پیدا ہوئے۔ ان میں شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اسیر مالٹا، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، مولانا احمد حسن صاحب امروہوی، مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی، مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی، مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند وغیرہم ہیں۔ مولانا محمد یعقوب صاحب کے یہ تلامذہ ہند اور پاکستان کے وہ علما ہیں جو شریعت و طریقت کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب کو جو علمی مقام حاصل ہوا اس کے متعلق اشرف السوانح کے مصنف لکھتے ہیں۔

> وہ سب سے زیادہ معتقد بہ ہستی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تھی جو علاوہ ہر فن میں ماہر ہونے کے بہت بڑے صاحب باطن اور شیخ کامل بھی تھے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے مولانا ممدوح سے بڑے بڑے فیوض و برکات حاصل کئے ہیں اور زیادہ تر علوم عجیبہ و غریبہ انہی سے حاصل فرمائے ہیں اور مولانا کے اکثر اقوال و احوال و حقائق و معارف نہایت لطف لے لے کر بیان فرمایا کرتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حلقہ درس کیا ہوتا تھا حلقہ توجہ ہوتا تھا۔ یہ حال تھا کہ تفسیر کا سبق ہو رہا ہے۔ آیات کا مطلب بیان فرما رہے ہیں اور آنکھوں سے زار و قطار آنسو جاری ہیں (اشرف السوانح جلد اول ص۳۲)

بھوپال سے ملازمت پر دعوت نامہ

دارالعلوم دیوبند سے تعلق ملازمت کے دوران کئی جگہ سے بڑی بڑی ملازمتوں پہ آپ کو بلایا گیا۔ لیکن آپ نے تھوڑی سی رقم پہ قناعت کی اور کبھی دولت کی طرف رخ نہیں کیا۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب تذکرۃ الخلیل سوانح مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری میں لکھتے ہیں۔

> مولانا جمال الدین مدار المہام شوہر والیہ ریاست سکندر جہاں بیگم حضرت مولانا مملوک علی صاحب کے شاگرد تھے اور چاہتے تھے کہ استاذ زادہ مولانا محمد یعقوب صاحب کو تین سو روپیہ ماہوار بابت

میں بلاکر حق خادمیت ادا کریں۔ مگر مولانا مرحوم اس وقت اکابر ملت (مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولانا محمد قاسم صاحب) کی تجویز سے دارالعلوم دیوبند میں تیس روپیہ ماہوار پر مدرس اول ہو چکے اور اجمیر کی یک صد روپیہ ماہوار کی ملازمت اور بریلی کی انسپکٹری مدارس کو خیرباد کہہ کر اس فقیرانہ مخلصانہ درسگاہ کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر چکے تھے اس لئے آپ نے بھوپال جانے سے انکار کر دیا اور مولوی جمال الدین کو لکھا "لاَ حَاجَۃَ فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ اِلَّا قَضٰھَا" "یعقوب کی دلی حاجت جو کچھ تھی وہ پوری ہو چکی" کہ بقدر ضرورت معاش کے ساتھ اہل اللہ کا قرب اور علمیہ دینیہ خدمت نصیب ہوگئی۔ لہٰذا اب کہیں آنے جانے کا خیال نہیں"

(تذکرۃ الخلیل ص ۱۰۳ مطبوعہ مطبع اعوان پرنٹنگ پریس و اقبال پرنٹنگ پریس سیالکوٹ)

اس زمانے کے تین سو روپیہ کی تنخواہ کو جو والد محترم کے ایک معزز شاگرد کی طرف سے پیش کی گئی ٹھکرا دینا یہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب ہی کا کام تھا۔ انکار پر جو عربی کا جملہ آپ نے نقل کیا ہے۔ وہ بڑا دلچسپ اور برجستہ ہے اور تھوڑی سی تبدیلی ہے قرآن کریم کی اس آیت میں جو سورہ یوسف میں حضرت یعقوب کی ترجمانی کرتی ہے۔ جبکہ آپ کے بیٹے یوسف علیہ السلام کے پاس مصر کے مختلف دروازوں سے داخل ہوئے:۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَھُمْ اَبُوْھُمْ	اور جب جس طرح ان کے باپ نے حکم دیا
مَا کَانَ یُغْنِیْ عَنْھُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ	تھا اندر داخل ہوئے تو آپ کا ارمان پورا ہوگیا
شَیْءٍ اِلَّا حَاجَۃً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰھَا	ان کے باپ کو ان سے خدا کا حکم ٹالنا مقصود نہ تھا

لیکن یعقوب کے جی میں ایک ارمان تھا جن کو انہوں نے ظاہر کر دیا۔" (سورہ یوسف رکوع ۹)

ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب بیان القرآن جلد ۵)

مولانا محمد یعقوب صاحب نے بڑی خوبی سے اس آیت کے آخر حصے کو اپنا کر مولانا جمال الدین کو انکار لکھ بھیجا اور اپنے بھانجے مولانا خلیل احمد صاحب کو بقول مصنف تذکرۃ الخلیل پچاس روپیہ ماہوار پر بھیج دیا۔

درگاہ اجمیر شریف کی ملازمت سے بےرخی

چونکہ آپ کو اجمیر شریف کے لوگوں سے بہت محبت تھی اس لئے وہاں کے لوگوں نے آپ کو درگاہ کے انتظامات کے سلسلے میں ملازمت کی طرف توجہ دلائی لیکن آپ نے اپنے مرید منشی محمد قاسم صاحب کو جواب میں تحریر فرمایا:۔

تمہارا خط آیا در باب علاقہ درگاہ جو کچھ تم نے لکھا ہے عزیزمن اس میں یوں مصلحت معلوم ہوئی اور بعد استخارہ یہی خیال میں آیا کہ میں بذات خود اپنے لئے اس کی خواستگاری بشرط بھی نہ کروں۔ احتمال ہے شاید شرط تورع میں آجائے پھر جائے انکار نہ ہو۔ اور غالباً اجمیر رہ کر ساٹھ روپیہ سے کم میں میری گذر نہ ہو پہلے پچیس روپیہ مہینے کا میرا خرچ تھا اور میں تنہا تھا اور وطن کو پندرہ روپیہ ماہوار بھیجتا تھا اور اب گھر پہ بھی مجمع جیسے زیادہ ہے اور بہ نسبت سابق اب ہر چیز کی گرانی ہے (مکتوبات یعقوبی م۲۱ ص۵۹)

سفر حجاز کا ارادہ

دارالعلوم دیوبند کی ملازمت کے دوران میں کئی دفعہ حجاز جانے کا ارادہ فرماتے رہے لیکن سامان نہ ہو سکا۔ منشی محمد قاسم نیانگری کو لکھتے ہیں:۔

اب تلک کچھ سامان سفر کا نہیں بنا دیکھئے مرضی الٰہی کیا ہے اگر کچھ صورت ہوئی تو انشاءاللہ تعالیٰ تم کو اطلاع دوں گا۔ اور حال میرا ایسا ہی پریشان چلا جاتا ہے اور کچھ ٹھور ٹھکانا نظر نہیں آتا۔ دعا کیجیو کہ امداد الٰہی دستگیری فرمائے (مکتوب م۱۹ مورخہ ۸ جمادی الاولی ۱۲۸۸ھ)۔

تنخواہ نہ لینے کا ارادہ

چونکہ جذب و سلوک کی منزلوں میں دل بیتاب رہتا تھا اس لئے دارالعلوم سے تنخواہ نہ لینے کا دل میں بے حد جذبہ تھا۔ ایک خط میں جو ۷ ذوالحجہ ۱۲۹۹ھ کو منشی محمد قاسم کو لکھتے ہیں۔

تم نے احقر کے ادھر آنے کی استدعا کی ہے۔ معلوم ہے کہ فرصت معدوم ہے اور مدرسہ والے چھوڑتے نہیں مگر بہت دنوں سے طبیعت متوحش ہو رہی ہے۔ جی سفر کو چاہتا ہے۔ ارادہ ہے کہ اب کے محرم[1] سے قید تنخواہ کی اٹھا دوں اور گذر توکل بخدا رہے اور محرم میں رخصت مدرسے سے لے کر پندرہ بیس روز کے قصد سے اجمیر شریف کی طرف چلوں اور اسی ذریعہ سے نیانگر بھی جاؤں آئندہ دیکھئے مرضی الٰہی کیا ہے اور ارادہ کس طور ظہور پکڑتا ہے۔" (۷ ذوالحجہ ۱۲۹۹ھ ص۱۱۱ مکتوبات یعقوبی)

توکل علی اللہ اور دارالعلوم سے ترک تنخواہ

اپنے مکتوب مورخہ ۲ صفر ۱۳۰۱ھ میں منشی محمد قاسم نیانگری کو لکھتے ہیں اور ترک تنخواہ کا حسب ذیل الفاظ میں اظہار فرماتے ہیں۔

جناب مولانا رشید احمد صاحب کے تشریف لانے پر معاملہ احقر کا شاید طے ہو دیکھئے۔ حضرت کا کیا ارشاد ہوتا ہے اور مولانا کیا فرماتے ہیں (کیونکہ حضرت گنگوہی سرپرست تھے) محرم اور صفر ایسے ہی گذرا جبر

---

[1] اب کے محرم سے تنخواہ نہ لوں یہ ماہ محرم ۱۳۰۰ھ کا ہے گویا نئے سال سے تنخواہ نہ لینے کا خیال پیدا ہو رہا ہے۔ یہ بزرگ دینی خدمت پر بمجبوری تنخواہ لیتے تھے۔ اور کوئی ذریعہ نہ تھا اور جن کے پاس کوئی اور ذریعہ روزگار ہوتا تھا وہ تنخواہ نہ لیتا تھا۔ انوار

> پیچھے گھر والوں نے مدرسے سے لے کر کچھ اٹھایا تھا اور کچھ پہلا قرض میرے ذمے تھا شاید کل کے پاس روپیہ ہو گئے ہوں۔ عادت قرض کی اول سے پڑی ہوئی ہے یہ ایک بلا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ کام توکل پہ چلیگا اور مدرسے سے لینے کی احتیاج نہ رہے۔ جب سے دیوبند آیا ہوں (یعنی اس سال محرم سے) مدرسے سے کچھ نہیں لیا۔ اور کام چل رہا ہے تم بھی دعا کیجیو کہ اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائے اور کسی آزمائش میں نہ ڈالے۔ ہم لوگ کم ہمت اور بے صبر ہیں" (مکتوبات یعقوبی ص ۱۱۹-۱۲۰)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مولانا نے محرم میں پندرہ بیس روز کی مدرسے سے چھٹی لی ہے اور ذوالحجہ کا مہینہ تھا۔ چھٹی لے کر وہ اجمیر اور رنبانگر تشریف لے گئے ہیں اس سفر کے بعد محرم سے مدرسے سے تنخواہ لینی بند کر دی چنانچہ پہلا خط جو ذوالحجہ کا ہے اس میں تنخواہ چھوڑ دینے کا ارادہ کیا ہے۔ دوسرا خط جو یہی ہے اس کے محرم سنہ ۱۳۰۱ھ سے تنخواہ نہ لینے اور توکل پر گزر کرنے کا فیصلہ قائم ہے گویا مولانا نے محرم سنہ ۱۳۰۱ھ سے وفات یکم ربیع الاول سنہ ۱۳۰۲ھ تک ایک سال دو ماہ کی تنخواہیں نہیں لیں اور توکل کا مقام طے کر لیا اور اس پر ثابت قدم رہے۔

غرض یہ ہے کہ سنہ ۱۲۸۳ھ سے سنہ ۱۳۰۲ھ تک مختلف منصوبوں کے باوجود حضرت مولانا دارالعلوم دیوبند میں (۱۹ سال تک) صدر مدرس اور شیخ الحدیث رہے اور آپ کا فیض صدقہ جاریہ بن کر آج تک جاری ہے۔

ذریعۂ معاش افتتاح دکان

یہ صحیح کہ مولانا نے توکل کے باعث مدرسے سے تنخواہ لینا چھوڑ دی مگر توکل ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کا نام نہیں ہے۔ اُس لئے مولانا نے ہاتھ پاؤں ہلائے ہیں۔

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا   پھر انجام اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

۷ رذوالحجہ سنہ ۱۲۹۹ھ کے ایک مکتوب بنام منشی محمد قاسم میں حسب ذیل تحریر نظر سے گزری ہے جس سے کسی دکان کھولنے کا پتہ چلتا ہے۔ یہ دکان کس نے کھولی۔ کس کے روپیہ پر کھلی، دکان پر کون کام کرتا ہے اور کہاں کھولی گئی۔ ان تمام امور کو پردۂ خفا میں رکھا گیا ہے آیا اس میں کسی کی شرکت بھی ہے یا نہیں۔ بہر حال عبارت یہ ہے اس سے آپ خود ہی اندازہ لگائیے لکھتے ہیں:۔

> "دو ارسال قانون دکان اسلامی بھولا تھا۔ اب دوسرے خط پہ دو عدد قوانین دکان تمہارے نام مرسل کئے ہیں۔ اس سال میں شروع دو ہزار روپیہ تھے اور اب دس ہزار کی رقم جمع ہو گئی ہے باوجود اس کے کہ کام جیسا چاہیئے پورا انجام نہ ہوا۔ مگر حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت نفع کی ہے۔ استغفر

ذی الحجہ پر حساب پورا پورا ہوگا۔ اور اس سال سے انشاء اللہ تعالیٰ صورت ترقی دکان کی لگائی جاوے گی"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ صاحبان نے مشترک سرمائے سے جس میں مولانا بھی شامل ہوں گے کوئی دکان کھولی ہے اس کا نام اسلامی دکان رکھا گیا ہے۔ دو ہزار کے سرمائے سے ماہ محرم میں کھولی گئی معلوم ہوتی ہے جس کا سرمایہ دو ہزار سے دس ہزار تک ایک سال میں پہنچ گیا۔ اس مشترکہ دکان کے کچھ قوانین و شرائط وضع کئے گئے ہوں گے۔ منشی محمد قاسم بھی غالباً شرکت کا ارادہ کرتے ہوں گے اس لئے انہوں نے دو خطوں میں "دکان اسلامی" کے قوانین و ضوابط مانگے ہوں گے جو بھیج دئیے گئے (مکتوب نمبر ٦٠ مورخہ ٧ ذوالحجہ ۱۲۹۹ھ ص ۱۱۷)

گاڑھے کپڑے اور گُڑ کا نرخ

۲ صفر ۱۳۰۱ھ کے مکتوب میں اپنے مرید کو بعض اشیاء کے نرخ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"گاڑھے کا نرخ دو روپیہ جوڑی ہے یعنی ۲۱ (اکیس) گز یہاں کے گز سے قریب بائیس کچھ اوپر انگریزی گز سے۔ اور کوئی چیز لائق روانہ کرنے کے سمجھ میں نہیں آئی۔ یہاں اب کی بار گڑ ارزاں (سستا) ہے۔ مگر لاوڑ اور اس کے اطراف میں دو روپیہ من ہے اور نانوتہ بائیس سیر فی روپیہ ہے مگر مال ناقص ہے اور نیل اڑھائی روپیہ سیر یہاں بک رہا ہے۔ ارادہ ہے کہ کچھ تھان گاڑھے کے روانہ کریں اگر نفع نکلا پھر روانہ کرنے آسان ہیں" (مکتوب نمبر ٦١ ص ۱۱۸)

ان مکتوبات سے پتہ چلتا ہے کہ سلسلہ معاش کاروبار تجارت کی شکل اختیار کر چکا تھا۔

مولانا کی خدمات جلیلہ اور مؤثر شخصیت

آپ کی زندگی کا بہترین عمل اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ دارالعلوم دیوبند کی خدمات جلیلہ ہیں اور ملازمت میں اگر کوئی بہترین زمانہ ہے تو وہ یہی زمانہ ہے آپ نے دارالعلوم کی خدمات میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ درس کے علاوہ فتویٰ نویسی، انتظامیہ امور اور دیوبند کے جلسوں میں تقریریں بھی کیا کرتے تھے۔

۲۰ صفر ۱۳۲۴ھ کے ایک انعامی جلسے کی روئیداد میں جو آپ کی وفات سے بائیس سال بعد ہوا جس میں مدرسے کی روئداد اور حالات قدیم بیان کرتے ہوئے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نائب مہتمم۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے عہد صدارت تدریس اور ان کی درس گاہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"مدرسے کی صدر درسگاہ میں جناب مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ جلوہ افروز ہوتے تھے اور اکثر جلسوں میں مولانا خود کھڑے ہو کر تقریر فرماتے تھے۔ وہ مقدس اور نورانی صورت جس کی ہیبت اور جلال کا اثر بڑے بڑے آدمیوں پر پڑتا تھا۔ اب کہاں ہے۔ اسی نظم میں (مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے) مولانا (محمد یعقوبؒ صاحب) کی نسبت لکھا ہے:۔

بیا درس گاہ کلانش نگر کہ جائے است دلچسپ و فرحت قرین
چوں اینجا رسی باادب باش و ہوش کہ یابی دراں اوستادِ مہیں
ملک سیرتے آسماں رفعتے بشر صورتے و فرشتہ جبیں

ترجمہ:- آئیے اوران کی درس گاہ کو دیکھئے کہ وہ ایک دلچسپ اور فرحت بخش جگہ ہے
جب آپ یہاں پہنچیں تو باادب اور باہوش رہئے کہ یہاں استاد بزرگ کو آپ پائینگے
جو سیرت میں فرشتہ ہے اور بلندی میں آسمان جیسا صورت میں بشر اور پیشانی فرشتے جیسی

(روداد دارالعلوم ۱۲۸۴ھ صفحہ ۱۷)

اس عبارت اوران اشعار سے مولانا کی بحیثیت صدر مدرس اور استاد بزرگ، درسگاہ میں بیٹھنے اور درس دینے کا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھینچ گیا ہے۔ نیز آپ کے جلال اور بشر صورت ملک فرشتہ سیرت ہوتے کا بھی اور یہ بھی کہ آپ دارالعلوم کے اکثر جلسوں میں تقریریں بھی فرمایا کرتے تھے۔

مولانا مدرس بھی اور ممتحن بھی

آپ کو معلوم ہی ہو چکا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا آغاز ۱۵/محرم ۱۲۸۳ھ کو ہوا اور اسی سال حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے مولانا محمد یعقوب صاحب کو صدر مدرسی پر مقرر کیا۔ وہ جہاں پڑھاتے تھے۔ امتحان بھی دوسرے ممتحنین کے ساتھ لیتے تھے اور دیوبند سے باہر بھی عربی مدارس کا امتحان لینے جاتے تھے۔ روداد سالانہ بابت امتحان ۱۲۸۴ھ میں ممتحنین کا معائنہ درج ہے جس کی عبارت حسب ذیل ہے۔ اس میں مولانا محمد یعقوب صاحب کے بھی دستخط ہیں:۔

"ہم نے امتحان مفصل مدرسہ عربی دیوبند کا لیا۔ عموماً حال مدرسہ لائق تحسین ہے باوجودیکہ ایک سال میں بسبب کثرت بیماری کے جواب تک چلی جاتی ہے۔ بہت سے حرج پیش آئے۔ تاہم مدرسان کی سعی سے خواندگی میں ترقی ہوگی۔

العبد	العبد	العبد	العبد
محمد قاسم نانوتوی	ذوالفقار علی دیوبندی	محمد یعقوب	مہتاب دین
(سرپرست و بانی دارالعلوم)	(رکن دارالعلوم دیوبند)	(مدرس اول)	(دیوبندی)

دارالعلوم دیوبند کی ۱۲۸۶ھ کی رپورٹ میں ہے:۔

الحمد للہ کہ بسعی و کوشش حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس و حضرت مولانا محمد محمود و مولانا سید احمد صاحب خواندگی پوری ہوئی۔ ۱۲۸۷ھ کی رپورٹ میں بھی یہی مضمون ہے کہ "یہ تعلیمی ترقی

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور مولانا محمد محمود صاحب اور مولانا سید احمد صاحب کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ سنہ ۱۲۸۸ھ کی رپورٹ میں ہے "اس سال بھی حسب معمول حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اور ملا محمود صاحب و مولوی سید احمد صاحب و مولانا محمد یعقوب صاحب نے امتحان لیا۔ سنہ ۱۲۸۹ھ میں بھی مولانا محمد یعقوب صاحب کا نام ممتحنین کی فہرست میں ہے اور جلسۂ تقسیم انعام بدست حضرتِ مولانا محمد قاسم میں مولانا محمد یعقوب صاحب نے سالانہ رپورٹ مدرسہ کی پڑھ کر سنائی۔ سنہ ۱۲۹۰ھ کے سالانہ جلسے میں جو جامع دیوبند میں ۱۹ ذیقعد سنہ ۱۲۹۰ھ مطابق ۹ جنوری سنہ ۱۸۷۴ء کو ہوا مولانا محمد یعقوب صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی اور سالانہ امتحان بھی اس سال کا لیا۔ سنہ ۱۲۹۱ھ کے ممتحنین میں بھی مولانا موجود ہیں۔

سنہ ۱۲۹۲ھ ۲ر ذوالحجہ کا جلسۂ دار العلوم جامع مسجد دیوبند میں بڑا عظیم الشان جلسہ تھا۔ اس جلسے میں باہر کے علماء، فضلاء، رؤساء، اکابر اور عوام سبھی قسم کے افرادِ ملت ہزارہا کی تعداد میں جمع ہوئے۔ جمعہ کے بعد مولانا محمد یعقوبؒ صاحب نے مولانا محمد قاسم صاحب کی تقریر پڑھ کر سنائی۔ مولانا محمد قاسم صاحب کی تقریر اور جلسے کی کارروائی کے بعد تمام شرکاءِ جلسہ اس مقام پر پہنچے جہاں دار العلوم کی بنیاد رکھی جانے والی تھی۔ چنانچہ ۲ر ذوالحجہ سنہ ۱۲۹۲ھ کو اسی سال طلبہ کی کثرت کے باعث دار العلوم کے بانی مولانا محمد قاسم نے مدرسہ کی بنیاد رکھوائی اور شہر کے باہر دار العلوم کا سنگ بنیاد اس جگہ پر رکھا گیا جس جگہ کو مولانا نے مدرسے کے لئے شہر کے مغرب میں خریدا تھا۔ پہلی اینٹ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری محشی بخاری استاذ قاسم نے رکھی۔ اس کے بعد مولانا محمد قاسم صاحب اصل بانی نے، بعد ازاں مولانا رشید احمد گنگوہی نے اور پھر مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی نے ایک ایک اینٹ رکھی یہ کچھ ہو چکا تو ان بزرگوں نے آسمان کی طرف نگاہیں اٹھاتے ہوئے بڑی عاجزی سے رو رو کر دار العلوم کی ترقی کی دعائیں کیں۔ اسی سنگ بنیاد کے موقع پر مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمایا تھا"

"عالم مثال میں اس مدرسے کی شکل ایک معلق ہانڈی کی سی ہے۔ یعنی جب اس کا مدار توکل و اعتماد علی اللہ پر رہے گا یہ مدرسہ ترقی کرتا رہیگا" (رپورٹ سالانہ مدرسہ سنہ ۱۲۹۲ھ)

اسی مضمون کو مولانا فضل الرحمٰن صاحب والد محترم مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے جو کہ خدمت دار العلوم میں مولانا محمد قاسم صاحب کے شریک و معاون تھے۔ حسب ذیل اشعار میں ادا کیا ہے لکھتے ہیں۔

اس کے بانی کی وصیت ہے کہ جب اس کیلئے   کوئی سرمایہ بھروسے کا ذرا ہو جائے گا۔
پھر یہ قندیل معلق اور توکل کا چراغ   یہ سمجھ لینا کہ بے نور و ضیا جائے گا۔
ہے توکل پہ بنا اس کی تو بس اس کا معین   ایک گر جائے گا پیدا دوسرا ہو جائے گا

غرضیکہ دارالعلوم کے یہ صدر مدرس یا شیخ الحدیث دارالعلوم کے سالانہ اجتماعات میں تقریریں بھی فرماتے اور جلسے کی تمام کارروائی میں حصہ بھی لیتے نہ صرف دارالعلوم دیوبند کے سالانہ تقریری امتحانات لیتے بلکہ باہر کے عربی مدارس مثلاً مظاہر العلوم سہارنپور، شاہی مسجد مرادآباد وغیرہا کے امتحانات بھی لینے جاتے تھے۔ المختصر دارالعلوم دیوبند میں سنہ ۱۲۸۳ھ میں ملازمت کے بعد آپ نے تا وفات سنہ ۱۳۰۲ھ اور کہیں ملازمت نہیں فرمائی اور آخر عمر تک دارالعلوم سے ہی وابستہ رہے۔

تلامذہ آپ کے تلامذہ میں اگر غور کیا جائے تو اجمیر، بنارس وغیرہا میں سینکڑوں طلبہ شاگرد بنے ہوں گے اور دارالعلوم دیوبند کی ۱۹ سالہ سروس کے تلامذہ کی بھی کافی تعداد ہوگی۔ اس لئے ہزاروں تک تعداد پہنچ سکتی ہے تاہم مشہور شاگردوں میں سے حسب ذیل ہیں۔ حکیم امیر احمد عشرتی صدیقی نانوتوی مولانا کے برادرزادہ مکتوبات یعقوبی کے مقدمے میں لکھتے ہیں:۔

> وہ آپ کے شاگرد و مرید اچھے اچھے مشاہیر، بنگال، پنجاب، پشاور، پورب وغیرہ میں بے شمار موجود ہیں۔ جن میں سے صرف قرب و جوار کے چند اسمأ یہ ہیں۔ (حکیم الامت) مولانا مولوی اشرف علی تھانوی، (شیخ الہند مولانا) مولوی محمود حسن (اسیر مالٹا) دیوبندی، استاذی مولانا ابو محمد عبداللہ صاحب انصاری، استاذی مولوی حکیم حسین شریف صاحب بنگلوری، استاذی مولانا مولوی منفعت علی صاحب دیوبندی، استاذی مولانا مولوی محمد مراد صاحب مقیم مظفر نگر (جامع معقول و منقول)، مولانا مولوی احمد حسن صاحب امروہی، مولوی امیر باز خاں صاحب سہارنپوری وغیرہم۔ آپ نے باطنی تعلیم کی تحصیل حضرت قبلہ عالم حاجی امداد اللہ صاحبؒ تھانوی مہاجر مکی سے فرمائی تھی۔ آپ نے دو مرتبہ حج ادا فرمائے (مقدمہ مکتوبات صہ ۷) ۲۱۰

ملازمت کے سلسلے میں تمام اقوال کو پیش نظر رکھتے ہوئے مولانا کی ملازمت کا تجزیہ یہ ہے کہ آپ اجمیر، بنارس، رڑکی، بریلی، سہارنپور اور آخر میں تا وفات دیوبند میں ملازم رہے۔

ہم نے یہاں تک ملازمت کے بارے میں کلام کیا ہے جس میں آپ کے تمام سلسلۂ معاش کا ذکر آچکا ہے۔ لہٰذا اب ہم دوسرے حالات کی طرف عنان قلم موڑتے ہیں۔

زیارت حرمین شریفین

حضرت مولانا محمد یعقوب رح صاحب کا پہلا حج

بتاریخ ۹ ذوالحجہ ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۹ جون ۱۸۶۱ء

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کے ہمراہ ۹ ذوالحجہ ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۹ جون ۱۸۶۱ء کو بروز بدھ پہلا حج ادا فرمایا۔ چونکہ جہاد حریت کے شعلے اگرچہ بجھ چکے تھے لیکن ہنوز کمپنی کی حکومت کی طرف سے پکڑ دھکڑ جاری تھی۔ مولانا محمد قاسم صاحب ہرگز محفوظ نہ تھے۔ حاجی امداد اللہ صاحب مکہ معظمہ کو ہجرت فرما چکے تھے اس لئے مولانا محمد قاسم صاحب نے بھی حج کا ارادہ فرمایا اور ان کے ہمراہ مولانا محمد یعقوب صاحب، اور دیوبند کے مشہور بزرگ حاجی محمد عابد صاحب بھی تھے۔ اس پہلے حج کی پوری روئداد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے اپنے دست مبارک سے لکھی ہے جو بیاض یعقوبی میں درج ہے ہم وہاں سے حرف بحرف پیش کرتے ہیں کہ یہ ایک قیمتی اور اہم دستاویز ہے۔

کیفیت سفر عرب بدست خاص

۱۲۷۷-۷۸ھ مطابق ۱۸۶۰-۶۱ء

یکم ماہ جمادی الاولی ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۵ نومبر ۱۸۶۰ء پنجشنبہ میں دیوبند گیا۔ ۱۰ر مطابق ۲۴ ۲شنبہ۔ دیوبند سے مولوی خورشید حسن صاحب (مولانا محمد قاسم کا تاریخی نام) مطابق ۲۲ر نومبر ۱۸۶۰ء ۸ر جمادی الاولی ۱۲۷۷ھ کو ساتھ لے کر وطن آیا۔ ۱۴ر مطابق ۲۸ر چہار شنبہ سواری زنانہ دیوبند سے آئی میری رخصت کے لئے ۱۵ر مطابق ۲۹ر پنجشنبہ، نانوتہ سے ڈیڑھ پہر دن چڑھے چلے بعد نماز ظہر رامپور میں قیام کیا ۵ کوس۔ ۱۶ر مطابق ۳۰ر جمعہ۔ رامپور سے چار گھڑی دن چڑھے چلے عصر کے وقت سہارنپور پہنچے۔ دس کوس۔ عشاء کے بعد حافظ عابد حسین[1] مع سواری زنانہ دیوبند سے آگئے، ایک روپیہ کرایہ گاڑی از رامپور[2] تا سہارنپور۔ ۱۷ر جمادی الاولی ۱۲۷۷ھ مطابق یکم دسمبر ۱۸۶۰ء شنبہ ہنڈی اٹاوہ ۳۲ ۱۲ر کو فروخت ہوئی ایک روپیہ ساہی کو دیا۔ لعہ ۱۹ کو گاڑی کرایہ ہوئی بشرکت مولوی مولا بخش صاحب بحساب

---

[1] حافظ عابد حسین صاحب مشہور و معروف دیوبند کی شخصیت جو دیوبند کے سادات خاندان میں سے اہل اللہ شخص ہیں اور جو بانئے دارالعلوم دیوبند میں مولانا محمد قاسم صاحب کے مددگار تھے۔ انوار

[2] رامپور ضلع سہارنپور میں گنگوہ کے قریب ایک قصبہ ہے جہاں کے حکیم ضیاء الدین تھے۔ انوار

دو حصہ میرے اور تین حصہ (باقی لفظ پڑھے نہیں گئے) اور سہارنپور میں مقام ہوا اور حافظ عابد حسین صاحب نے بسبب ہمارے مقام کیا۔ ۱۸ر جمادی الاول ۱۲۷۷ھ مطابق ۲ر دسمبر ۱۸۶۰ء یکشنبہ۔ صبح سے سامان لادنے اسباب اور سایہ کرنے جھگڑے کا کیا اور گاڑیبان کو چار روپیہ احقر نے ۶ روپیہ مولوی صاحب نے کل دس روپیہ دیئے اور بعد نماز چل کر سرساوہ[1] میں دو گھڑی رات گئے مقام کیا۔ آرد[2] فی روپیہ ۹ ثار (سیر) اور دال بھی اسی بھاؤ یہ منزل سات کوس۔ ۱۹ر مطابق ۳ر دوشنبہ۔ سرساوہ سے بعد نماز فجر چلے ظہر کی نماز جگادھری میں پڑھی آرد فی روپیہ ۹ ثار ۸ر کوس۔ ۲۰ر مطابق ۴ر سہ شنبہ۔ ڈیڑھ پہر رات رہے جگادھری سے چلے راہ میں ریتی مارکنڈی کو طے کر کے نماز ظہر ملانہ میں پڑھی ۱۴ کوس پہر رات رہے چلے قریب دوپہر چھاؤنی انبالہ پہنچے سب دوستوں سے ملاقات ہوئی وہاں سنا کہ مولوی مظفر حسین (کاندھلوی) کل رات تشریف لائے اور صبح روانہ آگے کو ہوئے اسی خیال پر وہاں سے بعد نماز ظہر چلے اور شہر انبالہ میں مقام کیا وہاں اتفاق سے راؤ عبداللہ[3] خانصاحب اور راؤ فاضل بخش خانصاحب اور راؤ امیر علی خانصاحب سے ملاقات ہوئی اونکا نام مولوی محمد تقی صاحب کے سامنے کہا ۱۴ کوس۔ ۲۲ مطابق ۶ر پنجشنبہ پہر رات رہے انبالہ سے چلے اور دوپہر تپارسی کی سرائے میں پہنچے۔ حافظ عابد حسین صاحب جدا ہو کر آگے کو روانہ ہوئے اور ہمارے گاڑیبان آگے جانے پر راضی نہ ہوئے۔ اس وقت مولوی (آگے نہیں پڑھا جاتا) (غالباً مولوی قاسم صاحب) پیادہ پا آگے کو روانہ ہوئے۔ ۱۲ کوس۔ ۲۳ر مطابق ۷ر جمعہ۔ حسب معمول پہر رات سے چلے اور پڑاؤ سرہند میں کہ سڑک کے کنارے شہر سے ایک کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مقام کیا اثنائے راہ سے میں زیارت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر میں گیا وہاں سے ہٹ کر حافظ عابد حسین صاحب سے ملاقات ہوئی وہ قافلہ سے ہٹ کر مل کر ٹھہر رہے تھے اور مولوی محمد قاسم صاحب بھی اور قافلہ روانہ آگے کو ہو گیا۔ ہم سے ملاقات نہ ہوئی۔ بعد نماز عصر اتفاقاً میاں غلام فخر الدین دہلوی ساکن حویلی خان دوران خان سے ملاقات ہوئی یہاں ریاست پٹیالہ کی طرف سے داروغہ مقرر ہیں میں ان کے مکان پر گیا اور اگلے روز بعد نماز ظہر رخصت ہوا۔ ۲۴ر مطابق ۸ر شنبہ سب ہمراہی حسب معمول رات سے چلے اور لشکری خان کی سرائے میں قیام کیا اور میں قبل ظہر میاں فخر الدین سے رخصت ہو کر بسواری یکہ

---

[1] سرساوہ جگادھری وغیرہ بستیاں سہارنپور اور انبالہ کے درمیان واقع ہے۔ انوار

[2] اس زمانے میں آٹا ایک روپیہ کا نو سیر اور دال ماش بھی روپیہ کی نو سیر تھی۔ گویا سوا نو روپیہ من دال اور آٹا تھے اور آج کل ماہ اگست وستمبر ۱۹۷۳ء مطابق رجب وشعبان ۱۳۹۳ھ میں پاکستان میں آٹا ۲۸ روپیہ من۔ دال ۱۲۰ روپیہ من چار روپیہ سیر گھی دیسی چودہ روپیہ فی سیر۔ انوار

[3] راؤ عبداللہ صاحب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے عاشق مرید جو ۱۸۵۷ء کے بعد مکہ معظمہ کو سفر کرنے کے دوران راؤ صاحب کے یہاں ٹھہرے تھے۔ انوار

بعد نماز مغرب اسی سرائے میں سب کے آنشامل ہوا۔ ۱۴ رکوس ۲۵ رمطابق ۹ ریکشنبہ حسب معمول کچھ رات سے چلے اور قبل دوپہر لدھیانہ پہنچے۔ قافلہ نے مقام کیا تھا۔ سب بزرگوں سے ملاقات ہوئی الحمد للہ علی ذالک سب کو خیال کشتی کرایہ کرنے کا یہاں سے تھا مگر شام کو یہ رائے مختلف ہوئی اور ارادہ فیروزپور براہ خشکی مصمم ہوا۔ مولوی محمد شفیع صاحب اور مولوی ابوالقاسم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے دعوت کی ۱۴ رکوس۔ ۲۶ رمطابق ۱۰ ردوشنبہ لدھیانہ میں مقام کیا اور قافلہ بعد نماز صبح روانہ آگے ہوا۔ ۲۷ رمطابق ۱۱ رسہ شنبہ بعد نماز عشا لدھیانہ سے چلے اور قبل دوپہر پڑاؤ جگراؤں پہنچے۔ یہاں سے شہر جگراؤں متصل ہے معلوم ہوا کہ قافلہ بعد نماز مغرب یہاں پہنچا اور صبح روانہ ہوا۔ ۱۷ رکوس ۲۸ مطابق ۱۲ رچہارشنبہ۔ آخر شب چلے اور قبل دوپہر پڑاؤ ڈمیناں میں پہنچے۔ حافظ عابد حسین صاحب بعد نماز صبح چلے اور ہم سے کچھ دیر بعد پہنچے۔ یہاں بھی قیام قافلہ معلوم ہوا۔ اور روانگی ۹ رکوس ۲۹ رمطابق ۱۳ رپنجشنبہ۔ بعد نماز عشا چلے اور قریب دوپہر پڑاؤ گھل میں پہنچے۔ یہاں بھی معلوم ہوا کہ قافلہ شب باش ہو کر آگے روانہ ہوا۔ ۱۲ رکوس ۳۰ مطابق ۱۴ رجمعہ آدھی رات سے چلے اور کچھ دن چڑھے فیروزپور پہنچے۔ ہم لوگ شہر کی سرائے میں مختلف مکانوں میں ٹھہرے ہیں۔ سب بزرگوں سے ملاقات ہوئی اور نماز جمعہ ادا ہوئی۔ ۹ رکوس۔ یکم جمادی الثانی (۱۲۷۷ھ) مطابق ۱۵ ردسمبر (۱۸۶۰ء) شنبہ صبح بعد نماز میں مع مولانا بخش صاحب کشتیوں کے دیکھنے کو گھاٹ پر گئے۔ وہاں سے ہٹ کر کوئی ایک کوس آئے تھے کہ مولوی نورالحسن صاحب و مولوی مظفر حسین صاحب[لہ] سے جو وہاں ہی جاتے تھے ملاقات ہوئی ان کے ساتھ پھر واپس گئے اور ظہر کی نماز وہیں دریا پر پڑھی بعد اس کے شہر کو آئے عصر کی نماز راہ میں پڑھی دریا فیروز سے پانچ چھ کوس ہے۔ ۲ رمطابق ۱۶ ریکشنبہ خطوط وطن + کو لکھے اور سامان سفر کا تہیہ کیا آٹا چاول دال خرید کیا۔ ۳ رمطابق ۱۷ ردوشنبہ صبح سے ارادہ دریا پر چلنے کا کیا کھانا کھا کر اسباب لادا اور بعد نماز ظہر کچھ دیر بعد چلے بعد مغرب دریا کے گھاٹ کندھو نامی پر پہنچے اور رات وہیں کناری سردی نہایت ہوئی۔ ۴ رمطابق ۱۸ رسہ شنبہ تفریق کشتیوں کی اور سواریوں کی جب کی تو نہایت تنگی معلوم ہوئی اسی سبب سے ہمارے رفقا نے بشرکت بعض اہل قافلہ ایک اور کشتی کرایہ کی (باقی عبارت پڑھی نہیں گئی) ص۱۵ ۵ ر مطابق ۱۹ رچہارشنبہ۔ تیاری چھپر بندی وغیرہ اس کشتی کا ہوا اور سب اہل قافلہ نے تینوں کشتیوں میں اسباب لادا اور سوار ہو کر ہمراہی اس کشتی کے ہوئے عصر کے وقت کشتی تیار ہو گئی اور نصف شب تک اسباب لادا اور کشتی ہی میں سو رہے۔ ۶ رمطابق ۲۰ پنجشنبہ۔ صبح کی نماز کے بعد ترتیب اسباب کی کی اور قبل ظہر کشتی کھلی نماز ظہر

[لہ] مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلے کے بڑے مشہور پابند سنت اور متقی شخص تھے مولانا محمد قاسم صاحب کے زمانے میں ان سے اوپر کی نسل میں سے تھے مولانا مملوک علی کے معاصرین میں سے ان کے دوست تھے۔ انوار

کشتی میں پڑھی اور ایک کشتی ان کشتیوں میں سے ہمارے ساتھ ہوئی اور کشتیاں مولوی مظفر حسین صاحب و مولوی نور الحسن صاحب کی بسبب غائب ہونے ملاحوں کے گھاٹ پر رہیں۔ عصر کے وقت کنارہ مغربی پر نزدیک ملاحوں کے گاؤں کے گھاٹ سے بفاصلہ دو کوس کے مقام پر کیا رات بھر وہیں رہے نام گاؤں کا ابیکے ہے اور ہمارے ملاح شامی نام کا وطن ہے۔ شامی اپنے گھر رہا اور اس کا بھائی گاما نام ہمارے ہمراہ ہوا۔ ۷ مطابق ۲۱ جمعہ کھانا کھا کر صبح کا اور حاجی جی کی کشتی روانہ ہوئی اور وہ دونوں کشتیاں باقی بھی نظر آنے لگیں۔ اس لئے قصد چلنے کا کیا ظہر کے وقت مقام کیا۔ دریا کے کنارہ امروٹ شہر سے بفاصلہ (عبارت کٹ گئی) اور چاروں کشتیں اکٹھی ہو گئیں ۵ کوس چلے۔ ۸ مطابق ۲۲ شنبہ صبح کی نماز پڑھتے ہی کشتیاں کھلیں ہم نے کھانا کچھ رات سے پکا رکھا تھا کشتی میں بیٹھ کر کھانا کھایا راہ میں ریتے بہت آئے اس سبب سے کشتیوں کے چلنے میں حرج ہوا عصر کے وقت مولوی مظفر حسین صاحب نے ایک گاؤں پنجدانوں کے قریب لنگر کیا اور ہماری کشتی اور حافظ عبد السمیع صاحب کی کشتی بھی وہیں ٹھہری اور مولوی نور الحسن صاحب کی نہ پہنچی وہ راہ میں پھنسے رہے شام تک انتظار رہا دس کوس چلے۔ ۹ مطابق ۲۳ یکشنبہ۔ صبح کی نماز کے بعد مولوی مظفر حسین صاحب مع چند آدمیوں کے واسطے تلاش حال کشتی مولوی نور الحسن صاحب کے روانہ ہوئے کہ اتنے میں کشتی نظر آئی اور اس کے پہنچتے ہی سب کشتیاں چل نکلیں اور آج کشتیاں پاس پاس رہیں راہ میں ظہر کے وقت ایک گاؤں کے قریب لنگر کیا اور سب ملاح کشتی والے گاؤں میں گئے گوشت خرید کر لائے۔ عصر کے وقت وہاں سے چلے اور قریب مغرب لنگر کیا۔

۱۰ مطابق ۲۴ دوشنبہ صبح کی نماز کے بعد چلے دوپہر کو مولوی مظفر حسین صاحب کی کشتی بسبب خلل سکان کے ٹھیری اور کشتیاں ایک گاؤں کے قریب آ ٹھہریں ہماری کشتی میں بھی خلل تھا اس کی درستی کی۔ ظہر اور عصر وہیں پڑھی بعد نماز مغرب لنگر کیا۔ آج کہتے ہیں کہ پندرہ کوس چلے۔ ۱۱ مطابق ۲۵ سہ شنبہ صبح کی نماز بعد چلے دوپہر کے بعد سب کشتیاں ادائے نماز ظہر کے لئے ٹھہریں۔ ہماری کشتی کے ملاحوں نے کچھ درستی سکان وغیرہ کی کی ایک گاؤں یہاں تھا اس میں سے شلجم خریدے اور عصر کی نماز اول وقت پڑھ کر سوار ہوئے عبد السمیع کی کشتی آگے ہم سے چلی اور شام ہم تینوں کشتی والوں نے ایک جگہ مقام کیا اور ان کی (عبارت کٹ گئی) ہی رہی اس راہ میں دریا کے کنارے جھاؤ بکثرت ملتا ہے اور ایندھن سب قافلہ کو ملتا ہے۔ ۱۲ مطابق ۲۶ چہار شنبہ۔ آج صبح سے چلے اور راہ میں ظہر کی نماز پڑھی عصر کی نماز کے وقت لنگر کیا یہاں سے پاکپتن[۵] جانب غرب ہے۔ مولوی محمد قاسم و حافظ عابد حسین و مولوی مولا بخش صاحبان اسی وقت روانہ ہوئے اور اگلے روز مقام کی ٹھہری۔ ۱۳ مطابق ۲۷ پنجشنبہ ——— صبح کا کھانا کھانے کے بعد اہل قافلہ شہر کو گئے

---

[۵] پاک پٹن پاکستان کی مشہور بستی جہاں حضرت بابا فرید شکر رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ہے ۔ ۔ ۔ ۔ انوار

بھی گیا۔ چوتھی ریشمی پلہ حضرت[1] کی نذر کے واسطے (عبارت کٹ گئی) اور زیارت مزار حضرت بابا فرید شکر گنج کی کی اور مولوی دلاور بخش سے ملاقات کی (عبارت کٹ گئی) ملاح اس جائے کو گھاٹ سے تین کوس بتلاتے تھے۔ مگر قریب پانچ کوس معلوم ہوتے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد چلے اور مغرب کی نماز گھاٹ پر پڑھی اور خطوط وطن کو روانہ کئے ۱۴ مطابق ۲۸ جمعہ۔ صبح چلے اور راہ میں بسبب ٹوٹ جانے سکان کشتی مولوی صاحب کے دوپہر کے وقت ٹھہرے اور ظہر کی نماز اور عصر کی اول اوقات وہیں پڑھی ہماری کشتی پیچھے رہی اور شام کو مقام کیا اور تینوں کشتیاں آگے ٹھہریں۔ ۱۵ مطابق ۲۹ شنبہ۔ موافق معمول چلے کچھ دور چلے تھے کہ کشتیاں نظر آئیں اور سب ہمراہ راہ میں ظہر کی نماز ادا کی اور عصر کے وقت مقام کیا۔ ۱۶ مطابق ۳۰ یکشنبہ۔ صبح سے چلے اور راہ میں ظہر کی نماز پڑھی پھر عصر کے اور مغرب کے وقت ایک گاؤں کے قریب لکھا نام کے مقام کیا۔ یہاں سے بہاولپور پچاس یا ساٹھ کوس ہے اور چالیس کوس پاکپٹن سے آئے ۱۷ مطابق ۳۱ دو شنبہ۔ حسب معمول چلے اور مغرب کے وقت مقام کیا۔

۱۸ جمادی الاخری ۱۲۷۷ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۶۱ء

۱۸ جمادی الاخری ۱۲۷۷ھ یکم جنوری ۱۸۶۱ء سہ شنبہ۔ حسب معمول چلے اور کچھ دن رہے مقام کیا۔ ۱۹ مطابق ۲ چہار شنبہ۔ صبح سے چلے اور بیچ میں نمازیں ادا کر کے شام کو مقام کیا۔ ۲۰ مطابق ۳ پنجشنبہ آج توقع تھی کہ بہاولپور پہنچتے۔ مگر صبح سے ہوا شدت کی چلی اور کچھ دور چل کر مقام کیا۔ ۲۱ مطابق ۴ جمعہ۔ آج بھی کچھ دور چلے تھے کہ ہوا کی شدت ہوئی اور ظہر تلک مقام رہا۔ بعد ظہر شام تلک چلے۔ ۲۲ مطابق ۵ شنبہ۔ آج ہوا کم ہوئی اور علی الصباح چلے دوپہر کو بہاولپور کے گھاٹ پر مقام کیا اور اسی وقت اکثر اہل قافلہ اور ہمارے سب ہمراہی شہر کو گئے۔ یہ بستی دریا سے دو ڈھائی کوس ہے اور سب جنس غریب کی ۲۳ مطابق ۶ یکشنبہ۔ آج مقام رہا اور بعضے لوگ اسباب خرید نے شہر کو گئے۔ مولوی محمد مولا بخش صاحب اور مولوی محمد مظہر صاحب کی کتابیں چند فروخت ہوئیں۔ سنہ ۱۲۷۴ کو جن کی تفصیل اس کتاب میں ہے۔ (بیاض میں ایک جگہ یہ تفصیل تھی مگر نقل نہیں کی گئی) ۲۴ مطابق ۷، دو شنبہ۔ صبح چلے اور شام کو بعد عصر تین کشتیوں نے مقام کیا اور حافظ عبد الرحمٰن کی کشتی کچھ آگے بڑھ گئی تھی۔ ۲۵ مطابق ۸ سہ شنبہ صبح چلے سامنے سے کشتی آئی اور سب ہمراہ چلے ظہر کے وقت ایک گاؤں میں گھی خریدا اور مغرب کے وقت مقام کیا اس گاؤں سے سات کوس انج اور بیس کوس بہاولپور

---

[1] حضرت پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب مراد ہیں۔ انوار

رہا۔ ۲۶ر مطابق ۹ر چہارشنبہ۔ حسب معمول چلے کوئی چار پانچ کوس آئے تھے کہ ملاؤ دریائے چناب جہلم و راوی کا آملا اور پانی بہت گہرا اور صاف اور ٹھنڈا معلوم ہوا اور دوپہر کو بسبب ہوا کے ٹھہرے یہ کنارہ اچ کے قریب تھا تین کوس اچ کو بتلاتے تھے بعد نماز ظہر آگے کو چلے اور مغرب کے وقت مقام کیا (عبارت کٹ گئی) ۲۷ر مطابق ۱۰ر پنجشنبہ کچھ چلے تھے کہ دریائے سندھ بھی آملا اور شام کو کچھ نزدیک مٹھن کوٹ کے مقام کیا۔ ۲۸ر مطابق ۱۱ر جمعہ۔ صبح چلے راہ میں مٹھن کوٹ کے کنارے ٹھہرے یہ شہر بہت اچھا ہے۔ اکثر لوگوں نے غلہ وغیرہ خریدا۔ ہم نے کھجوریں لیں اور ایک (پڑھا نہیں گیا) شیخ محمد عاقل نظامی خاندان کے بزرگ کی زیارت کی یہ بزرگ خلیفہ مولانا فخرالدین دہلوی کے ہیں اور شام کو حافظ عبدالرحمٰن صاحب کی کشتی آگے بڑھ گئی اور ہماری کشتی نے بیچ میں مقام کیا۔ اور بعد نماز عصر اور دونوں کشتیاں باقی کچھ ہم سے پیچھے ٹھہریں۔ ۲۹ر مطابق ۱۲ر شنبہ۔ صبح سے چلے اور سب کشتیوں نے ہمراہ مقام کیا اور چاند نظر آیا اور حافظ عابد حسین ایک گاؤں سے گھی خرید کر لائے۔ تین[1] کا ۶ ثار

یکم رجب ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۳ر جنوری ۱۸۷۸ء

یکم رجب مطابق ۱۳ر یکشنبہ۔ صبح چلے اور ظہر کے وقت پہلے بسبب ہوا کے ٹھہرے اور وہیں سب نے مقام کیا۔ ۲ر مطابق ۱۴ر دوشنبہ۔ حسب معمول چلے اور شام کو یکجا مقام کیا۔ ۳ر مطابق ۱۵ر سہ شنبہ رات سے ابر محیط آسمان رہا اور ترشح رہا اور ہوا بشدت چلی اسی لئے اسی کنارہ مقام رہا اگرچہ بعد ظہر سے ترشح موقوف تھا مگر ہوا شام تک ویسی ہی رہی۔ ۴ر مطابق ۱۶ر چہارشنبہ۔ رات کو ابر و ہوا موقوف ہوا نماز صبح کی پڑھ کے چلے عصر کے وقت سب کشتیوں نے باہم مقام کیا۔ ۵ر مطابق ۱۷ر پنجشنبہ صبح چلے اور کچھ دن رہے سکھر[2] کے نزدیک پہنچے اور خیال تھا کہ آج پہنچتے مگر بسبب شام کے مقام کیا۔ ۶ر مطابق ۱۸ر جمعہ بعد نماز صبح چلے اور کچھ دن چڑھے سکھر پہنچے اور جنس آرد و برنج و دال خریدی اور نماز جمعہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب کی مسجد میں پڑھی یہ بزرگ بہت بڑے عالم اور نیک ہیں ملاقات ہوئی۔ ۷ر مطابق ۱۹ر شنبہ۔ آج مقام کیا میں نے بھی شہر کی سیر کی خطوط وطن کو لکھے تلاش عبدالحق کی کی (یہاں عبارت پڑھی نہیں گئی) میں ہیں۔ ان کے پاس معرفت نوکران لین صاحب کے خط بھیجا ۸ر مطابق ۲۰ر یکشنبہ۔ صبح ملاح ہماری کشتی کے چھپ کے بھاگ گئے۔ گاما اور اس کا بھائی (یہاں لفظ پڑھا نہیں گیا) ناچار مقام ہوا اور شام تک بند و بست میں مصروف رہے اور مولوی صاحب (یہاں بھی

---

[1] تین روپیہ کا سوا چھ سیر دیسی گھی یعنی ایک روپیہ کا دو سیر ایک چھٹانک اور کچھ تولے اور آج کل ستمبر ۱۹۴۳ء میں دیسی گھی لائلپور میں چودہ روپیہ سیر بک رہا ہے۔ زندگی سخت دشوار ہے لٹھا ساڑھے پانچ روپے گز ہے۔ عام طور پر ڈالڈا بناسپتی گھی بکتا ہے لیکن وہ بھی سوبابین سورج مکھی اور بنولے کے تیل کا جمایا ہوا چھ روپیہ سیر ہے وہ بھی نہیں ملتا۔ انوار

[2] صوبہ سندھ کا مشہور شہر۔ انوار

عبارت پھٹ گئی) ۹ر مطابق ۱۲ر دوشنبہ مولوی صاحب عشا کے وقت روڑھی[1] سے آئے اور اس وقت جو (یہاں الفاظ بوجہ پھٹ جانے کے پڑھے نہیں گئے) ہوئیں۔ صبح سے اسی فکر میں لگے ظہر کے وقت تین آدمی مقرر کئے (یہاں الفاظ پھٹ گئے) یہاں ایک گاؤں ہے کہتے ہیں سکھر سے آٹھ کوس ہے۔ ۱۰ر مطابق ۲۲ر سہ شنبہ۔ صبح نماز پڑھ کر چلے ظہر کی نماز راہ میں پڑھی کچھ دور چل کے بسبب اس کے مولوی (یہاں بھی لفظ رہ گیا) بھاگ گیا تھا۔ مقام ہوا یہاں ایک گاؤں نزدیک ہے سکھر سے بیس کوس (یہاں بھی الفاظ پڑھے نہیں گئے) کو بسبب ساگ توڑنے کے گاؤں کے لوگ پکڑ کر لے گئے۔ بعد نماز عشا کے مولوی (یہاں بھی لفظ رہ گیا) وہاں ایک سوار ملا پیران انبہٹہ کا رہنے والا اتحاد یہاں کچھ الفاظ پھٹ گئے تھے) ۱۱ر مطابق ۲۳ر چہار شنبہ۔ صبح چلے دریا کے کنارے منڈی اناج کی تھی وہاں ٹھہرے مولوی مولا بخش صاحب بیس ۲۰ روپیہ کے اناج خرید کے لائے۔ مولوی نور الحسن صاحب آگے چل دیئے اور بعد ان کے مولوی مظفر حسین صاحب پھر ہماری کشتی چلی مغرب کے وقت ایک جا مقام ہوا حاجی کی کشتی پیچھے رہ گئی۔ ۱۲ر مطابق ۲۴ر پنجشنبہ۔ بعد اشراق چلے ظہر کے وقت حاجی کی کشتی بھی آملی۔ قریب مغرب مقام کیا رات کو ترشح ہوا اور ابر محیط رہا۔ صبح تلک اور ہوا چلتی رہی۔ ۱۳ر مطابق ۲۵ر جمعہ۔ صبح سے عصر کے وقت مقام کیا ابر و ہوا بدستور رہا اور حاجی کی کشتی ہم سے کچھ آگے بڑھی ۱۴ر مطابق ۲۶ شنبہ۔ ابر و ہوا اور ترشح رات سے رہا۔ صبح سے انتظار ہوا کا کیا قریب ظہر چلے اور سب نے یکجا مقام کیا۔ ملاح سندھی بخش جو سکھر سے ساتھ ہوا تھا بھاگ گیا ۱۵ر مطابق ۲۷ر یکشنبہ۔ رات کو ترشح اور ہوا موقوف ہوئی۔ صبح باوجود ابر کے روانہ ہوئے۔ ظہر کی نماز کے وقت شہر لعل شہباز میں پہنچے اور میاں خدا بخش نے اور گاما نے گمن[2] کھینچا اور حافظ عابد حسین صاحب سکان پر رہے یہاں ٹھہرے اور شہر کو دیکھا اور زیارت قبر حضرت لعل شہباز کی کی۔ یہ شہر خام اور چوبی تعمیر ہے۔ اس شہر کا نام سوان ہے۔ ۱۶ر مطابق ۲۸ر دوشنبہ۔ صبح چلے راہ میں ظہر کے وقت ہماری کشتی بسبب درستی سکان کے کچھ ٹھہری عصر کے اول وقت نماز پڑھ کے چلے قریب مغرب حاجی کی کشتی کے پاس جو ہم سے آگے ٹھہری تھی۔ مقام کیا دونوں کشتیاں پیچھے رہیں۔ آج دو آدمی حاجیوں میں سے دو دو روپیہ کے نوکر رکھے۔ کشتی کے گمن کھینچنے کے لئے۔ ۱۷ر مطابق ۲۹ر سہ شنبہ۔ صبح سے انتظار کشتیوں کا کیا جب کچھ دن (پڑھا نہیں گیا) تردد زیادہ ہوا ہم چند آدمی کنارے واسطے دریافت حال کے چلے بعض کشتیاں جو ادھر سے آئیں ان سے معلوم ہوا کہ ہماری روانگی کے بعد ان کے یہاں کے ملاح بعضے بھاگ گئے اور یہ باعث دیر کا ہوا شام کو بعد عصر دونوں کشتیاں آپہنچیں۔ ملاحوں کا بھاگنا اور پھر ملاح نوکر رکھنا اور ان کا انکار اور قافلہ کے لوگوں کا کشتی کھینچ کر لانا بیان کیا شکر الٰہی کیا۔ ۱۸ر مطابق ۳۰ر

---

[1] روڑھی سندھ کا شہر

[2] کشتی کی کوئی چیز ہے۔

چہارشنبہ۔ صبح سے چلے اور ہوا چلتی رہی اور مولوی نورالحسن صاحب کی کشتی کو ان کے یہاں کے لوگ کھینچ کر ہی شام کو ٹھہر گئے سب کشتیاں یکجا ہوئیں یہاں معلوم ہوا کہ سوان اور حیدرآباد کے بیچوں بیچ ہے۔ ۱۹ر مطابق ۳۱ر پنجشنبہ۔ صبح سے چلے بعد نماز ظہر مولوی نورالحسن صاحب کی کشتی کی طرف سے آواز آئی کہ ٹھہرنا چاہیئے اور وجہ توقف نہ معلوم ہوئی۔ اسی میں تینوں کشتیاں ایک کنارہ آ ٹھہریں۔ اس وقت معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کی کشتی چکر میں آ گئی تھی۔ ان کے لوگ کنارہ کو کود کر رسی سے اسے کھینچنے لگے پھر موقع چڑھنے کا نہ ملا اور کشتی میں کوئی کھینے والا نہ رہا اور پانی تیز تھا کشتی کچھ اپنے طرز پر بہے چلا اور وہ ایک ریت پر جا چڑھی۔ مولوی مظفر حسین صاحب نے توقف کر کے ملاح آگے کو بھیجے اور جو لوگ کنارے پر تھے پریشان حال ان کو اپنے یہاں سوار کیا حاجی کی کشتی آگے بڑھ گئی تھی دو روز سے گرمی نے ظہور پکڑا ہے

۲۰ رجب ۱۲۷۷ھ مطابق یکم فروری ۱۸۶۱ء جمعہ

۲۰ر مطابق یکم فروری ۱۸۶۱ء جمعہ۔ صبح سے باہم چلے اور وقت ظہر کوٹلے حیدرآباد میں پہنچے جانب مشرق حیدرآباد واقع ہے۔ بفاصلہ دو تین کوس وہاں جانا نہیں پڑا اور کنارہ غربی پر یہ بستی واقع ہے۔ یہ چھاؤنی ہے اور اکثر کارخانہ انگریزی یہاں ہیں یہاں سکھر سے ہر چیز کا نرخ گراں ہے۔ یہاں پان چھالیہ وغیرہ اشیاء ملے۔ ۲۱ر مطابق ۲ر شنبہ۔ بعد نماز صبح چلے اور ظہر کے بعد ایک شہر جہرک نام کے متصل ٹھہرے۔ دامن کوہ میں یہ بستی واقع ہے اور ہوا چلنے لگی۔ ۲۲ر مطابق ۳ر یکشنبہ۔ بعد نماز چلے کچھ دور چلے تھے کہ ہوا بشدت چلی اور کنارہ مشرقی پر مقام کیا۔ تینوں کشتیاں ہم سے کچھ آگے بڑھ گئی تھیں حاجی کی کشتی بیچ میں دریا کے ایک لکڑ میں اٹک گئی۔ اور شدت ہوا کی تھی بہت خوف ہوا۔ چھتا ملاح مولوی محمد مظفر حسین صاحب کی کشتی کا کشتی کو سواری زنانہ مردانہ سے خالی کر کے اس کی مدد کو لے گیا۔ اور اس کی سواریاں اور اسباب اپنی کشتی میں لے کے اور کشتی کو زور لگا کر کھینچا بہت دقت سے اس بلائے ناگہانی سے نجات ہوئی اور بخیر اللہ نے کنارہ لگایا۔ ۲۳ر مطابق ۴ر دوشنبہ۔ تمام شب ہوا کی شدت رہی صبح کچھ تخفیف ہوئی تھی۔ سورج نکلے چلے کچھ دور نہیں چلے تھے کہ پھر ہوا کی شدت بدستور ہوئی۔ ہماری کشتی کنارہ غربی پر لگی اور وہ تینوں کشتیاں کنارہ شرقی پر۔ آنا نہ ہو سکا کہ ہم وہاں پہنچتے یا وہ یہاں آتے۔ ۲۴ر مطابق ۵ر سہ شنبہ۔ ہوا بدستور تمام شب رہی۔ صبح حسب دستور کچھ تخفیف تھی۔ کچھ دور نہیں چلے تھے کہ پھر ہوا کی شدت ہوئی کشتی کو رسی سے کھینچ کر بہت دقت سے تین کشتیاں کنارہ شرقی پر آئیں۔ اور مولوی مظفر حسین صاحب کی کشتی کنارہ غربی پر رہی شام کو وہ بھی اس کنارہ آ گئی۔ ۲۵ر مطابق ۶ر چہارشنبہ۔ رات سے کچھ تخفیف ہوا کو رہی صبح ہوتے ہی سب کشتیاں چلیں۔ اللہ کے فضل سے تمام روز ہوا (عبارت کٹ گئی) اور عصر کے اول وقت مقام کیا۔ ۲۶ر مطابق ۷ر پنجشنبہ۔ صبح چلے اور ہوا کی شدت ہوئی تینوں کشتیاں آگے بڑھ گئیں ہماری کشتی پیچھے ایک کنارہ (عبارت کٹ گئی) بعد ظہر کھینچ

کھانچ کر ان کشتیوں کے پاس کنارہ لا لگائی۔ ۲۷؍ مطابق ۸؍ جمعہ۔ صبح چلے اور کچھ دور چل کے کچھ ہوا تھی سب کشتیاں ٹھہر گئیں۔ مولوی نور الحسن صاحب کی کشتی پیچھے رہ گئی تھی وہ بھی کچھ دیر بعد وہیں آ ٹھہری معلوم ہوا کہ چکر کھا کے ایک پہاڑ میں اٹک گئے تھے۔ ۲۸؍ مطابق ۹؍ شنبہ۔ یہاں تک اثر مدوجزر دریائے شور سے پانی گھٹتا بڑھتا ہے۔ پانی چلنے کے ساتھ رات سے چلنے کا قصد کیا مگر صبح چلے اور دوپہر کو بسبب ہوا کے کچھ ٹھہرے پھر عصر کے وقت (عبارت کٹ گئی) ۲۹؍ مطابق ۱۰؍ ایکشنبہ۔ بعد عشا کے کشتیاں چھوڑیں اور آخر شب میں جب آمد موج کی زیادتی ہوئی صبح تک ٹھہرے بعد نماز چلے ظہر کے بعد سے مزاحمت موج کی پھر ہوئی قبل عصر پھر مقام کیا۔ ۳۰؍ مطابق ۱۱؍ دوشنبہ۔ بعد مغرب چلے اور قریب آدھی رات کے پھر آمد موج ہوئی مقام کیا۔ کچھ رات رہے چلے اور صبح کی نماز راہ میں ادا کر کے چلے ہوا کی شدت اور آمد موج ہوئی۔ کشتی کو رسہ سے کھینچ کھانچ کر کنارہ شرقی پر لا لگائی یہ گھاٹ گھوڑا باری کا ہے ایک مختصر بستی یہاں ہے الحمد للہ علی ذالک ظہر کے وقت۔

یکم شعبان ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۲؍ جنوری ۱۸۶۱ء

یکم شعبان ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۲؍ سہ شنبہ۔ کوٹھوں کی تلاش رہی اور بعض لوگ مجھے جانے والی کوٹھوں پر کرایہ کر کے روانہ ہوئے شام کو ایک غنجہ مال کا بھرا ہوا آیا اس کا معاملہ شام کے وقت کیا عدن تلک ۱۲۲۵ روپے کو کرایہ ہوا۔ سائی دے دی اور سب نے جا کر اس کو دیکھا۔ ۲؍ مطابق ۱۳؍ چہار شنبہ صبح اس مرکب کے دیکھنے کو اور مساحت اور تجویز زنانہ اور مردانہ سواریوں کا کرنے گئے دوپہر کو آئے بعد ظہر سے اہل کشتی سے بالاجمال روپے وصول کر کے عشا تک فراغت پائی۔ ۳؍ مطابق ۱۴؍ پنجشنبہ۔ روپے جا کر ابراہیم سیٹھ مالک غنجہ کو دیئے اور اس سے اقرار نامہ اسٹامپ کے کاغذ پر لکھوایا اور ناخدا نے غنجہ کو اسباب سے خالی کیا۔ ۴؍ مطابق ۱۵؍ جمعہ۔ مقام رہا اور غنجہ میں مٹی بھری اور جگہ کو برابر کیا اور سہارنپور کا قافلہ سکھر سے آگبوٹ پر سوار ہو کر یہاں پہنچا دو گھنٹہ قبل ظہر کر کراچی کو روانہ ہوا۔ چودھری رحم علی اور حافظ اللہ دیا ساتھ تھے۔ حجام نانوتہ کے اور شیراتی پیچھے رہے۔ ۵؍ مطابق ۱۶؍ شنبہ۔ آج ناخدا نے لکڑی اور پانی کا سامان کیا۔ ۶؍ مطابق ۱۷؍ ایکشنبہ۔ ناخدا غنجہ کو لے کر ہماری کشتیوں کے قریب لایا۔ مگر سامنے کی ہوا کے سبب ذرا فاصلہ سے ٹھہرا۔ ۷؍ مطابق ۱۸؍ دوشنبہ۔ صبح سے سامان اسباب لادنے کا جہاز پر کیا۔ قریب شام کے اسباب لاد کر بعضے مرد اور سب عورتیں جہاز میں رہیں اور ہم نے بعضے لوگوں نے کنارہ پر رات گزاری۔ ۸؍ مطابق ۱۹؍ سہ شنبہ۔ صبح سب سوار ہوئے اور لنگر اٹھا جس جگہ غنجہ اول کھڑا تھا وہاں پہنچ کر مقام کیا۔ ۹؍ مطابق

۲۰ر چہارشنبہ۔ صبح لنگر اٹھایا اور کچھ دور چل کر ٹھہرے اور معلم ابراہیم آئے اسی میں ان کے انتظار میں ٹھہرے رہے۔ ۱۰ر مطابق ۲۱ر پنجشنبہ۔ صبح لنگر اٹھایا اور جہاں دریائے شور میں اب سندھ ملتا ہے وہاں ٹھہرے ۱۱ر مطابق ۲۲ر جمعہ۔ سرکاری ہوڑی نے آکر جہاز کو اس جگہ سے کہ جائے خوف تھی نکالا اور تمام دن چلتے رہے ۱۲ر مطابق ۲۳ر شنبہ۔ نصف شب سے ہوا کم ہوئی اور سب کو ہچکا اور قئے آئی معلوم ہوا کہ سہارنپور کا قافلہ اب تک مقیم ہے اور جہاز کرایہ کر لیا۔ ۱۲۵۰ کو مگر اب تک چلنے کو (شاید کچھ لکھنے سے رہ گیا) ۱۳ر مطابق ۲۴ر یکشنبہ۔ بعد ظہر کراچی بندر پر لنگر کیا۔ بعضے لوگ اسی وقت ہوڑیوں میں بیٹھ کر کنارے گئے۔ ۱۴ر مطابق ۲۵ر دوشنبہ صبح اکثر آدمی ہوڑیوں میں کنارہ پر گئے ہم بھی گئے سہارنپور کے قافلہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے جہاز ۱۲۵۰ کو کرایہ کیا مگر چلنے میں توقف تھا۔ ۱۵ر مطابق ۲۶ر سہ شنبہ۔ صبح معلوم ہوا کہ بسبب پانی کے آج مقام ہے۔ قاضی فضل الرحمٰن صاحب معہ فوجدار کے کہ نام کوتوال کا اس ملک میں ہے جہاز پر آئے کوتوال بسبب تنگی جائے اور کثرت آدمیوں کے مانع ہوا مگر وہ بلحاظ خاموش واپس گیا اور جہاز قاضی صاحب کو جا کر دیکھا ہمارے جہاز سے کچھ بڑا تھا۔ دوپہر کو ہم اپنے جہاز میں واپس آئے۔ ۱۶ر مطابق ۲۷ر چہارشنبہ۔ آج صبح فوجدار آیا۔ اور حکم سرکاری سنایا کہ یہ جہاز روانہ نہ ہو سکے گا۔ حساب سرکاری سے آدمی اس میں دگنے ہیں۔ پھر سیٹھ امین جی مالک بغلہ آیا اس کی صلاح سے فرنگی کے یہاں گئے اور اس باب میں گفتگو کی۔ ۱۷ر مطابق ۲۸ر پنجشنبہ۔ گفتگو باہم اس مقدمہ میں بیٹھی رہی مولوی مظفر حسین صاحب اور اکثر لوگ کنارے پر اترے اور قافلہ سہارنپور میں شب باش ہوئے۔

۱۸ر شعبان ۱۲۷۷ھ یکم مارچ ۱۸۶۱ء

۱۸ر مطابق یکم مارچ ۱۸۶۱ء جمعہ۔ سیٹھ نے ایک اور جہاز جو ۷۰۰ ٹن تھا تجویز کیا اور بہتر آدمی اس بغلہ کے لئے تجویز ہوئے ہم سب جمعہ کی نماز کے لئے شہر کراچی کو گئے اور نماز جمعہ کی ایک مسجد میں ادا کی۔ ۱۹ر مطابق ۲ر شنبہ سامان اس نئے جہاز کا ہوتا رہا اور اکثر لوگ شہر میں رہے۔ ۲۰ر مطابق ۳ر یکشنبہ۔ ہم کئی آدمی جہاز کو دیکھنے گئے مٹی اس میں پٹتی تھی اور کاغذ لکھوایا۔ اور ہم نے رمضان شریف کے لئے گھی خریدا۔ ۲۱ مطابق ۴ دوشنبہ۔ صبح سے اطلاع سرکار میں کی اور اجازت اسباب رکھنے کی ہوئی بعد ظہر سے اسباب رکھا اور بعضے آدمی جہاز میں رات کو سوئے۔ اس کے بعد ۲۲ر مطابق ۵ر سے ۳۰ر مطابق ۱۳ر میں کوئی کیفیت نہیں لکھی۔

یکم رمضان ۱۲۷۷ھ ۱۴ر مارچ ۱۸۶۱ء

یکم رمضان ۱۲۷۷ھ مطابق پنجشنبہ۔ بعد نماز مغرب کراچی سے لنگر تینوں جہازوں کا اٹھایا اور راہ میں تراویح پڑھیں ۲ر مطابق ۱۵ر جمعہ۔ ہوا پچھوا چلتی رہی اور خط جنوبی پہ جہاز چلا۔ ۳ر مطابق ۱۶ر شنبہ۔ ایضاً۔ ۴ر رمضان مطابق ۱۷ر یکشنبہ۔ ہوا بدستور مغربی چلتی رہی اور ہم جنوب کو چلتے رہے ۵ر مطابق ۱۸ر دوشنبہ۔ آج ہوا شمالی چلی اور ہم رخ

بمغرب اور جنوب مغرب کو چلتے رہے۔ ۶ر مطابق ۱۹ر سہ شنبہ۔ کل کی نسبت آج مائل بمغرب رہے ۷ر مطابق ۲۰ر چہار شنبہ۔ مائل بمغرب چلتے رہے شام کو ہوا سست ہوگئی بلکہ نہ چلی ۸ر مطابق ۲۱ر پنجشنبہ۔ آج ہوا بدستور بند رہی۔ (اس کے بعد تواریخ ۹ر رمضان مطابق ۲۲ر مارچ یوم جمعہ سے ۶ر شوال مطابق ۱۷ر اپریل یوم چہار شنبہ میں کوئی کیفیت نہیں لکھی) ۷ر شوال مطابق ۱۸ر اپریل پنجشنبہ۔ آج بندر مکلا میں پہنچے مولوی نور الحسن صاحب ایک دن پہلے پہنچ چکے تھے ان سے ملاقات ہوئی۔ ۸ر مطابق ۱۹ر جمعہ شہر میں گئے نماز جمعہ ادا کی۔ سہارنپور کا قافلہ منشی اینہ دبخش وغیرہ بمبئی کی راہ پہنچے تھے ان سے ملاقات ہوئی۔ (۹ر، ۱۰ر مطابق ۲۰، ۲۱ر شنبہ یکشنبہ میں کوئی کیفیت نہیں لکھی) ۱۱ر مطابق ۲۲ر دوشنبہ۔ مولوی نور الحسن عال کے سنبوق پہ روانہ جدہ ہوئے۔ (۱۲ر مطابق ۲۳ر سہ شنبہ میں کوئی کیفیت درج نہیں) ۱۳ر مطابق ۲۴ر چہار شنبہ۔ مولوی مظفر حسین صاحب مع خلیفہ جی وغیرہ سنبوق پہ سوار ہوئے ۱۴ر مطابق ۲۵ پنجشنبہ آج مولوی مظفر حسین صاحب روانہ ہوئے ۱۵ر مطابق ۲۶ر جمعہ۔ بعد نماز جمعہ سنبوق آیا اسباب لادا اور سوار ہوئے ۱۶ر مطابق ۲۷ شنبہ۔ آج مقام رہا اور بیگم صاحب مع مرزا اتمنے کی فکر میں رہے۔ ۱۷ر مطابق ۲۸ر آج مکلا سے بسواری سنبوق روانہ ہوئے۔ بیگم صاحب مع حاجی الٰہی بخش اتر گئے۔ ۱۸ر مطابق ۲۹ر دوشنبہ سے ۲۰ر مطابق یکم مئی ۱۸۶۱ء چہار شنبہ تک ہوا کم چلی۔ ۲۱ر مطابق ۲ر پنجشنبہ۔ آج صبح عدن کا پہاڑ نظر آتا رہا۔ دوپہر کو اس کے برابر سے گزرے جہاز اور بغلہ نظر آتے رہے ۲۲ر مطابق ۳ر جمعہ۔ آج کچھ دن چڑھے چلے باب المندب نظر آیا اور ہوا سیدھی تھی بے ہرج دوپہر کو باب سے گزرے اور شکر الٰہی کیا عصر کے قریب بندر مخا پہنچے اور لنگر کیا۔ ۲۳ر مطابق ۴ر شنبہ۔ آج مقام کیا اور اکثر اہل قافلہ شہر میں گئے۔ زیارت شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی کی۔ اور خربوزہ اور تربوز اور رانب خرید کے کھائے پیئے۔ ۲۴ر مطابق ۵ر یکشنبہ۔ کچھ رات رہے سے چلے اور رات کو لنگر کیا۔ ۲۵ر مطابق ۶ر دوشنبہ۔ صبح چلے اور ظہر کے وقت حدیدہ میں پہنچے اسی وقت اکثر آدمی شہر کو گئے۔ حجام نانونہ اور شبراتن ملے۔ ۲۶ر مطابق ۷ر سہ شنبہ صبح لنگر اٹھایا اور ہوا کم رہی پھر کچھ ہوا نکلی شام کو لنگر کیا۔ ۲۷ر مطابق ۸ر چہار شنبہ۔ بعد نماز فجر لنگر اٹھا ہوا کم رہی دوپہر جزیرہ کامران میں لنگر کیا۔ اور پانی بھرا ۲۸ر مطابق ۹ر پنجشنبہ۔ بدستور چلتے رہے ۲۹ر مطابق ۱۰ر جمعہ۔ دوپہر جیزان میں پہنچے یہ وطن ناخدا اور مالک سنبوق کا ہے۔ ۳۰ر مطابق ۱۱ر شنبہ۔ آج ہم اتر کر شہر کو گئے اور شام کو ناخدا نے کھانا کھلایا اور جامع مسجد میں ٹھہرے۔ یکم ذیقعدہ ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۲ر یکشنبہ۔ مقام رہا اور صبح کو ناخدا نے کھانا کھلایا۔ ۲ر مطابق ۱۳ر سے ۶ر مطابق ۱۷ر جمعہ تک مقام۔ ۷ر مطابق ۱۸ر شنبہ۔ بعد نماز صبح جہاز پر گئے اور دوپہر کو لنگر اٹھایا۔ بسبب ہوا سامنے کے کم چلنا ہوا قریب مغرب لنگر کیا۔ ۸ر مطابق ۱۹ر یکشنبہ (سے ۱۱ر مطابق ۲۲ر چہار شنبہ تک کوئی کیفیت نہیں لکھی) ۱۲ر مطابق ۲۳ر پنجشنبہ۔ آج کچھ دن چڑھے بندر قنفدہ میں لنگر کیا اور صبح روانہ ہوئے۔ ۱۳ر مطابق ۲۴ر جمعہ (کوئی کیفیت نہیں لکھی) ۱۴ر مطابق ۲۵ر شنبہ۔ آج لیس پہنچے اور

جہاز سے اتر کر شہر کو گئے جامع مسجد میں ٹھہرنے اور کرایہ اونٹوں کا کیا۔ ۱۵ر مطابق ۲۶ر یکشنبہ۔ اسباب جہاز سے اتار بسبب دیر ہوجانے کے شہر میں نہ لا سکے۔ ۱۶ر مطابق ۲۷ر دوشنبہ۔ آج اسباب شہر میں لائے اور ایک مکان میں اترے۔ ۱۷ر مطابق ۲۸ر و ۱۸ر مطابق ۲۹ر چہارشنبہ (میں کوئی کیفیت نہیں لکھی) ۱۹ر مطابق ۳۰ر پنجشنبہ۔ صبح سے اونٹوں کا کرایہ اور وصول لوگوں سے اسباب باندھنے کا فکر کیا بعد مغرب روانہ ہوئے۔ مولوی عبدالرحمٰن بسبب لڑکا پیدا ہونے کے وہیں مقیم رہے۔ ۲۰ر مطابق ۳۱ر جمعہ۔ قریب ڈیڑھ پہر دن چڑھے منزل خضرا میں اترے۔ حافظ عبدالسمیع کے اونٹ ہم سے جدا ہوگئے۔ ان کا حال معلوم نہ ہوا۔ ۲۱[1] مطابق یکم جون ۱۸۶۱ء شنبہ۔ تمام رات چلے صبح کچھ دن چڑھے سعدیہ میں اترے۔ بعد نماز ظہر غسل کر کے سب نے احرام باندھا اور بعد مغرب چلے۔ ۲۲ر مطابق ۲ر یکشنبہ۔ کچھ دن چڑھے منزل بیضا میں اترے اور قریب عصر روانہ ہوئے۔ ۲۳ر مطابق ۳ر دوشنبہ۔ تمام رات چلتے رہے۔ صبح پہر دن چڑھے مکہ شریف پہنچے۔ طواف بیت اللہ اور سعی کر کے احرام عمرہ سے حلال ہوئے اور قدمبوسی حضرت کی حاصل کی۔ اور اسی رباط میں مقیم ہوئے دونوں قافلہ ہم سے پہلے جدہ ہو کر پہنچ چکے تھے۔ مولوی نورالحسن ایک دن پہلے اور مولوی مظہر حسین پانچ دن پہلے اور شبراتن بھی۔ ۲۴ر مطابق ۴ر سہ شنبہ آج حافظ عبدالسمیع بھی آپہنچے (۲۵ر مطابق پانچ سے) ۲۸ر مطابق ۸ر تک کوئی کیفیت نہیں لکھی) ۸ر[2] ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸ر سہ شنبہ۔ حضرت مع رفقا کے بعد نماز صبح اول وقت منا کو پیادہ پا تشریف لے گئے۔ اور میں اونٹ پہ ہمراہی مولوی مولابخش صاحب و حافظ عابد حسین صاحب کے کچھ دن چڑھے چلے اور ظہر کے وقت منا میں پہنچے۔ ۹[3] مطابق ۱۹ر چہارشنبہ۔ بعد نماز صبح روانہ عرفات کے ہوئے۔ قریب دوپہر پہنچے اور بعد زوال وقوف عرفات ہوا بعد مغرب وہاں سے چل کر مزدلفہ

---

[1] ۲۱ر ذی قعدہ ۱۲۷۷ھ مطابق یکم جون ۱۸۶۱ء کو مولانا محمد یعقوب صاحب وغیرہ نے سعدیہ میں اتر کر بعد نماز ظہر غسل کر کے احرام عمرہ باندھا اور ۲۳ر ذیقعدہ ۱۲۷۷ھ مطابق ۳ر جون ۱۸۶۱ء کو مکہ معظمہ پہنچے اسی روز طواف عمرہ کیا اور عمرہ سے فارغ ہوئے۔ اور عمرے سے فارغ ہو کر کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی پیر و مرشد سے ملاقات کی۔ انوار

[2] ۸ر ذوالحجہ ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸ر اپریل سہ شنبہ منگل کی صبح سے آغاز حج ہوتا ہے۔ چنانچہ مولانا صبح کو دن چڑھے چلے اور ظہر کے وقت پہنچے۔ انوار

[3] ۹ر ذوالحجہ ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۹ر جون ۱۸۶۱ء کو بروز بدھ مولانا محمد یعقوب صاحب عرفات پہنچے اور حج ادا کیا بعد ازاں ۹ر ذوالحجہ کو واپس بعد مغرب مزدلفہ پہنچے اور دس کو منا میں اور ۲۲ر ذوالحجہ ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۲ر جون ۱۸۶۱ء کو عصر کے بعد مکہ روانہ ہوئے۔ اور حج سے فراغت نصیب ہوئی۔ الحمدللہ اس راقم الحروف نے بھی ۱۵ر جون ۱۹۵۹ء کو بروز پیر مطابق ۹ر ذوالحجہ حج سے شرف حاصل کیا۔ مطلب یہ ہے کہ اسی ماہ جون کی سخت گرمی میں مجھے بھی حج نصیب ہوا۔ انوار

میں عشا اور مغرب کو اکٹھا پڑھا۔ ۱۰ر مطابق ۲۰ر پنجشنبہ۔ صبح مزدلفہ سے چل کر کچھ دن چڑھے منا آئے رمی کی۔ ذبح کیا سر منڈایا۔ طواف کو مکہ گئے شام کو واپس آئے۔ ۱۱ر مطابق ۲۱ر جمعہ۔ رمی کی اور نماز جمعہ منا میں پڑھی۔ ۱۲ر مطابق ۲۲ شنبہ۔ رمی کی اور بعد عصر مکہ شریف کو روانہ ہوئے۔ قریب عشا مکان پر پہنچے“

(بیاض یعقوبی از صفحہ ۱۲۸ تا صفحہ ۱۴۲)

روانگی مدینہ

پہلے حج کے حالات مفصل طور پر خود مولانا کے قلم سے لکھے ہوئے آپ نے مطالعہ کر لئے۔ لیکن حیرت یہ ہے کہ جو شخص اتنی تفصیل سے مکہ معظمہ کے سفر کا حال بیاض میں لکھ گیا ہو اس نے مدینہ منورہ کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ البتہ سوانح قاسمی میں مکہ معظمہ کے بعد سفر مدینہ کے متعلق لکھتے ہیں :-

> ”بعد حج مدینہ شریف روانہ ہوئے۔ اول سفر مراجعت کی۔ اسی مہینے (جمادی الاخری) کے آخر میں جہاز میں بیٹھے۔ ربیع الاول کے آخر میں بمبئی آئے۔ جمادی الثانی تک وطن پہنچے۔ . .
>
> بعد زیارت حرمین شریفین ایک برس کچھ کم و زیادہ میں وطن آئے۔ مراجعت براہ بمبئی اور ناسک ہوئی۔ ریل ناسک تک تھی۔ وہاں سے گاڑیوں میں آئے (سوانح قاسمی از مولانا محمد یعقوب ص ۱۹، ۲۰)

تحقیق کی روشنی میں یہ بات واضح ہو کر سامنے آگئی کہ مولانا محمد یعقوبؒ صاحب ۱۵ر جمادی الاولیٰ مطابق ۲۹ر نومبر ۱۸۶۰ء کو بروز جمعرات نانوتہ سے حج کے لئے روانہ ہو کر جمادی الاخری ۱۲۷۸ھ مطابق دسمبر ۱۸۶۱ء میں ایک سال اور ایک ماہ کے بعد اپنے وطن نانوتہ میں واپس پہنچے۔

حج اول کے قصد کا باعث

مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حج پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کی مکہ معظمہ کو ہجرت کے باعث ہوا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ حج تو خانۂ کعبہ کی زیارت کی ترغیب کے باعث ہوا اور چونکہ حاجی صاحب ہجرت فرما چکے تھے تو مرید نے دل میں سوچا کہ لاؤ ہم حج سے ہی مشرف ہو جائیں۔ جبکہ پیر و مرشد وہاں مستقل طور پر مقیم ہیں۔ سوانح قاسمی میں مولانا محمد یعقوب صاحب لکھتے ہیں :-

> ”حضرت حاجی صاحب عرب کو روانہ ہو گئے۔ احقر کو بعد ان کے یہی سوجھی تو بھی چل۔ مولانا (محمد قاسم صاحب) کی روپوشی[1] محض عزیز و اقارب کے کہنے سے تھی ورنہ ان کو اپنی جان کا کچھ خیال

---

[1] چونکہ ۱۸۵۷ء میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزوں کے خلاف شاملی کے جہاد میں حصہ لیا تھا اور آپ کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو چکے تھے۔ اس لئے اعزا و اقارب کے اصرار پر روپوش رہے۔ ورنہ آپ کو قطعاً پروا نہ تھی   انوار

نہ تھا۔ مولانا نے بھی ارادہ کیا۔ اس رو پوشی کی بلا کے سبب والدین نے بخوشی اجازت دے دی۔ المختصر بے سامان تھا۔ قلیل سا زاد راہ بہم پہنچایا تھا مگر مولوی (محمد قاسم) صاحب کی بدولت وہ سب راہ بخیر و خوبی طے ہوئی۔ . . . ہر چند مولوی صاحب بھی بے سامان تھے مگر بدولت توکل سب راہ بخیر و خوبی پوری ہوئی اور سب کام انجام ہو گئے۔ کشتیوں کی راہ پنجاب ہو کر سندھ کی طرف کو گئے۔ کراچی سے جہاز میں بیٹھے۔ جمادی الثانی ۱۲۷۷ھ میں روانہ ہوئے اور آخری ذیقعدہ میں مکہ معظمہ پہنچے۔ (سوانح قاسمی ص۱۹)

سہو کتابت مذکورہ بالا عبارت میں مولانا نے روانگی کا مہینہ سوانح قاسمی میں جمادی الثانی لکھا ہے جو سہواً لکھا گیا ورنہ بیاض یعقوبی میں ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۹ نومبر ۱۸۶۰ء کو جمعرات کے روز روانگی کی تاریخ صحیح ہے۔

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا محمد قاسم صاحب کے توکل کی بدولت مولانا محمد یعقوب صاحب کا بھی حج ادا ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ دونوں عالم اولیائے کرام میں سے تھے اور متوکل علی اللہ۔

پہلے حج کے سفر میں راہ مدینہ میں مولانا کے نعتیہ عشقیہ اشعار حسب ذیل ہیں

کن بر من خستہ جگر یا رحمۃ للعالمین — ہم از سر لطف نظر یا رحمۃ للعالمین
یا لبستۂ عصیاں چنبر دردست شیطانم اسیر — پر لجبتم افگندہ سر یا رحمۃ للعالمین
اشکے نہ در چشم بود نہ گرمی در دل مرا — ہم آہ و نالہ بے اثر یا رحمۃ للعالمین
ہمچوں من سگ را اگر شد بر سر کویت گزر — ایں ہست زا مدادت اثر یا رحمۃ للعالمین
من بدترین دو جہاں من کہترین کن فکاں — سرگشتہ حیرانئ دربدر یا رحمۃ للعالمین
بگذشتہ در عصیاں ہمہ نا کردہ اندر خیر — از حال خود بس بے خبر یا رحمۃ للعالمین
اے کاش بودے چشم تر از عشق ہم داغ جگر — با دود آہ پر شرر یا رحمۃ للعالمین
با درد و غم آسودمے در رنج و راحت بودمے — عشقت اگر کردے اثر یا رحمۃ للعالمین
اے کاش در دست صبا در کوئے تو بودے مدام — خاک من بے پا و سر یا رحمۃ للعالمین
ہر کس ازیں بود فیض یاب اے کاش ایں ہم زد باب — باید بماں درگہ گذر یا رحمۃ للعالمین
از روئے خوبت دیدہ را در خواب ہم باید خیال — اے کاش دیدے یک نظر یا رحمۃ للعالمین
گمنام را اندر جہاں پس کیست فرما ملجائے — رفت از درت محروم اگر یا رحمۃ للعالمین
باد اصلوٰۃ و صد سلام بر آل و اصحابت تمام — تا روز محشر مستمر یا رحمۃ للعالمین

روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پہ

ان اشعار سے مولانا کے عشق رسول اللہ علیہ وسلم کا اندازہ لگانا آسان ہے۔ مدعیان عشق ذرا غور کریں۔ کہ علماء دیوبند سرکار مدینہ کے عشق میں کتنے سرشار تھے۔ اسی سفر مدینہ میں مولانا محمد یعقوب صاحب نے حسب ذیل اشعار حب رسولؐ اور اپنی بے بضاعتی اور تہی دستی میں تحریر فرمائے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یقینًا روضہ نبوی پہ یہ اشعار پڑھے ہیں لکھتے ہیں ؎

بر سرم کوہ گناہے یا رسولؐ　　پیش لطفت برگ کاہے یا رسولؐ
بر من خستہ جگر ہم کن کرم　　از سر لطف نگاہے یا رسولؐ
گر سلام ما جوابے یابد یک جواب　　بس بود ایں عز و جاہے یا رسولؐ
نیست در کونین ہمچو من گدا　　در دو عالم چوں تو شاہے یا رسولؐ
بر درت با پشت دوتا آمدم　　بستہ ام بار گناہے یا رسولؐ
با چنیں نالائقی ہا بر درت　　یافتم ناگاہ راہے یا رسولؐ
بر در فیضت رسیدم کن نگاہ　　بر چنیں حال تباہے یا رسولؐ
ہیچ کس را نیست در دور زمان　　جز بامدادت پناہے یا رسولؐ
کاش از ایں ہفتہ عشرہ ماندمے　　بر درت سالے و ماہے یا رسولؐ

حسب ذیل عربی اشعار بھی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں لکھتے ہیں ؎

یَا رَبِّ صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ　　یٰسٓ وَطٰہٰ ذِی الْمَکَارِمِ اَحْمَدِ
بِاَبِیْ وَاُمِّیْ ذَا الرَّسُوْلِ الْاَکْرَمِ　　نَفْسِی الْفِدَاءُ لَہٗ وَمَا مَلَکَتْ یَدِیْ
اَلْیَوْمَ یَا اَمَلِیْ وَیَا کُلَّ الْمُنٰی　　وَشَفَاعَتِیْ وَنَجَاحَ نَفْسِیْ فِی الْغَدِ
اَنْتَ الْکَرِیْمُ رَؤُفُنَا وَرَحِیْمُنَا　　یَا سَیِّدِیْ یَا سَیِّدِیْ یَا سَیِّدِیْ
فَبِحُبِّہٖ اَرْجُو النَّعِیْمَ بِجَنَّۃٍ　　وَحُظِیْتُ فِی الدُّنْیَا بِعَیْشٍ اَرْغَدِ
فِیْ فَرْحَۃٍ مِنْ حُبِّہٖ وَمَسَرَّۃٍ　　لَا زِلْتُ مُذْ اَدْعِیْ بِاِسْمِ مُحَمَّدِ

(بیاض یعقوبی ص۸۶)

مولانا محمد یعقوب کا دوسرا حج

۹ ر ذوالحجہ ۱۲۹۴ھ ۱۸۷۶ء

مولانا نے دوسرا حج ۹ ر ذوالحجہ ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں ادا فرمایا اس حج میں علمائ کا ایک قافلہ روانہ ہوا تھا۔ جس میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی۔ مولانا محمد قاسم صاحب اور دیگر حضرات کے ساتھ مولانا محمد یعقوب صاحب بھی تھے ۹ ر شعبان ۱۲۹۴ھ (مطابق ۱۸۷۶ء) کو وطن سے روانگی ہوئی اور ربیع الاول ۱۲۹۵ھ کو وطن واپس ہوئے مولانا محمد یعقوب صاحب سوانح قاسمی میں لکھتے ہیں:۔

> "اسی سال (۱۲۹۴ھ) ارادہ جناب مولانا رشید احمد صاحب کا حج کو جانے کا تھا۔ احقر بھی تیار ہوا۔ اور چلتے میں مولانا (محمد قاسم صاحب) کو بھی ساتھ لے لیا اور مولوی صاحب کے ساتھ اور کچھ کتنے ہی معتقد و خادم آپ کے روانہ ہوئے (۹ یا ۱۰) شوال ۱۲۹۴ھ میں روانہ ہوئے اور ربیع الاول ۱۲۹۵ھ کے اوّل میں پھر اپنے وطن واپس آئے۔ اس سفر میں تمام قافلہ علما کا تھا۔ اٹھارہ بیس مولوی فاضل (یونیورسٹی کے نہیں بلکہ مدارس عربیہ کے) ساتھ تھے۔ اور عجب لطف کا مجمع تھا۔ حضرت (حاجی امداد اللہ صاحب) کی زیارت سے اور ان متبرک مکانوں کی زیارت سے مشرف ہو کر جب واپس ہوئے جدہ پہنچ کر مولانا (محمد قاسم) کو بخار ہو گیا یہ خیال ہوا کہ جدائی ایسے بزرگ اور رنگ مقاموں اور پیادہ یا زیادہ چلنے کے سبب ہے اور نہ کچھ پہلے سے طبیعت ناساز تھی۔ جدہ پہنچتے ہی جہاز پر سوار ہو گئے۔ اس جہاز کا لنگر اٹھنے والا تھا۔ اور دیگر جہازوں کی خبر عشرہ بلکہ دو ہفتے تک تھی۔ اس لئے یہ خیال کیا کہ پندرہ روز میں بمبئی پہنچیں گے۔ اور اتنی تکلیف اٹھالیں گے۔ واقعی اس جہاز میں اتنی ہی تکلیف ہوئی۔ جتنی جاتی دفعہ جہاز میں آسائش و راحت پائی تھی۔ بمبئی پہنچے۔ . . . . . دو تین روز ٹھہر کر وطن (نانوتہ) روانہ ہوئے) ہر چند موسم سرما تھا مگر جبلپور کے میدانوں میں دوپہر کو لو چلنے لگی۔ (سوانح قاسمی ص ۲۵-۲۶)

مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی اس سفر حج کے بارے میں تذکرۃ الرشید میں لکھتے ہیں:-

> "۱۲۹۴ھ نبوی وہ سال تھا جس میں ٹرکی اور روس دو زبردست سلطنتوں میں باہم جنگ ہو رہی تھی۔ . . اس سال حضرت امام ربانی (مولانا رشید احمد گنگوہی) نے حج کا قصد فرمایا۔ آپ کے اس مبارک سفر حجاز کی جس وقت دیگر حضرات کو اطلاع ہوئی تو سرزمین ہندوستان کے منتخب اور چیدہ علما سب ہی معیت کے لئے تیار ہو گئے۔ . . . . . لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ یہ حضرات دینی معاونت کے لئے بحیلہ (سفر حجاز) حقیقت میں ملک روم کا سفر کر رہے ہیں ٹرکی سلطنت کی طرف سے والنٹیر (رضاکار) جماعت میں شامل ہو کر مجاہد فی سبیل اللہ بنیں گے مشاہیر علما میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ہمراہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، حکیم

ضیاء[1] الدین صاحب، مولانا محمد مظہر[2] صاحب مع اہلیہ، مولانا محمد یعقوب صاحب۔ مولانا رفیع[3] الدین صاحب۔ مولانا محمود حسن صاحب (شیخ الہند) مولانا حکیم محمد حسن صاحب (شیخ الہند کے چھوٹے بھائی (راقم الحروف کے ہدیۂ اخریں موجزہ اور سدیدی کے استاد) مولوی حکیم محمد اسماعیل صاحب مولوی سخاوت علی انبیٹھوی اور حضرت کے خاص خادم مولوی پیر محمد صاحب سہارنپوری اور مولانا محمد قاسم صاحب کے خاص شاگرد مولوی حافظ عبدالعدل صاحب و مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی، مولوی احمد حسن صاحب کانپوری مع اہلیہ اور حضرت کے بھانجے مولوی الطاف الرحمٰن صاحب وغیرہم تھے (تذکرہ ص۲۲)

مولانا عاشق الٰہی صاحب کی عبارت سے ان سب حضرات کے نام معلوم ہوئے جو رفیق سفر حج تھے نیز اس زمانے میں جو روس اور ترکی کی جنگ ہو رہی تھی۔ اس میں مجاہدین کو شہادت کی تمنا کا حصول بھی دل میں موجزن تھا جس کا انکار مولانا عاشق الٰہی نے مصلحتاً کیا ہے یہ انکار صحیح نہیں۔ اس پر ہم نے انوار قاسمی جلد اول میں کلام کیا ہے اور اس مقصد کو تحقیق کی روشنی میں پیش کیا ہے اس سفر حج کے متعلق بیاض یعقوبی میں دیگر حسب ذیل عبارت بمبئی سے روانگی کی درج ہے۔ درج کون کرتا مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے گئے اور کسی اور نے لکھی

بمبئی سے جدے تک

سنہ ۱۲۹۴ھ پنجشنبہ یکم ذیقعدہ بحساب یکم شوال چہارشنبہ بعد از نماز صبح از بمبئی روانہ شدہ نہ نواخت سہ بر مرکب دخانی رسیدیم و سامان لنگر برداشتن از نواخت دو شد بعد چار لنگر برداشتہ روانہ شدند باز توقف کردہ باز رواں شد۔ آخر بعد مغرب از کھاڑی خارج شدہ در دریائے اعظم رسیدیم و روز جمعہ ہم شوال بنواخت دوازدہ در عدن رسیدیم و لنگر انداختند۔

سنہ ۱۲۹۴ھ جمعرات یکم ذیقعدہ بحساب یکم شوال بدھ، صبح نماز کے بعد بمبئی سے روانہ ہو کر تین بجے دخانی جہاز پہنچے اور دو بجے سے لنگر اٹھانے کا سامان ہوا۔ چار بجے کے بعد لنگر اٹھا کر روانہ ہوئے پھر ٹھہرنے۔ پھر روانہ ہوئے۔ آخر بعد مغرب کھاڑی سے نکل کر دریائے اعظم (سمندر) میں پہنچے اور جمعہ کے دن شوال کے مہینے میں بارہ بجے دن عدن پہنچے اور لنگر ڈال دیا۔ جمعہ کے بقیہ دن اور ہفتے

---

[1] حکیم ضیاء الدین صاحب رام پور منہاران ضلع سہارنپور کے رہنے والے حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے رفقاء میں سے تھے اور حافظ محمد ضامن صاحب شہید کے مرید صفا کیش اور عاشق تھے انوار۔

[2] مولانا محمد مظہر صاحب، مولانا محمد احسن صاحب کے بڑے بھائی۔ مظاہر علوم سہارنپور کے استاذ الاساتذہ بلکہ مولانا محمد قاسم صاحب کے بھی استاد نانوتہ کے رہنے والے تھے جو جہاد شاملی میں شریک ہوئے۔ متوفی ۲۴ر ذوالحجہ ۱۳۰۲ھ۔ انوار۔

[3] مولانا رفیع الدین صاحب ایک بڑے مرتبے کے اہل اللہ۔ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم، شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی کے خلیفہ مرید تھے۔ مولانا محمد قاسم صاحب کے رفیق کار سنہ ۱۲۵۲ھ مطابق سنہ ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ دو حج کئے۔ سنہ ۱۸۸۹ء میں مدینے کو ہجرت کی اور سنہ ۱۸۹۱ء میں وفات پائی۔ انوار۔

بقیہ. روز جمعہ و شب شنبہ توقف ماند۔ مال عدن خارج کردند و مال حدیدہ و جدہ از یکجائے درجائے دیگر افگندند و برائے مساوات وزن در روز شنبہ بوقت عصر سامان لنگر برداشتن شد و قبیل مغرب حرکت کرد و بعد مغرب روانہ شدیم۔ آخر شب روشنی مینار باب المندب بنظر آمد و بعد طلوع صبح صادق از باب کبیر جانب بسیار گذشتیم و باب صغیر بہ یمین ماند از صبح ہوائے موافق در نحاہش است و قدرے تلاطم و جہاز در حرکت است۔ سہ شنبہ سیزدہم ذیقعدہ ۱۲۹۴ھ ہجری امید بود کہ بجدہ رسیم مگر بسبب آنکہ خوف بود کہ روز آخر شود و بشب رسیدن دشوار حرکت کم کردن تمام شب ہمیں طور ماند۔ صباح چہار شنبہ چاردہم ذیقعدہ جبل جدہ بنظر می آمد۔ مگر کپتان جہاز و دسبان اختلاف کردند و راہ گم کردند آخر نواخت دہ از اتفاق ماہی گیر کہ در وقت رسید خضر راہ شد بالجملہ بریازدہ لنگر انداختند۔ و در وقت ظہر بجدہ رسیدیم بر کنارہ با عبد اللہ مستان ملاقات شد

(بیاض یعقوبی ص ۱۵۰، ۱۵۱)

کی رات کو قیام رہا۔ عدن کا سامان نکالا اور حدیدہ اور جدہ کا مال ایک جگہ سے دوسری جگہ ڈالا اور وزن کی برابری کے لئے ہفتے کے دن عصر کے وقت لنگر کا سامان اٹھانا ہوا اور مغرب سے ذرا پہلے جہاز حرکت میں آیا۔ اور بعد مغرب روانہ ہو گئے۔ رات کے آخر میں باب المندب کے مینار کی روشنی نظر آئی۔ اور صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد ہم باب کبیر سے بائیں جانب کو گذرے اور باب صغیر دائیں جانب رہا صبح سے موافق ہوا چل رہی ہے اور کچھ تلاطم بھی اور جہاز حرکت میں ہے۔ بروز منگل ۱۳ ذیقعدہ ۱۲۹۴ھ ہجری کو امید تھی کہ جدے میں پہنچ جائیں گے مگر رات ہو جانے کے خوف سے کہ اس وقت دشواری ہوگی رفتار کو کم کر دیا تمام رات اسی طرح چلتے رہے ۱۴ ذیقعد بروز بدھ جدہ کا پہاڑ دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن جہاز کے کپتان اور محافظ میں اختلاف ہو گیا اور رستہ گم ہو گیا۔ آخر دس بجے اتفاقاً ایک ماہی گیر خضر راہ بن کر پہنچ گیا۔ آخر گیارہ بجے لنگر ڈال دیا اور ظہر کے وقت جدے پہنچ گئے کنارے پر عبد اللہ مستان سے ملاقات ہوئی۔

اس عبارت میں صرف بمبئی سے جدے تک کا حال درج ہے جو یکم ذلقعدہ سے ۱۴ ذیقعدہ تک کے سفر پر مشتمل ہے اس زمانے میں جہاز بمبئی سے جدہ تک چودہ دن میں پہنچا۔ آج کل ایک ہفتے میں کراچی سے جدے پہنچتا ہے۔ سفر کے یہ واقعات آمد و رفت سے متعلق ہیں لیکن مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں قیام کی تفصیلات نہیں البتہ مولانا عاشق الٰہی نے تذکرۃ الرشید میں مفصل لکھی ہیں جن کا خلاصہ مختصر طور پر ہم اپنے الفاظ میں لکھتے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ مکہ معظمہ پہنچکر یہ سب حضرات حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں رباط میں ٹھہرے اور صبح کے وقت سو آدمیوں کا کھانا حاجی صاحب نے کھلایا۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ پہنچے اور بیس دن وہاں قیام کیا پھر مکہ معظمہ کو واپس ہوئے اور ایک مہینے تک وہاں ٹھہرے۔ رفقائے سفر

کے لئے مزید ٹھہرنا دشوار تھا۔ کسی کو کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ آخر حاجی صاحب سے صورت حال عرض کی تو انہوں نے فرمایا کہ جاؤ ہندوستان کا سفر کرو۔ روس اور ترکی کی جنگ کی خبریں یہاں دیر میں پہنچتی ہیں اور پھر صحیح خبروں کا پہنچنا بھی دشوار۔ لہٰذا حاجی صاحب کے فرمانے پر یہ لوگ جدے کو روانہ ہوئے۔ جہاز تیار تھا مگر جگہ کم تھی۔ مگر سب سوار ہو گئے۔ جدے سے تیرھویں دن جہاز بمبئی پہنچا اور وہاں تین دن قیام کر کے نانوتے پہنچے۔ (خلاصہ مضمون تذکرۃ الرشید جلد اول)

دوسرے حج کے بعض حالات اور مولانا کی زیارت مدینہ سے دوسرے حج میں محرومی

مولانا محمد یعقوب صاحب دوسرے حج کے دوران مدینہ منورہ جانے سے مجبور رہے۔ گزشتہ عبارت جو مولانا عاشق الٰہی صاحب نے تذکرۃ الرشید میں لکھی ہے۔ انہوں نے سب کے مدینہ منورہ کی روانگی کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ مولانا وہاں جانے سے معذور رہے۔ اپنے مکتوب بنام منشی محمد قاسم صاحب نیانگری (اجمیر) کو مورخہ ۸ ربیع الاول ۱۲۹۵ھ میں اس سفر حج کے متعلق لکھتے ہیں:۔

> (دو) بندہ بحمد اللہ تعالیٰ عرصہ پچیس روز کا ہوتا ہے کہ یہاں پہنچا اور سفر خیر (یعنی حج) ختم ہوا۔ مزاج حضرت مخدوم العالم جناب حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ کا خوش و خرم پایا اور ایسے ہی چھوڑ کر روانہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہی رکھے۔

مکے میں وبا کی کیفیت مولانا کے الفاظ میں

وباء مکہ بعد حج دو تین روز بشدت رہی مگر نہ ایسی کہ وہاں مشہور ہے بیس اکیس جنازے حرم میں آئے وہاں سینکڑوں کی نوبت ہوا کرتی ہے پھر تخفیف ہو کر موقوف ہو گئی۔ البتہ تپ و لرزہ قبل حج بھی اور بعد حج بھی رہا۔ ہمارے قافلے کے بھی اکثر ساتھی مریض رہے۔ مگر بندہ بحمد اللہ تعالیٰ اس سے بھی محفوظ رہا۔ البتہ بسبب قلت سامان اور اس لئے کہ اس سال کرایہ گراں ہوا۔ بندہ مدینہ شریف کے سفر سے معذور رہا۔ یہاں خدمت میں حضرت پیر و مرشد مدظلہ کی چندے سعادت اندوز ہونا غنیمت جانا۔ پھر ہر چند تدبیر کی کہ صورت قیام میسر آئے مگر نہ ہو سکا ناچار بمعیت قافلہ روانہ ہو کر ویسا ہی بخیریت وطن کو واپس پہنچا۔ اثنائے راہ میں جہاز میں طبیعت جناب مولوی محمد قاسم صاحب مدظلہ کی بہت بیمار ہو گئی تھی۔ ایسا کہ ایک روز نوبت یاس پہنچ گئی تھی۔ مگر فضل الٰہی نے دستگیری فرمائی اور مرض رفع ہوا۔ مگر ضعف ایسا ہو گیا ہے کہ اب تک طاقت نے بحالت اصلی عود نہیں کیا۔ اب بھی ادنیٰ تکان سے حرارت ہو جاتی ہے آپ جناب مولوی (محمد قاسم) صاحب وطن (نانوتہ) تشریف رکھتے ہیں (مکتوبات یعقوبی مکتوب ۲۶ ص ۹۶)۔

مولانا محمد یعقوب صاحب کا کشف اور سفر حج کا ایک دلچسپ واقعہ

مولانا عاشق الہیؒ نے سفر کے حالات جہاں تفصیل سے لکھے ہیں اس میں یہ واقعہ کتنا دلچسپ ہے کہ مولانا محمد قاسم صاحب کے ہمراہ کئی صاحبان حج کے لئے آنا چاہتے تھے۔ مگر زاد راہ ساتھ نہ تھا۔ حضرت گنگوہی نے جب ان صاحبان سے زادراہ کے متعلق پوچھا تو کہنے لگے کہ توکل پر جانے کا ارادہ ہے۔ فرمایا جب جہاز کا کپتان کرایہ ملنگے گا تو توکل کی پوٹ باندھ کر دے گے جاؤ اپنے گھروں کی راہ لو۔ مگر جب مولانا محمد قاسم صاحب سہارنپور سے ریل میں پہنچے تو نہ معلوم کیسے لوگوں میں روانگی کی شہرت ہوگئی اور اہل شدت لوگ سٹیشنوں پر ملنے کے لئے حاضر ہوئے اور نذرانہ میں روپیہ پیش کئے۔ بمبئی جاتے جاتے اتنا روپیہ ہوگیا۔ کہ کئی آدمی حج کر سکیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب نے ان لوگوں کو فوراً پہنچنے کی اطلاع دی۔ وہ فوراً روانہ ہوگئے۔ ادھر ان صاحبان کا خیال تھا کہ جہاز جلد روانہ ہوجائے گا مگر جہاز کا کوئی انتظام ہی نہ تھا۔ بائیس دن بمبئی میں رکے رہے اور بہت گھبرا گئے۔ مولانا عاشق الہی صاحب لکھتے ہیں۔

”ایک دن مولانا محمد یعقوب صاحب فرمانے لگے کہ آج معلوم ہوا ہے کہ سارے قافلے کو مولانا محمد قاسم صاحب روک رہے ہیں۔ ان کے چند رفقا اور متوسلین ضلع مظفر نگر سے آنے والے ہیں جب تک وہ نہ آجائیں گے۔ اس وقت تک جہاز نہ آئے نہ جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مظفر نگر کا قافلہ جس دن بمبئی پہنچا اسی دن ایک جرمنی جہاز کا حاجی قاسم نے ٹھیکہ لے کر شام ہی کو ٹکٹ کھول دیا اور فروخت کرنا شروع کر دیا چھتری کا محصول ہتالیس روپیہ اور کشتی کا کرایہ پچیس۲۵ روپیہ اگلے دن کشتیاں کنارے پر آگئیں اور جدے کے جانے والے تمام مسافر جہاز پر سوار بھی ہوگئے۔ دوسرے دن جہاز نے عرب کی جانب رخ پھیرا اور رخصتی سیٹی بجا کر روانہ ہوگیا۔ پانچوں نمازیں جماعت سے ادا ہوتیں۔ نصرانی کپتان اس پیاری عبادت کو سلیم وسلیس انداز کے ساتھ ادا ہوتے دیکھتا تو خوش ہوتا۔ غرض آٹھویں دن عدن کی بندرگاہ پر جہاز نے لنگر کیا۔ ایک دن ٹھہر کر روانہ ہوا اور پھر چوتھے دن جدے کا بندرگاہ نظر آنے لگا۔ (تذکرہ جلد اول صفحہ ۲۳۵-۲۳۶)

بہرحال ۹ر ذوالحجہ سنہ ۱۲۹۴ھ کو مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دوسرا حج تھا اور بس۔

روانگی حج پر جہاز میں مولانا محمد یعقوب صاحب اور مولانا محمد قاسم صاحب کی علمی صوفیانہ باتیں ٭٭

مولانا عاشق الہی صاحب نے اس سفر حج میں جہاز کے قیام میں مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب کے مابین علمی مذاکرات کا بھی حسب ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے لکھتے ہیں:۔

”حضرت مولانا محمد قاسم صاحب پر فقر و درویشی اور حسن خلق کا غلبہ تھا جس کی وجہ سے آپ ہر وقت مجمع

کا مرکز بنے رہتے تھے اور آپ کو مخلوق گھیرے رہتی تھی . . . . . . حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اور مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہما میں کشوف کونیہ کے اکثر تذکرے ہوتے۔ مکاشفات بیان کئے جاتے، خوابیں ظاہر کی جاتیں۔ غلبۂ ظن پر رائے زنی ہوتی اور درویشانہ، صوفیانہ چھیڑ چھاڑ برابر قائم رہتی تھی"۔ (تذکرہ جلد اول صفحہ ۲۳۲، ۲۳۳)

افسوس کاش میں بھی ان حضرات کے ساتھ سفر میں ہوتا اور ان کے انوار و تجلیات اور فیوض و برکات سے لطف اندوز ہوتا مگر ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

مولانا محمد یعقوب صاحب کے ان دو حج کے سفروں کا جس قدر حال ہمیں مل سکا پیش کر دیا۔ اب ہم ان کے دوسرے حالات کی طرف عنانِ قلم موڑتے ہیں۔

روحانیات

روحانیت کا طالب آستانۂ امدادیہ پر

مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی حاجی امداد اللہ سے بیعت

ظاہری علم کے ساتھ جب تک روحانی اور باطنی تعلیم حاصل نہ کی جائے۔ صحیح معنی میں عالم باعمل نہیں بنتا یہی مضمون مولانا جلال الدین مولائے روم نے حسب ذیل شعر میں بیان فرمایا ہے ؎

مولوی ہرگز نشد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نشد

مولانا محمد یعقوب صاحب نے جب آنکھ کھولی تو گھر کا ماحول دینی تھا، باپ مولانا مملوک علی نہایت متقی پرہیزگار عالم، وطن کے بزرگ اکثر عالم اور صاحبان تقویٰ و طہارت اور کسی نہ کسی کے مرید تھے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی، مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی، مولانا فضل الرحمٰن صاحب دیوبندی اور حاجی محمد عابد صاحب دیوبندی اول و آخر میں سب مرید تھے اور ہوتے چلے گئے۔ اس ماحول میں مولانا محمد یعقوب صاحب بیعت کے بغیر کیسے رہ سکتے تھے۔ اس سلسلے کی تکمیل کے لئے اس دور میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب میخانۂ معرفت کے جلیل القدر ساقی تھے اور سارے ہند میں دور دور تک ان کی روحانیت کا سکہ چلتا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ معرفت اور سلوک میں ان کا مقام بہت بلند تھا اور صاحب کشف و کرامات اولیاء میں سے تھے۔ چنانچہ مذکورہ بالا حضرات مولانا محمد احسن صاحب وغیرہ کو چھوڑ کر کہ وہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی کے مرید تھے۔ تمام حضرات ہی حضرت حاجی صاحب سے بیعت تھے۔ عوام و خواص کے سو تقریباً پانسو علما حاجی صاحب سے بیعت تھے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے بھی انہی کے دست حق پرست پر بیعت کی چنانچہ اپنے مکتوب بنام منشی محمد قاسم صاحب نیانگری میں لکھتے ہیں:۔

"ہر چند کہ بظاہر ان باتوں سے توبہ کی اور حضرت مرشد العالم حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ کے ہاتھ پہ

ہاتھ رکھا مگر اصلی بات کہاں بدلتی ہے ویسا کا ویسا ہی رہا" (مکتوبات یعقوب مکتوب ۲ ص۱۸)

مکتوب کی اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ سالک و مجذوب حضرت مولانا محمد یعقوب سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔

بیعت کا زمانہ

مولانا نے کس زمانے میں بیعت کی اس کا مہینہ اور سال متعین کرنا تاریخ کی روشنی میں نظر نہیں آتا۔ البتہ یہ ضرور واضح ہے کہ آپ نے رجب ۱۲۸۳ھ سے پہلے بیعت کی ہے۔ مذکورہ عبارت جس میں مرشد عالم حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا ذکر ہے اس مکتوب کی ہے جو یکم رجب ۱۲۸۳ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور ۱۲۸۳ھ سے جو کہ دار العلوم دیوبند کے اجرا کا سال ہے مولانا دار العلوم کے صدر مدرس بن کر دیوبند میں مقیم ہو چکے ہیں۔ اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ دوران ملازمت اجمیر میں بھی جس کا حال مولانا محمد یعقوب صاحب نے بیان کیا ہے وہ دور بھی ۱۸۵۱ء سے ۱۸۵۵ء تک بیعت کا نہیں معلوم ہوتا ہے۔ لہذا مولانا نے ۱۲۸۳ھ سے ایک دو سال پہلے بیعت کی ہے۔

۱۸۵۷ء کے بعد جب آپ پہلے حج کو تشریف لے گئے ہیں اور مولانا محمد قاسم صاحب بھی ہمراہ ہیں جس کی ڈائری گزشتہ اوراق میں گزری اس کی عبارت یہ ہے:۔

> "حضرت حاجی امداد اللہ صاحب عرب کو روانہ ہو گئے۔ احقر کو بعد ان کے یہی سوجھی کہ تو بھی چل . . . . .
> جمادی الثانی ۱۲۷۷ھ میں روانہ ہوئے"۔ (سوانح قاسمی ص۱۹)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اجمیر کی ملازمت کے بعد ۱۲۷۷ھ مطابق نومبر ۱۸۶۱ء سے پہلے دوران جہاد یا بنارس یا رڑکی کے دوران ملازمت میں مولانا محمد یعقوب صاحب نے حاجی صاحب سے بیعت کی ہے۔

منازل سلوک

بقول مولانا محمد قاسم صاحب کہ مولانا محمد یعقوب صاحب فطری طور پر بے غل و غش اور نفس کی کدورتوں سے شروع ہی سے پاک تھے اس لئے منازل سلوک طے کرنے میں ان کو کوئی خاص مجاہدوں کی ضرورت نہیں تھی۔ کہتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب بھی ان کو زیادہ ذکر و شغل اور عبادت میں نہیں رکھتے تھے بلکہ ناز برداری سے تربیت فرماتے تھے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

> "مولانا محمد یعقوب صاحب نے مجاہدے زیادہ نہیں کئے ہیں۔ مگر باتیں بھی بہت کرتے تھے۔ مگر سراپا علوم ہوتے تھے۔ جب حضرت حاجی صاحب تھانہ بھون تشریف رکھتے تھے رات کو سب ذاکر شاغل لوگ اٹھتے تھے یہ بھی اٹھتے مگر حضرت اوروں کو تو منع نہیں فرماتے تھے۔ ان کو فرماتے کہ سو رہو۔ ہم وقت پہ خود اٹھا دیں گے۔ اس ناز سے ان کی تربیت فرمائی گئی ہے۔ (جمیل الکلام ص۳۷)

چونکہ شیخ مرشد حاجی صاحب سے ۱۸۵۷ء سے پہلے بیعت تو کر لی تھی لیکن آپ کی صحبت زیادہ نصیب

نہ ہوئی اس لئے مولانا سلوک کی منزل کو ادھورا خیال کرتے تھے۔ حالانکہ اس وقت بھی مولانا کچھ کم نہ تھے۔ اسی عدم تکمیل سلوک کے متعلق مولانا تھانوی ملفوظات حصہ چہارم کے ایک ملفوظ میں مولانا محمد یعقوب صاحب کا قول نقل فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

> "مولوی محمد یاسین مولوی محمد شفیع کے والد مولانا محمد یعقوب کے شاگرد رہتے ایک روز ان سے فرمایا مولوی محمد یٰسین میں ادھورا رہ گیا کامل نہیں ہوا۔ (دیکھیے ایک شیخ کامل لوگوں کے سامنے یہ کہتے ہیں تھانوی) تمہارے شیخ (مولانا رشید احمد گنگوہی) اگر چاہیں تو میری تکمیل کر سکتے ہیں مگر وہ رسید ہی نہیں دیتے مجھے غصہ آتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے پرواہ نہیں میں اپنے شیخ (حاجی امداد اللہ صاحب) کے پاس چلا جاؤں گا تو کہتے ہیں کہ مدرسہ چھوڑ کر جاؤ گے تو گناہ ہوگا۔ بس جی معلوم ہوتا ہے کہ میں ادھورا ہی مر جاؤں گا نہ تو جانے ہی دیتے ہیں نہ خود ہی تکمیل کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بقول حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آپ مکمل شیخ ہو چکے تھے لیکن پھر بھی اپنے آپ کو ادھورا سمجھتے تھے۔ جب مولانا محمد یعقوب صاحب دوسرے حج کے لئے تشریف لے گئے ہیں تو مدینہ منورہ تشریف نہ لے جا سکے تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں قیام فرما کر آپ کے سلوک و تصوف کی تکمیل کر لی۔ حضرت حاجی صاحب نے اس وقت رفقاء سے فرمایا تھا کہ مولانا محمد یعقوب سے کہہ دو کہ جب وہ میرے پاس آئیں تو خاموش بیٹھ کر یہ خیال کر لیا کریں کہ ان کے سینے سے میرے سینے میں فیض آ رہا ہے۔ . . . جب رفقاء (مولانا گنگوہی و مولانا نانوتوی وغیرہما) مدینے سے واپس ہوئے تو حضرت حاجی صاحب نے شکایت فرمائی کہ ان کو ایک سہل سی بات بتائی تھی وہ بھی نہ ہو سکی۔ جب کوئی آ کے بیٹھتا مجھ سے پہلے یہ بولنے لگتے تھے۔ مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ:

> "شیخ (حاجی صاحب) ہی ایسے کامل تھے کہ انہوں نے خود کچھ نہیں کیا مگر انہوں نے ایسا کر دیا تھا کہ یہاں (حج سے واپسی پر مولانا محمد یعقوب صاحب نے ہندوستان میں) سینکڑوں کو مونڈ ڈالا"۔ (جمیل الکلام ص۳۵)

مولانا گنگوہی یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اگر مرشد کامل ہو تو بعض اوقات کچھ کئے بغیر بھی اپنی نظر کیمیا اثر سے مرید کو اعلیٰ بنا دیتا ہے اور تمام سلوک کی منزلیں جلد طے کرا دیتا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد یعقوب کو اس حج کے موقع پر خصوصیت سے ایسا اونچا مقام مل گیا کہ سینکڑوں کے سر مونڈ ڈالے یعنی ان کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل گئے اور معتقد ہو کر ان کے مرید ہو گئے۔ ع ~ طے شود منزل صد سالہ بیک گام اینجا

ایک دفعہ مولانا نے مولانا محمد قاسم صاحب کے متعلق جوش میں فرمایا کہ "یہ بہت تحمل کرتے ہیں۔ اگر میں ایسا ہوتا جیسے کہ یہ ہیں تو جنگل کے بلدیوں کو جو مویشی چراتے پھرتے ہیں ایسا بنا دیتا جیسے یہ ہیں۔ (ملفوظات تھانوی، ملفوظ ۱۰۲۶ حصہ چہارم)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مولانا محمد یعقوب صاحب کے اقوال پیش کرنے کے بعد پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ دوسرے حج میں مولانا محمد یعقوب صاحب کی منازل سلوک پایۂ تکمیل کو پہنچ گئیں اور آپ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب پیر و مرشد کے پاس سے روحانیت کی تکمیل کر کے واپس لوٹے ہم پہلے بھی حالات کی روشنی میں لکھ چکے ہیں کہ بقول مولانا محمد قاسم صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب ابتدا ہی سے بے کھوٹ تھے۔ چنانچہ حضرت تھانوی اپنے ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں :۔

> "مولانا محمد یعقوب صاحب کو ایک صاحب نے بچپن میں بھی دیکھا تھا انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ ابتداء سے ہی عفیف اور متقی تھے" (جمیل الکلام ص۲)

راقم الحروف نے جہاں تک تحقیق کی روشنی میں دیکھا ہے اس کا نتیجہ اور خلاصہ یہ ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب اپنے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دوسرے حج میں جو انہوں نے ۱۲۹۴ھ میں کیا ہے) مزید فیوض و برکات حاصل کرنے سے پہلے ہی مکمل شیخ بن چکے تھے اب جو وہ اپنے آپ کو ادھورا اور ناقص و نامکمل فرماتے ہیں تو یہ ان کی عاجزی اور انکساری کے مقامات کا نتیجہ ہے کیونکہ شیخ کامل ہونے کے باوجود کون صاحب کمال بزرگ ہوتا ہے جو اپنے آپ کو مکمل کہہ سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اکمل ذات تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اللہ کے بندوں میں پھر انبیاءؑ کی مقدسہ شخصیات ہیں جو معصوم ہوتی ہیں جو ذات احدیت و صمدیت کے اشاروں سے ادھر ادھر نہیں ہوتے۔

الغرض مولانا نے دوسرا حج جیسا کہ ہم نے عرض کیا ۱۲۹۴ھ میں کیا ہے اور آپ کو حاجی صاحب نے ۱۲۸۲ھ میں سند خلافت عطا فرما دی تھی۔ اس لئے دوسرے حج سے بارہ سال پہلے جس کو مرشد کامل نے خلافت عطا فرما کر دوسروں کو بیعت کرنے کی اجازت دے دی ہو اس کے سلوک کی تکمیل نہ ہو چکی تھی تو خلافت کیوں کر ملی حقیقت یہ ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب قال سے گذر کر حال کی منزل میں داخل ہو گئے تھے بقول شاعر

؎ قال را بگذار و مرد حال شو   پیش مرد کاملے پامال شو

حصول خلافت

حضرت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحب اپنی مشہور کتاب ضیاء القلوب کے آخر میں حسب ذیل حضرات کے متعلق خلافت کے بارے میں لکھتے ہیں

"ہر کس کہ ازیں فقیر محبت و عقیدت و ارادت دارد	جو شخص کہ اس فقیر سے محبت اور عقیدت اور ارادت
مولوی رشید احمد صاحب سلمہ و مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ	رکھتا ہے۔ مولوی رشید احمد سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب
را کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری و باطنی اند بجائے من	سلمہ کو کہ علوم ظاہری و باطنی کے تمام کمالات کو اپنے اندر
فقیر راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از من شمارند ہمچنین	سموئے ہوئے ہیں مجھ فقیر راقم اوراق کی جگہ بلکہ مدارج سلوک

عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی و حافظ محمد یوسف تھانوی و مولوی کرامت علی صاحب ساکن ضلع انبالہ و مولوی محمد ابراہیم ساکن موضع اجراور را دانند کہ او شان نیز مجاز اند و نیز عزیزم حکیم ضیاء الدین کہ خلیفۂ خاص حضرت قطب الاقطاب مولانا حافظ محمد ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ اند۔ ہم مجاز ند۔ ۱۲ منہ

یہ بھی مجھ سے ان کو اونچا خیال کریں اور اسی طرح عزیزم مولوی محمد یعقوب نانوتوی، حافظ محمد یوسف صاحب تھانوی مولوی کرامت علی ساکن ضلع انبالہ، مولوی محمد ابراہیم ساکن موضع اجراور کو سمجھیں کہ وہ بھی خلیفہ مجاز ہیں اور نیز عزیزم حکیم ضیاء الدین (رام پور منہاران) جو خاص خلیفہ حضرت قطب الاقطاب مولانا حافظ محمد ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں خلیفۂ مجاز ہیں۔ ۱۲ منہ

ضیاء القلوب کے متن کی عبارت جو مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا محمد قاسم صاحب سے متعلق ہے اور حاشیئے کی عبارت جو مولانا محمد یعقوب صاحب اور دیگر حضرات کے خلیفہ مجاز ہونے کا اعلان کر رہی ہے صاف بتاتی ہے کہ اس کی رو سے مولانا محمد یعقوب صاحب حاجی صاحب کے خلفا میں سے تھے۔

مولانا محمد یعقوب صاحب ۱۲۸۲ھ میں حاجی صاحب کے خلیفۂ مجاز

لیکن مولانا محمد یعقوب صاحب کو کس سال خلافت ملی۔ ضیاء القلوب کی عبارت کے تیور سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے سال تصنیف ۱۲۸۲ھ میں حاجی صاحب نے مولانا محمد یعقوب صاحب کو خلافت عطا فرمائی ہے کیونکہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولانا محمد قاسم صاحب کو تو ہجرت سے بہت پہلے ان دونوں حضرات کے طالب علمی سے فراغت کے بعد بیعت کر لینے کے کچھ عرصہ بعد خلافت مل گئی تھی۔ لیکن مولانا محمد یعقوب صاحب کے متعلق یہ جملہ کہ او شان نیز مجاز اند اسی سال کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال مولانا محمد یعقوب صاحب بنارس یا رڑکی کے دوران ملازمت میں بیعت ہوئے اور ۱۲۸۲ھ میں خلیفۂ مجاز بنے۔

مولانا اپنے مرشد حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اکسٹھ (۶۱) خطوط امداد المشتاق کے آخر میں "المرقومات الامدادیہ" کے نام سے جمع کئے ہیں۔ جن میں چند مکتوبات مولانا محمد یعقوب صاحب کے نام بھی ہیں۔ ان مکتوبات کے بعض جملے اور عبارتیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں جن سے مرید کا مقام مرشد کی نظروں میں واضح ہو سکے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد حمد و صلوٰۃ بخدمت بابرکت سعید دارین، مقبول کونین، مولوی محمد یعقوب

صاحب زاد اللہ شوقہ وذوقہ وعرفانہ پس از تبلیغ مراسم سلام مسنون واشتیاق مشحون بیت ؎

اے غائب از نظر کہ شدی ہمنشین دل ؎ میگویمت ثنا و دعا می فرستمت

واضح رائے آں عزیز باد بندہ بہر حال کہ دارندہ دارد خوش وخرم است ؎

ناخوش او خوش بود در جان من ۔ جان فدائے یار دل رنجان من
تانشنقم بہ رنج خویشتن و درد خویشتن بہر خوشنودی شاہ فرد خویشتن

مکتوب محبت اسلوب رسید نار اشتیاق دو بالا گردید۔ شعر

خرم آں روز کہ از یار پیامے برسد تا دل غمزدہ یک لحظہ کلامے برسد
عجبے نیست اگر زندہ شود جان عزیز چو از اں یار جدا ماندہ سلامے برسد

یہ خط بہت طویل ہے مگر لفظ لفظ سے مولانا پیر مرشد کامل کی شفقت ٹپک رہی ہے۔ یہ کیا کچھ کم ہے کہ حاجی صاحب نے مولانا کو سعید دارین اور مقبول کونین کے القاب سے خطاب یاد فرمایا ہے۔ ہم نے یہ مکتوب کا حصہ مرقومات امدادیہ مکتوب چہارم ص۲۱۳ سے لیا ہے۔

ایک اور مکتوب میں حاجی صاحب مولانا کو تحریر فرماتے ہیں چند جملے پیش کئے جاتے ہیں

۔ از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت عالم علوم معقول ومنقول عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب دام شوقہ ذوقہ وعرفانہ، بعد از سلام سنت الاسلام واشتیاق ملاقات بے غایات واضح رائے انور باد۔۔۔۔۔۔ دریافت جمع بودن یکجا آں عزیز ومولوی محمد قاسم صاحب بسیار خوشنود گردیدم۔۔۔۔ امید قویست کہ طلب ومحنت آں عزیزاں رائگاں نخواہد شد واحقر مرتبہ آں عزیزاں را بلند می یابد۔ انشاء اللہ بماں عزیزاں ہم ظاہر خواہد شد (بارہواں مکتوب ص۲۳۶ مرقومات امدادیہ)

ترجمہ: فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ کی طرف سے بخدمت بابرکت عالم علوم معقول ومنقول عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب دام شوقہ وذوقہ وعرفانہ، سلام سنت الاسلام اور بے انتہا اشتیاق ملاقات کے بعد واضح رائے انور۔۔۔ کہ آپ اور مولوی محمد قاسم صاحب دونوں کے یکجا (مطبع منشی ممتاز علی میرٹھ میں) جمع ہونے کا حال معلوم ہو کر میں بہت خوش ہوا۔ پوری امید ہے کہ آں عزیزاں کی طلب اور محنت رائگاں نہ جائے گی۔ اور احقر آں عزیزاں کے مرتبے کو بلند دیکھتا ہے۔ انشاء اللہ آں عزیزاں پر بھی ظاہر ہو جائے گا۔

اس مکتوب میں حاجی صاحب مرشد کامل اپنے دونوں مریدوں مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب کے مرتبہ سلوک کی بلندی کی اطلاع دے رہے ہیں۔

ایک اور مکتوب میں جو مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب دونوں کے نام مشترک ہے

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

"از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت جامع علوم ظاہری و باطنی مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ معلوم فرمایند کہ حافظ عبد الرحمٰن صاحب راجوپوری کہ مرد دیندار و طالب حق اند و سہ روز پیش از روانگی داخل سلسلہ گردیدہ اند فقط ترکیب پاس انفاس و یک دو وظیفہ تعلیم کردہ شد باقی بخدمت آں صاحبان گاہ گاہ خواہند شد۔ ترکیب دوازدہ تسبیح وغیرہ حسب استعداد اوشاں تعلیم کردہ باشند و توجہ بر حال اوشاں مرعی دارند و نیز اگر اہل راجوپور کہ بعضے ازاں از فقیر ارادت و عقیدت مثل میاں خواجہ محمد وغیرہ دارند بخدمات شما ملتجی شوند گاہ گاہ تشریف بردہ فیض دینی رسانیدہ باشند۔

(مرقومات امدادیہ مکتوب ۱۲ ص ۲۳۷)

فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ کی طرف سے بخدمت بابرکت جامع علوم ظاہری و باطنی مولوی محمد قاسم و مولوی محمد یعقوب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ معلوم کریں کہ حاجی عبد الرحمٰن راجوپوری کہ دیندار آدمی اور طالب حق ہے دو تین روز روانگی سے پہلے داخل سلسلہ ہوئے فقط ترکیب پاس انفاس اور ایک دو وظیفے تعلیم کئے گئے۔ باقی آپ صاحبوں کی خدمت میں کبھی کبھی حاضر ہوا کریں گے۔ دوازدہ تسبیح وغیرہ کی ترکیب ان کی حسب استعداد تعلیم کی جائے۔ ان کے حال پر توجہ رکھیں نیز اہل راجوپور کہ ان میں سے بعض میاں خواجہ محمد جیسے فقیر سے ارادت وعقیدت رکھتے ہیں۔ تمہاری خدمت میں ملتجی ہوں گے۔ کبھی کبھی تشریف لے جا کر فیض دینی پہنچایا جائے۔

اس مشترک مکتوب میں حافظ عبد الرحمٰن راجوپوری اور دوسرے راجوپور کے اصحاب کی تربیت اور روحانی تعلیم کو حاجی صاحب نے ان دو حضرات یعنی مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب کے سپرد فرما کر دونوں کے روحانی مقام کی تکمیل کی طرف راہ دکھائی ہے۔

ایک اور مکتوب میں حاجی صاحب نے جو مولانا محمد قاسم صاحب کو لکھا ہے جبکہ مولانا اور مولانا محمد یعقوب صاحب دونوں میرٹھ کے مطبع میں کار تصحیح کتب کا شغل رکھتے ہیں اور حاجی صاحب نے اپنے بھتیجے احمد حسین کو بھی ان کے پاس کار مطبع میں مشغولیت کا مشورہ دیا ہے اور احمد حسین صاحب نے قلت تنخواہ کے باعث انکار کر دیا ہے حاجی صاحب لکھتے ہیں :۔

"آں عزیزاں را باید کہ نفع رسانی را در امور دین مثل وعظ و پند و ارشاد و تلقین بر ہمہ امور مقدم دارند و اوقات خود را دریں صرف سازند زیرا کہ دین اسلام بسیار ضعیف گردیدہ و مددگار اینہا کمیاب شدہ

آپ عزیزوں کو چاہیئے کہ امور دین میں نفع رسانی مثل وعظ و پند اور ارشاد و تلقین کو تمام امور پر مقدم سمجھیں اور اپنے اوقات کو اس میں صرف کریں۔ کیونکہ دین اسلام بہت کمزور پڑ گیا ہے۔ اور

واگر طالب صادق باشد یا کاذب اگر پیش آید کسر نفسی را بر طاق نہادہ باو مشغول شوند خداوند تعالیٰ ہادی مطلق است ہدایت خواہد نمود و نیز بحکم دل بیار و دست بکار مشغولی باطن را از دست ندہند۔“

(مرقومات امدادیہ مکتوب ۱۸)

دین کے مددگار کمیاب ہو گئے ہیں اور اگر طالب روحانیت صادق ہو یا صادق نہ ہو اگر بیعت کرنا چاہے تو کسر نفسی کو بالائے طاق رکھ کر اس کی طرف مشغول ہو جائیں خداوند تعالیٰ ہی ہادی مطلق ہے ہدایت عطا فرمائے گا اور بحکم دل کو یار کی طرف اور ہاتھ کو کام میں لگائے رکھو، باطنی شغل کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔“

اس مکتوب میں مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب دونوں کو حاجی صاحب نے نصیحت فرمائی ہے کہ اگر کوئی واقعی طور پر مخلص بن کر یا جھوٹ موٹ بھی آپ دونوں کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہے تو کسر نفسی سے کام نہ لیں اور مرید بنا لیں۔

اسی اٹھارہویں مکتوب کے صفحہ ۲۵۱ پر حاجی صاحب مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب کو مشترکہ خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

مولوی عبدالرحمٰن خلف الرشید مولوی احمد علی صاحب (محدث سہارنپوری) را حسب درخواست شاں غائبانہ بیعت گرفتہ داخل سلسلۂ بزرگان خاندان خود کردہ شد خدائے تعالیٰ قبول کند و از فیضان بزرگان سلسلہ مشرف سازد، آمین، و او شاں را بعد سلام و دعائے خیر فرمودہ دہند کہ مولوی محمد قاسم و مولوی محمد یعقوب را بجائے فقیر دانستہ از خدمت شاں فیض یاب بودہ باشند۔“

مولوی عبدالرحمٰن بن مولانا احمد علی (محدث سہارن پوری) کو ان کی درخواست پر غائبانہ بیعت کر کے اپنے بزرگوں کے خاندان کے سلسلے میں داخل کر لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس سلسلے کے بزرگوں کے فیضان سے مشرف کرے آمین۔ ان کو سلام اور دعائے خیر کے بعد مطلع کر دیں کہ وہ مولانا محمد قاسم اور مولانا محمد یعقوب کو فقیر کی جگہ سمجھ کر ان کی خدمت سے فیض حاصل کریں۔“

حضرت پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب اپنے مریدین میں جن کو خاص طور پر بہت زیادہ محبت اور عزت کی نظر سے دیکھتے تھے ان میں ایک مولانا محمد یعقوب صاحب بھی تھے۔ حاجی صاحب اپنے ایک مکتوب بنام حکیم ضیاء الدین رام پور منہاران میں لکھتے ہیں:-

چونکہ دل را بدل رہیست اکثر اوقات بے اختیار طبع احقر میخواہد کہ او سبحانہ تعالیٰ سببے سازد

چونکہ دل کو دل سے تعلق ہوتا ہے اس لئے اکثر اوقات بے اختیار میری طبیعت چاہتی ہے کہ سبحانہٗ

کہ یکبار از ملاقات آں عزیز و مولوی رشید احمد صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب مسرت اندوزم"
(مرقومات امدادیہ ص۳۲)

تعالیٰ کوئی ایسا سبب کردے کہ ایک مرتبہ تم سے اور مولوی رشید احمد اور مولوی محمد قاسم اور مولوی محمد یعقوب کی ملاقات سے مسرور ہوں۔
(مکتوب نمبر ۵۸ مرقومات امدادیہ)

اس عبارت سے حاجی صاحب کی نظروں میں اور دل کے ساتھ مولانا محمد یعقوب صاحب کی قدر و منزلت اور محبت معلوم ہوتی ہے اس مقام پر ہم حاجی صاحب کی وہ تحریریں ختم کرتے ہیں جن سے مولانا محمد یعقوب کی روحانی بلندی، ارشاد و تلقین کا منصب عظیم اور حاجی صاحب کے تعلق کی نشاندہی ہوتی ہے۔

مولانا محمد یعقوب صاحب کی قلبی کیفیت اور عشق و معرفت الٰہی میں جذب و سرور

گزشتہ صفحات میں ہم نے حضرت پیر و مرشد کی زبانی مولانا محمد یعقوب صاحب کی روحانیت میں رفعت کا ذکر لکھا تھا۔ لیکن اگر آپ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کا خود ان کی حالت سے پتہ چلانا چاہتے ہیں تو آپ کی حسب ذیل عبارات سے آپ کے عشق الٰہی کا پتہ چلا سکتے ہیں۔ حسب ذیل تحریر آپ نے اپنے مرید منشی قاسم کو لکھی ہے اور جو خود آپ پر گزر چکی ہے وہی مرید کو بتا رہے ہیں۔ اس سے مولانا کا مقام ولایت عیاں اور واضح ہو جاتا ہے لکھتے ہیں :-

> ہر وقت ذکر حرکت قلب کی طرف کچھ التفات مت کرو اور نہ اس کی فکر کرو باطمینان ذکر میں لگے رہو حرکت چشتیہ خاندان میں مقصود نہیں۔ گرمی اور ذوق و شوق اگر پیدا ہوا اور درد اور قلق اور حزن و غم اور بیتابی بے چینی اور نہ رہ جانا طالب کا اور اشتیاق کا اور کبھی اضطراب اور خفقان یہ آثار نسبت گرم کے ہیں۔ اور اکثر ذکر کے وقت یا بعد ذکر ان کا ظہور ہوا کرتا ہے اور رغبت آواز خوش کی طرف لذت اس میں ہوا کرتی ہے جب یہ علامتیں تمام یا کوئی اس میں سے ہو شکر الٰہی کرنا چاہیئے اور اگر کچھ ظاہر نہ ہو یا ظاہر ہو کر ترقی نہ ہو یا گم ہو جاوے مایوس نہ ہوں اور کام میں مصروف رہیں کیونکہ محنت کسی کی اللہ کریم کے ہاں ضائع نہیں جاتی

؎ چوں نشینی بر سر کوئے کسے — عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے   عاقبت زاں در بروں آید سرے

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

طلبگار باید صبور و حمول   کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول

مولانا پر کیفیت خاص کا ظہور

اور یہ وہ کیمیا ہے کہ خاک سے روح پاک تیار ہوتی ہے اور گویا ہوا کی طاقت سے آسمان کی طرف جاتا ہے۔ یہ آتش عشق اس خاک کو آسمان بلکہ عرش کو لے جاتی ہے اور وہاں پہنچاتی ہے کہ فرشتہ بھی وہاں پر نہ مار سکے ؎

ہم نے گمنام وہاں پاؤں جمائے اپنے
پا فرشتے کا بھی جس جا سے پھسلتے دیکھا

اور جب ذکر غلبہ کرتا ہے ایک قلب کیا تمام جسم متحرک ہو جاتا ہے۔ بلکہ آواز آتی ہے بلکہ ہر طرف سے آواز آتی ہے اور ایسی آواز کا غلبہ اس قدر ہو جاتا ہے کہ نقار خانے کی آواز اس پر غالب نہیں ہوتی اور ثمرہ مشغولی ذکر اللہ کا ہوتا ہے۔

مرید عقیدت کیش کی تربیت سلوک کے سلسلے میں مذکورہ عبارت کی چند حقیقتیں ہمیں مولانا کی کیفیت قلبی کا پتہ دیتی ہیں اور اس شعر میں اپنے اس مقام کا اظہار جذبہ دروں سے مجبوری میں اچھل کر باہر نکل پڑا ہے۔

ہم نے گمنام وہاں پاؤں جمائے اپنے   پا فرشتے کا بھی جس جا سے پھسلتے دیکھا

گمنام حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کا تخلص تھا اور خود مولانا کا یہ شعر اپنی کیفیت قلبی کی ترجمانی کر رہا ہے۔ کہ جہاں فرشتوں کے بھی پاؤں میں لغزش آجائے وہاں ہم خدا کے فضل سے ثابت قدم ہو کر جم گئے ہیں اور ایسے مقام قرب میں پہنچے ہیں جہاں فرشتہ بھی نہیں پہنچ سکتا۔

ولی پر کئی دفعہ ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ اس کی زبان سے اس کے مقام قرب کا حال ٹپک پڑتا ہے اس میں فخر یا ریا کا نام نہیں ہوتا۔ الحاصل مولانا محمد یعقوب صاحب کو

(۱) قرب خداوندی

(۲) وصول بہ بارگاہ خداوندی

(۳) قبول بدرگاہ خداوندی کے تینوں مراتب حاصل ہو چکے تھے۔

ان مقامات میں اصل قبولیت ہے۔ وصولیت اور قرب اصل مدعا نہیں۔ کیا سلاطین کے درباروں

میں دربانوں، ملازموں اور خدام کو قرب اور وصول نہیں ہوتا۔ البتہ قبولیت جسے حاصل ہو جیسا کہ محمود غزنوی کے دربار میں ایاز کو حاصل تھی :

خوف خدا، صفائے باطن اور تقویٰ

حضرت مولانا محمد یعقوب کا باطن آئینے کی مانند تھا۔ اسی وجہ سے تقویٰ کی چمک باطن میں صاف نظر آتی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ کسی ناجائز عمل یا ناجائز کھانے سے آپ کی طبیعت فوراً متاثر ہوتی تھی۔ یہی تقویٰ ہے۔ اہل دل کے معدے حرام طعام کو ہضم نہیں کرتے یہ اللہ کی طرف سے ان کی حفاظت ہوتی ہے۔ حرام اور ناجائز خوراک کا خون دل کو خراب کرتا ہے اور اعمال صالحہ سے دل کو دور کر دیتا ہے۔ مولانا اشرف علی صاحب فرماتے ہیں کہ :-

ناجائز خوراک کا اثر

"مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے ہیں کہ ایک رئیس کے یہاں سے لڈو آئے۔ ایک بد ہیں نے کھالیا وہ کھاتے ہی قلب میں سخت ظلمت پیدا ہوئی اور ہر وقت یہ وسوسہ پیدا ہوتا تھا کہ کوئی خوبصورت عورت ملے جس سے زنا کروں اسی حالت میں ایک مہینہ گذر گیا۔ میں روتا تھا اور توبہ کرتا تھا کہ الٰہی یہ کیا ہو گیا۔ (الہادی ماہ رجب ۱۳۵۷ھ)

اولیاء کو بھی اس قسم کے وسوسوں سے شیطان خراب کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرماتے ہیں۔ مولانا کے دل سے آخر یہ خیال دور ہوا۔ اس کے برعکس حلال اور ریاضت کی کمائی کا فطرت سلیمہ پر اچھا اثر ہوتا ہے۔ مولانا تھانوی صاحب فرماتے ہیں :-

"ایک دفعہ ایک اور شخص نے دعوت کی یہ ایک بزرگ تھے۔ عبداللہ شاہ نام کر جنگل سے گھاس کھود کر لایا کرتے تھے اور دو آنے میں بیچ دیا کرتے تھے اس میں سے دو پیسے خیرات کر دیا کرتے تھے اور چھ پیسے بال بچوں میں خرچ کرتے تھے انہوں نے ایک دن کہا آپ صاحبوں کی دعوت کرنے کو دل چاہتا ہے۔ مگر کھانا پکا کر کھلانا تو ہمارے بس کا ہے نہیں دام لے لو اور اپنے گھر میٹھے چاول پکا کر کھا لو۔ ہم کئی آدمی تھے۔ مولانا محمد قاسم بھی تھے اور آپ کے ساتھ چند اور آدمی بھی تھے۔ سب نے مل کر مولانا محمد یعقوب صاحب کے ذمے اس کا پکوانا رکھا۔ وہ مولانا کے گھر پکا اور مولانا نے اس قدر احتیاط کی کہ کوری ہانڈی منگائی اور پکانے والے کو وضو کرایا۔ جب چاول تیار ہو گئے تو سب نے مل کر دو دو لقمے کھائے۔ مولانا (محمد یعقوب صاحب) فرماتے ہیں کہ جیسے ہی وہ چاول حلق سے اترے ایک روحانی لذت اور نور محسوس ہوا اور لطف یہ کہ اس کا اثر مدت تک رہا تو ہم نے کہا کہ ایک بار کے کھانے کا یہ اثر ہے تو اس شخص کی کیا حالت ہو گی جو ہمیشہ ہی ایسا کھانا کھاتا ہے اور اس کے سوا اور کوئی کھانا اس کے پیٹ میں جاتا ہی نہیں (اربعین مصطفائی ص۱۹ بحوالہ الہادی ص۲۶)

حسن خاتمہ اور خوف خدا

مولانا محمد یعقوب صاحب کے خوف خدا کا یہ حال تھا فرماتے ہیں "دار و مدار ساری عمر کا خاتمہ پر ہے۔ دیکھئے اس وقت کیا رنگ ہو، خاتمہ کے ڈر سے جگر آب اور سب حال خوب خراب ہے۔ ساری عمر کا کیا کرایا ایک آن بھر میں اکارت ہو جاتا ہے۔ جو اس معرکے سے ایمان سلامت لے گیا اس کو مبارک باد اور سو مبارک باد وہ ہمیشہ ہمیشہ کو نجات پا گیا۔ اس کا کیا کہنا ہے"۔ (مکتوب یعقوبی م۳۳ ص۷۹)

مریدنیوں کو پیر و مرشد کے سامنے بے پردہ آنا ناجائز ہے

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے پردے میں بیعت لیتے تھے۔ پابند سنت اور متقی مرشدین کامل کا بھی یہی دستور رہا ہے۔ لیکن حسن و شہرت پرست، گندم نما جو فروش نقلی پیروں کے سامنے عورتوں کا بے حجاب آنا توان کی مرادیں بر آنا ہے۔ موروثی سجادگی میں عیش و عشرت کے بازار پیری کے پردے میں خوب گرم ہوتے ہیں۔ پنجاب کے ایک مشہور اور ممتاز پیر کے متعلق یہ شہرت ہے کہ وہ اپنی انگشت مبارک سے حاجتمند عورتوں کے سینے پر تحریر فرماتے ہیں۔ بہرحال یہ سلسلہ بھی جاری ہے۔ اس کے برعکس اہل اللہ حضرات کی جماعت ہے کہ وہ ایسی حرکت سے سخت متنفر اور بے زار ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اپنے مرید صفا کیش کے مکان پر نیا نگر فروکش ہوئے ہیں۔ وہ مدتوں سے متقاضی تھے کہ پیر و مرشد اپنے قدوم میمنت لزوم سے میرے گھر کو شرف بخشیں۔ دوران قیام میں بہت سے مرد اور عورتوں نے بیعت بھی کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض عورتیں بغیر اجازت بے خبری میں حضرت مولانا کے سامنے بیعت کیلئے آ گئی ہیں۔ مولانا عقیدت مند کو لکھتے ہیں:-

"ہر چند رشتہ پیری مریدی کا ایک مستحکم رشتہ ہے مگر حکم شرع مقدم ہے یہ بے پردگی اس وقت احقر کے مزاج کے نہایت مخالف تھی۔ مگر موقع کہنے کا نہ تھا۔ اگر کہتا بے شک یہ سلسلہ بند ہوتا اور سب کو ناگوار ہوتا اور خدا جانے کس بات پر محمول ہوتا۔ خیر جو کچھ ہوا ہو گیا۔ اب اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیئے (مکتوبات یعقوبی)

کثرت مریدین و مریدات

اس ناکارہ سے اپنے بعض اقربا اور بعض اجنبی عورتیں بہت بیعت ہوئی ہیں مگر طریقہ پردہ حسب شرع ان سے ہے۔

آدمی سے شیطان دور نہیں ہے

آدمی شیطان کو دور نہ سمجھے۔ اس ملعون نے بڑے بڑوں کو دے مارا ہے۔ ہم جیسے کمزور کس شمار میں ہیں بلکہ ہماری کمزوری ہی کے سبب وہ ملعون ہمارے درپے سے نہیں جاتا ہے کہ ان کی کیا حقیقت ورنہ ہمارا کیا ٹھکانا

تھا اور یہ ایک حفاظت الٰہی کا ظہور ہے اسی کی پناہ سے یہ سارا زنگ جما ہوا ہے"۔

(مکتوبات یعقوبی مکتوب نمبر ۲۵ کا تتمہ ص۵۵)

مولانا کی مذکورہ بالا تحریروں سے مولانا کے دل میں خوف خدا، تقویٰ اور خلاف شریعت وطریقت کسی کام سے پرہیز کا حال معلوم ہوتا ہے اور یہی شان ولایت ہے جس کے باعث مولانا محمد یعقوب صاحب اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ علیہم وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ؕ کے زمرے میں شامل نظر آتے ہیں۔ مولانا کی ولایت میں ان کے حالات زندگی پڑھ کر کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ لیکن بعض اولیاء کو بارگاہ خداوندی میں ناز کی سی کیفیت حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی ناز برداری کرتے ہیں۔ مولانا محمد یعقوب کو بھی یہ مقام حاصل تھا۔ حدیث طیبہ میں ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعے ہمارا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ اور یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ جب ولی مقرب بات کرتا ہے تو میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں۔ جس سے وہ کام کرتا ہے۔ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ یہی وہ مقام خودی ہے جس کا اظہار ڈاکٹر اقبال نے اس شعر میں کیا ہے ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

ایسے مقرب بندے کا پھر خدا چاہنے والا بن جاتا ہے اور بندے کو فرشتوں میں یاد کرتا ہے۔ کسی ہندو شاعر نے پتے کی بات کہی ہے کہتا ہے ؎

نہ ہاتھ سے مالا جپیں نہ منہ سے کہیں رام
رام ہمارا ہمیں جپے ہم کریں بسرام"

ولایت کے ساتھ مقام ناز، کشف کے ساتھ مستجاب الدعوات ؒ

مولانا تھانوی کی حسب ذیل روایت الہادی ماہ شوال ۱۳۵۷ھ صفحہ ۲۵ پر مولانا محمد یعقوب صاحب کی قبولیت دعا اور خواب میں کشف اور ولایت کے سبب بارگاہ خداوندی میں ناز کے مقام کا پتہ دیتی ہے۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی حاجت (دیوبند میں مکان بنانے کے لئے جیسا کہ مولانا تھانوی کے ایک ملفوظ میں ہے) میں رقم کی ضرورت تھی (مولانا محمد یعقوب صاحب) نے حق تعالیٰ سے دعا کی تو روپیہ مل گئے پھر خواب میں جنت نظر آئی اور ایک محل بھی دیکھا۔ حاضرین سے پوچھا کہ یہ کس کا محل ہے۔ انہوں نے مولانا (محمد یعقوب) کا نام بتلا دیا۔ مگر دیکھتے ہیں کہ اس کا ایک کنگرہ ٹوٹا ہوا ہے مولانا نے پوچھا کہ یہ کنگرہ ٹوٹا ہوا کیوں ہے۔ جواب دیا کہ انہوں نے دنیا میں مانگ لیا۔ جب (مولانا محمد یعقوب صاحب) خواب سے بیدار ہوئے تو آپ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ حضور اگر جنت کے کنگرے ہم کو یہاں ملنے لگیں گے تو ہم تو اپنا سارا محل یہاں ہی کھا جائیں گے۔ آپ کے یہاں کیا کمی ہے۔ یہاں الگ دیجئے اور وہاں الگ دیجئے"

مولانا محمد یعقوب صاحب کا یہ واقعہ لکھ کر مولانا تھانوی لکھتے ہیں

"حضرت مولانا متغنّا نہیں تھے۔ اس لئے حق تعالیٰ سے وہ ایسی باتیں کر لیا کرتے تھے ایک دفعہ غالباً حضرت مولانا نانوتوی نے مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کا ایک ناز کا فقرہ سن لیا تھا تو گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ یہ انہی کا مقام ہے کہ ایسی باتیں کہہ گئے کوئی دوسرا کہتا تو کان پکڑ لیا جاتا"

مثنوی مولانا روم میں گذر ریئے اور موسیٰ علیہ السلام کا وہ واقعہ یاد کیجئے کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اے خدا تو مجھے مل جائے تو میں تجھے اپنی بکریوں کا دودھ پلاؤں اور تیرے سر میں کنگھا کر دوں۔ موسیٰ علیہ السلام سن رہے تھے۔ انہوں نے چرواہے کو ڈانٹ پلائی اور وہ وہاں سے بھاگ گیا۔ جس پر موسیٰ علیہ السلام کو وحی ہوئی ؎

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا   بندۂ ما را چرا کردی جدا
تو برائے وصل کردن آمدی   نے برائے فصل کردن آمدی

چرواہا مقام ناز میں یہ باتیں کر رہا تھا۔ جنون عشق دل میں جب جوش مارنے لگتا ہے تو وہ مقام ناز میں اتر آتا ہے بظاہر بعض باتیں گستاخ نظر آتا ہے۔ مگر حقیقت میں گستاخ نہیں ہوتا۔ بقول مولانا روم ؎

گفتگوئے عاشقاں در کار رب   جوشش عشق است نے ترک ادب
بے ادب تر نیست زو کس در جہاں   با ادب تر نیست زو کس در جہاں

امیر شاہ خاں اکابر دیوبند کے معاصرین، معتقدین اور مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا گنگوہی اور مولانا محمد یعقوب صاحب کے خاص مصاحبین میں سے تھے راقم الحروف نے ان کو زمانۂ طالب علمی میں دیوبند میں دیکھا اور ان کے پاس بھی بیٹھا ہوں۔ نورانی چہرہ، ظریف الطبع اور بڑے دیندار تھے ان سے اکابر کی بہت سی روایتیں امیر الروایات کے نام سے موسوم ہو کر طبع ہو چکی ہیں اور ان کی یہ روایات مشاہدات پر مبنی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ:

"ایک مرتبہ صبح کے وقت جناب مولوی محمد یعقوب صاحب مدرسے میں اپنی درسگاہ میں پریشان اور خاموش بیٹھے ہوئے تھے میں اور چند اشخاص بھی اس وقت پہنچ گئے مولانا نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اقوّا رات مجھ سے بڑی غلطی ہو گئی میں نے حق تعالیٰ سے کچھ عرض کیا حضور نے کچھ ارشاد فرمایا۔ میں نے پھر کچھ عرض کیا جو کہ ظاہراً گستاخی میں داخل تھا اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ بس چپ رہو بکو مت۔ ایسی گستاخی! یہ سن کر میں خاموش ہو گیا اور بہت کچھ استغفار اور معذرت کی۔ بالآخر میرا قصور معاف ہو گیا۔ اس کے بعد آسمان سے ایک پیڑھا یا کھٹولا (یہ مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کیا فرمایا تھا) اترا جس کی پٹیاں، سیروے، پائے سب الگ الگ تھے میں نے عرض کیا کہ حضور میں سمجھ گیا۔ حضور نے فرمایا ہاں۔"

خانصاحب نے فرمایا یہ وہ زمانہ تھا جس زمانے میں حضرت مولانا (محمد قاسم صاحب) نانوتوی مرض الموت میں علیل تھے۔ مولوی فخرالحسن (گنگوہی تلمیذ مولانا محمد قاسم) نے اس واقعہ کو حضرت مولانا (محمد قاسم صاحب) کی خدمت میں بیان کیا تو آپ گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور گھبرا کر فرمایا کہ اقّوا مولوی محمد یعقوب صاحب نے ایسا کیا۔ توبہ توبہ، توبہ بھائی یہ انہی کا کام تھا کیونکہ وہ مجذوب ہیں۔ اگر ہم ایسی گستاخی کرتے تو ہماری تو گردن نپ جاتی۔" (امیر الروایات۔ حکایات اولیا، ارواح ثلاثہ ص ۲۳۲۔ ۲۳۱)

مجذوب مولانا محمد یعقوب

مذکورہ بالا واقعہ یہ تھا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے دراصل مولانا محمد قاسم صاحب کی زیادتی عمر کے لئے ازرہ ناز و نیاز بارگاہ خداوندی میں اصرار کیا تھا اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے یہ بھی عرض کیا کہ میری عمر میں سے ان کو دے دیجئے لیکن یہ بات منظور نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ آسمان سے ایسا پیڑھا اترا جس کے سیروے اور پائے علیحدہ تھے اور جس کو دیکھ کر مولانا محمد یعقوب صاحب نے کہا کہ حضور میں سمجھ گیا اس کا مطلب یہ تھا کہ مولانا محمد قاسم کے اعضا بھی جلد وفات پا کر علیحدہ علیحدہ ہونے والے ہیں تو اس بات پر مولانا بارگاہ خداوندی میں ضد کر رہے تھے اور یہ مولانا کی مجذوبیت کا اثر تھا۔

مولانا محمد یعقوب صاحب پر بعض اوقات جذب کی حالت طاری ہوتی تھی اور اس وقت جو دعا یا بددعا کرتے قبول ہو جاتی تھی۔ مگر یہ دعا منظور نہیں ہوئی۔ اسی لئے مولانا محمد قاسم صاحب نے انہیں ان کے حالات سے واقفیت کی بنا پر مجذوب کہا ہے۔ مجذوب کوئی ایسا لفظ نہیں کہ اس سے گھبرایا جائے یہ ولی کا ایک مقام ہے جس میں بندہ عاشق خدا اپنے محبوب کی طرف کھنچ جاتا ہے اور خدا کی ذات میں محو ہو جاتا ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب نے جو مولانا محمد یعقوب صاحب کو مجذوب کہا ہے ان کا مطلب یہی ہے کہ ان پر عشق خداوندی اتنا غالب تھا کہ خدا کی ذات کی طرف کھنچ کر رہ گئے تھے۔ جیسے آفتاب کی کرنیں پانی کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں یا شبنم کو فنائیت سے دوچار کر دیتی ہیں بقول غالب ؎

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم   میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

مولانا محمد یعقوب صاحب کا حال بھی ایسا ہو جاتا تھا۔

اہل دیوبند اور اپنے لئے بددعا

ہم نے حرف آغاز میں مولانا کا واقعہ لکھا ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے اہل دیوبند سے کہا تھا کہ یہاں عنقریب وبا پھیلنے والی ہے۔ ہر چیز میں سے صدقہ نکالا جائے تو بعض اہل شہر نے کہا کہ شاید مدرسہ میں روپیہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے صدقات ادا کرنے کی نصیحت کی جا رہی ہے۔ یہ بات مولانا کو معلوم ہو گئی۔ غیظ میں بھر گئے فرمانے

لگے - یعقوب تو، تیری اولاد اور دیوبند والے۔ یعقوب تو، تیری اولاد اور دیوبند والے، کئی دفعہ یہ جملہ دہرایا حاجی محمد عابد صاحب قریب ہی حجرے میں یہ الفاظ سن رہے تھے۔ وہ حجرے سے گھبرا کر نکلے اور کہا اجی حضرت آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ فرمایا میں نے کیا کہا۔ حاجی صاحب نے الفاظ بیان کئے تو مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا اب تو ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ دیوبند میں ہیضے کی بیماری پھیلی روزانہ بکثرت جنازے نکلتے تھے۔ ہزاروں دیوبند والے مر گئے اور آپ کے گھر کے بھی چودہ افراد دنیا سے رخصت ہوئے اور خود بھی ہیضے میں انتقال فرما گئے۔ اندازہ لگائیے کہ جو الفاظ آپ کی زبان سے نکلے ان کا مولانا کو بھی ہوش نہ رہا اور حاجی محمد عابد صاحب نے بتلائے۔ اسی قسم کا واقعہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے بیان فرمایا جو انہوں نے خود مولانا محمد یعقوب صاحب سے سنا۔ مولانا محمد قاسم صاحب نے جو مولانا محمد یعقوب صاحب کو مجذوب فرمایا اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت تھانوی فرماتے ہیں :-

> بعض مراتب مجذوبیت میں ایسے اقوال (جو مولانا نے مولانا محمد قاسم کی عمر زیادہ ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے لپٹ ہو کر کہے تھے) داخل ادلال (ناز) ہو کر عفو فرما دیئے جاتے ہیں اور بعض مجاذیب (مجذوب لوگ) ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر جذب کا اثر کسی وقت ہوتا ہے۔ احقر (مولانا تھانوی) نے خود مولانا (محمد یعقوب صاحب) سے سنا ہے کہ " ایک بار خط لکھ کر میں نے دستخط کرنا چاہا تو اپنا نام بھول گیا؟ (مولانا تھانوی کہتے ہیں) بجز جذب اور اس کا سبب کیا ہو سکتا ہے" (حکایات اولیاء یعنی ارواح ثلاثہ صـ۳۲۳)

اسی جذبہ اور درد دل کا نتیجہ تھا کہ مولانا دیوبند کی چھتے کی مسجد میں وضو فرما رہے تھے کہ کسی غمزدہ عورت کے رونے کی آواز ایک طرف سے آئی۔ وضو کرتے کرتے مولانا کی حالت اس عورت کے رونے سے بدل گئی - امیر شاہ نے یہ واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ ایک دفعہ اجمیر میں مولانا صبح کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے جا رہے تھے کہ کان میں بھڑبھونجوں کے دھان کوٹنے کی آواز آئی۔ مولانا کو وہیں وجد آ گیا (حکایات اولیاء ارواح ثلاثہ صـ۳۳۶)

کشفیات

کشف کے لغوی معنیٰ کھل جانے، واضح ہو جانے اور ظاہر ہونے کے ہیں۔ لیکن تصوف کی اصطلاح میں کسی حقیقت کا دل پر سے پردہ اٹھ جانا اور اولیاء کے قلوب پر کسی چیز کا من جانب اللہ کنایۃً، اشارۃً یا واضح طور پر ظہور ہونا کشف ہے جیسا کہ سوانح میں مشہور ہے۔ جس طرح آئینے کی گندگی اور کثافت دور ہونے سے آئینہ روشن ہو جاتا ہے یہی حال اولیاء کے دلوں کا ہے۔ عبادت، ریاضت مجاہدات اور اذکار و عبادات سے ان کے دل آئینے کے مانند صاف اور شفاف ہو جاتے ہیں اور دلوں سے حجابات اٹھ کر حقائق کا عکس دلوں پر پڑتا ہے اسی کا نام کشف ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے دل کا بھی یہی حال تھا اور مجاہدات اور اذکار و عبادات سے آپ کا دل روشن ہو چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو کشف کا مقام حاصل تھا اور تمام معاصرین نے آپ کے کشف کو متفقہ طور پر تسلیم کیا ہے۔ کشف کی مختلف صورتوں کو مولانا کے حسب ذیل کشوف سے معلوم کیجیے:

ہمشیرہ کے متعلق کشف

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ "مولانا محمد یعقوب صاحب نے ہمشیرہ کے متعلق ایک کشف بیان کیا۔ انہیں حج سے آنے میں اور نیز خبر بھیجنے میں دیر ہوئی۔ مولانا فرماتے تھے میں ان کے انکشاف حال کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک بڑا کاغذ خوشخط دیکھا جس میں جدولیں بنی ہوئی تھیں۔ ایک خانے میں لکھا تھا۔ الداملیہ دوسرے میں العمل۔ تیسرے میں الجزاء۔ اس میں، میں نے اپنی ہمشیرہ کا نام دیکھا۔ العمل۔ میں لکھا تھا الحج اور الجزا میں لکھا تھا۔ فِی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ" (الہادی رجب ۱۳۵۱ھ صـ۲۲)

مولانا محمد یعقوب اور اظہار کشف

مولانا تھانوی نے فرمایا۔ مولانا اپنا کشف چھپاتے تھے نہ دوسرے بزرگوں کا۔ اس واسطے اور بزرگ اس مجمع کے مولانا سے اپنے مکاشفات نہیں کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مولانا رفیع الدین صاحب (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) نے کہہ دیا کہ رمضان شریف میں فلاں تاریخ کو بارش ہوگی۔ (قحط کا زمانہ تھا)۔ بس مولانا محمد یعقوب صاحب نے سب سے کہہ دیا کہ اطمینان رکھو فلاں تاریخ کو بارش ہوگی۔

(الہادی صـ۴۲ منقول از قصص الاکابر)

کشف میں غلط فہمی

صاحب کشف صوفی اور درویش کو بعض اوقات کشف میں غلط فہمی ہو جاتی ہے حالانکہ کشف اپنی جگہ صحیح ہوتا ہے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب کو بھی کشف میں غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی روایت کرتے ہیں کہ "مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ مولانا محمد قاسم صاحب کی عمر کی بابت مجھے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ وہ یہ کہ جب مولانا کی شدت مرض سے زندگی سے مایوسی ہوئی تو مولانا محمد یعقوب صاحب رجوع الی اللہ ہوئے اور بیتابانہ اس طرح دعا کی کہ ہماری عمر انہیں عطا فرما دیجئے۔ فرماتے تھے کہ میری تسلی کی گئی کہ ابھی دس برس اور زندہ رہیں گے۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے سب سے کہا کہ گھبراؤ مت ابھی دس برس مولانا اور زندہ رہیں گے۔ سب خاموش ہو گئے۔ مگر بعد میں مولانا محمد قاسم صاحب کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا حضرت آپ تو فرماتے تھے کہ دس برس اور زندہ رہیں گے۔ فرمایا بھائی

میرے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ میں نے خود یہ مطلب سمجھ لیا تھا کہ مطلب اور تھا۔ ایک بات صرف یہ معلوم ہوئی تھی کہ میری دعا کے جواب میں لفظ مہدیؔ کا ارشاد فرمایا گیا۔ یوں فرماتے تھے کہ میں نے مہدی کے عدد جوڑے تو ۵۹ ہوئے اور اس وقت مولوی (محمد قاسم) صاحب کی عمر ۴۹ سال کی تھی میں نے سمجھا کہ ابھی دس برس زندگی کے اور ہیں۔ جب انتقال ہو گیا تو اب سمجھ میں آیا کہ مطلب یہ تھا کہ مہدی کی برابر عمر ہوگی۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ۴۰ (چالیس) برس کی عمر میں ظہور ہوگا اور ۹ (نو) برس کے بعد انتقال ہوگا۔ پورے (۴۹) انچاس برس کی عمر ہوگی (قصص الاکابر الہادی ماہ رجب ۱۲۵۶ھ)

یعقوبی کرامات

جس طرح انبیاءؑ سے معجزات ظہور میں آتے ہیں اسی طرح اولیاءؒ سے کرامات کا ظہور کسی ثبوت اور دلیل کا محتاج نہیں جس طرح انبیاءؑ کے معجزات برحق۔ اسی طرح اولیاءؒ کی کرامات درست۔ دو چار نہیں اولیاءؒ کی ہزاروں کرامتیں کتابوں میں اور زبان زد خلق ہیں۔ ہاں جیسے کہ معجزات کا ظہور معیار نبوت نہیں اسی طرح اولیاءؒ کی ولایت کے لئے کرامات کا ظہور معیار ولایت نہیں۔ کیونکہ معجزات کے بغیر انبیاءؑ کی نبوت برحق اسی طرح اولیاءؒ کی ولایت کرامات کے بغیر بھی سچ ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کی کرامتوں میں سے ایک کرامت ہم پیش کرتے ہیں:۔

“امیر شاہ خاں صاحب نے بتایا کہ مولوی معین الدین صاحب مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ وہ مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات واقع ہوئی) بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتے میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جاکر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا تھا۔ بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب میں قبر پہ مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم۔ کئی مرتبہ ڈال چکا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ میں نے مولانا کی قبر پہ جا کر کہا (یہ صاحبزادہ بہت تیز مزاج تھے) کہ آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہو گئی۔ اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم بھی مٹی نہیں ڈالیں گے۔ ایسے ہی پڑے رہیو۔ لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی۔ ویسے ہی یہ شہرت ہو گئی کہ اب کے آرام نہیں ہوتا۔ پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا”

(حکایات اولیاءؒ - ارواح ثلاثہ - از امیر الروایات ص۳۲)

دراصل معجزہ ہو یا کرامت اس کا حکم اور قدرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور ظہور نبی یا ولی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یہی مطلب قرآن کریم کی اس آیت کا ہے۔ وَمَا رَمَیْتَ إِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جو جنگ احد میں کنکریاں پھینک کر ماریں جن سے کفار کی کمریں ٹوٹ گئیں وہ آپ نے پھینک کر نہیں ماریں بلکہ اللہ نے ماری تھیں۔ اسی مضمون کو غالب نے یوں ادا کیا ہے ؎

تیر قضا ہر آئینہ در ترکش حق است　　اما کشود او ز کمان محمد است

اسی طرح مولانا محمد یعقوب صاحب کی قبر کی مٹی میں شفا، شافی مطلق کی طرف سے اور اس کے حکم سے ہوئی اور وہ ذریعہ بن گئے۔ اور بات تو یہ ہے کہ جب بندہ سراپا خدائے تعالیٰ کا مطیع اور فرمانبردار بن جاتا ہے تو خدا کی خدائی بندہ مومن کی غلام بن جاتی ہے۔ بقول شیخ سعدی ؎

تو گردن ہم از حکم داور مپیچ　　کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

نوح علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی تیار کی تو قوم کے کافرین نے اس میں گندگی کرنی شروع کر دی یہاں تک کہ کشتی بھر گئی۔ قوم نوح کو خارش اور برص کی شکایت عام تھی۔ اتفاقاً ایک روز ایک کافر کشتی میں گر پڑا اور نجاست میں لت پت ہو گیا نہایا تو خارش یا برص بالکل دور۔ پھر تو ساری قوم نے جا جا کر نجاست کو جسم سے ملا حتیٰ کہ پانی سے دھو دھو کر جسم پر مالش کی۔ کشتی صاف ہو گئی جو قدرت کا منشا تھا۔ لیکن قدرت نے اس گندگی میں خارش یا برص سے صحت کا مادہ پیدا کر دیا۔ فالحکم للہ۔ والعظمۃ للہ۔

ولایت یعقوبی ہم نے مولانا کی حاجی امداد اللہؒ صاحب سے بیعت کے سلسلے میں ان کے تقویٰ، صبر و استقامت، جذب و عشق اور کرامت پر مناسب الفاظ و عبارات میں کچھ بیان کیا ہے اور اسی ضمن میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ مولانا اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اور ولایت کے ساتھ ان کو بارگاہ خداوندی میں ناز بھی تھا۔ ان کی دعا بھی مقبول ہوتی تھی اس لئے مستجاب الدعوات تھے جیسا کہ گزرا یہ سب مولانا کی ولایت کی برکتیں اور ثمرات تھے۔

امیر شاہ خاں صاحب نے فرمایا کہ حاجی منیر خاں صاحب خانپوری (یہ صاحب مولوی محمد یعقوب صاحب کے برادر خورد جناب مولوی محمد اسحاق صاحب سے بیعت تھے) اور رفیق محمد خاں صاحب نواب دتاولی اور میاں جی محمدی صاحب (یہ میرے استاد اور سید صاحب شہید سے بیعت تھے اور اورنگ آباد کے رہنے والے تھے) اور نواب قطب الدین صاحب اور

رحیم داد صاحب خورجوی اور مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی یہ لوگ ہیں نے ایسے دیکھے جن کی ولایت کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہ تھی بلکہ ان کے چہروں ہی سے دیکھنے والوں کو معلوم ہو جاتا تھا۔ کہ یہ حضرات اولیاء اللہ ہیں۔ اس پر میں ایک بات سناتا ہوں۔

"مرادآباد کی شاہی مسجد میں ایک صاحب امام تھے۔ مجھ سے ان سے بہت ملاقات تھی اور وہ وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ قرآن بہت اچھا پڑھتے تھے۔ حج بھی بہت کئے تھے۔ مگر ہمارے بزرگوں کے ساتھ ان کو عقیدت نہ تھی۔ بلکہ کچھ سوئے عقیدت تھی۔ ایک روز کسی پنجابی صاحب کے یہاں مولوی محمد یعقوب صاحب قدس سرہ کی دعوت تھی۔ دعوت میں میں (امیر شاہ خان) بھی شریک تھا اور وہ امام صاحب بھی اور ہم لوگ دروازے کے قریب بیٹھے تھے۔ جب کھانے سے فراغت ہو چکی تو ہم دونوں باہر آکر کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں مولانا محمد یعقوب صاحب کسی سے باتیں کرتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے نکلے امام صاحب نے جو مولانا کی صورت دیکھی تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا کہ مجھے ان حضرات سے ناحق بد اعتقادی تھی۔ ان کی نورانی صورت ان کی ولایت پر خود شاہد ہے۔ ایسی نورانی صورت خدا کے خاص بندوں کے سوا دوسروں کی نہیں ہو سکتی۔ اور ان (امام صاحب) پر اس وقت ایک حالت طاری ہوئی۔ جس سے وہ بیتاب ہو گئے اور ہائے ہائے کہتے ہوئے انہوں نے مولانا کے قدم پکڑ لئے اور بہت روئے (حکایات اولیاء ؛ امیر الروایات ص۳۳)

ٹھیک فرمایا ہے مولانا روم نے ؎

نور حق ظاہر بود اندر ولی نیک بیں باشی اگر اہل دلی
مرد حقانی کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

درس مثنوی اور مولانا

ولایت ہی کا نتیجہ تھا اور اس کے ساتھ جذب کا جیسا کہ حضرت تھانوی کی خود روایت ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب کے سبق پڑھانے کے وقت آنسو کثرت سے جاری ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ ہم نے چاہا کہ مولانا سے مثنوی شروع کریں تو مہتمم صاحب (مولانا رفیع الدین صاحب جو خود بھی اولیاء کرام میں سے تھے) نے فرمایا۔ کہ انہیں (مولانا محمد یعقوب صاحب کو) مدرسے میں بیٹھنے دو گے یا نہیں۔ اگر مثنوی پڑھانے لگے تو جنگلوں کو نکل جائیں گے۔ آگ بھڑک اٹھے گی" (حکایات اولیاء ص۲۳۵)

ہم نے علما اور اخیار کے یہ چند اقوال اور روایات مولانا محمد یعقوب صاحب کے متعلق پیش

کی ہیں جن سے قاری کو معلوم ہوگا کہ مولانا کس درجے کے ولی تھے۔ ایسا ہی ایک اور واقعہ مولانا تھانوی کے ملفوظات میں پڑھا ہے کہ کسی جگہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولانا محمد قاسم اور مولانا محمد یعقوب صاحب (غالباً رام پور منہیاران) میں جمع ہوئے۔ غالباً جمعہ کا دن تھا۔ بستی میں ان کی آمد کی شہرت ہوگئی اور وعظ کہنے کا لوگوں کو پتہ چلا۔ عوام و خواص زیارت اور تقاریر سننے کو آنے لگے۔ ایک نوجوان لڑکے نے وعظ سننے کا ارادہ کیا۔ باپ بریلوی مکتبۂ فکر کے آدمی تھے انہوں نے بیٹے سے کہا نا بیٹا! ان کا وعظ مت سننا یہ لوگ تو وہابی ہیں۔ لڑکے نے اصرار کیا تو باپ بھی ہمراہ ہو لئے مبادا کوئی اثر ہو جائے۔ جب اس مسجد میں داخل ہوئے جس میں یہ حضرات ٹھہرے ہوئے تھے تو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب غسل خانے سے نہا کر باہر نکلے۔ باپ اور بیٹے دونوں نے دیکھا اور بے ساختہ نورانی چہرہ دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر وہابی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ تو ہم بھی آج سے وہابی ہیں۔ غرضیکہ بے ساختہ شیدا ہو گیا۔ یہ ہے ولی کے چہرے کا اثر۔

مولانا محمد یعقوب کا سلسلہ و شجرہ مرشدین ؒ

مولانا محمد یعقوب صاحب کا سلسلۂ بیعت اور آپ کے مرشدین کا شجرہ ایسا بابرکت شجرہ ہے جس میں حاجی امداد اللہ صاحب، شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی۔ حضرت شیخ علاؤ الدین صابر کلیری، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ حضرت حسن بصریؒ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے سے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات رحمت صفات پہ پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے:

ایں سلسلۂ طلائے ناب است   ایں خانہ تمام آفتاب است

انہی حضرات کے فیض کا نتیجہ ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب مقام ولایت کو پہنچے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سید الطائفہ نقشبندیہ مجددیہ، چشتیہ سہروردیہ اور قادریہ چاروں سلسلوں سے بیعت تھے۔ لیکن چشتیہ صابریہ میں اپنے مریدوں کو بیعت کرتے تھے۔ اس لئے مولانا محمد یعقوب صاحب بھی سلسلۂ چشتیہ ہی میں لوگوں کو مرید بناتے تھے۔ سلسلۂ چشتیہ میں سوز و درد، بے قراری اور بے خودی اور فنا زیادہ ہوتی ہے اس لئے مولانا نے بھی اسی سلسلے کو گلے سے لگایا۔ اب ہم مولانا محمد یعقوب صاحب کا منظوم شجرہ جو انہوں نے لکھا ہے پیش کرتے ہیں۔ اس سے آپ کو تمام خلفا اور مرشدین کا علم ہو سکے گا۔ یہ شجرہ منظوم مولانا کا اپنا لکھا ہوا بیاض یعقوبی سے ہم درج کر رہے

ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے :-

شجرۂ منظوم

تمامی حمد اے محبوب مطلق بذات تو سزاوار است و لائق
پس از حمد و صلوٰۃ اے خالق فرد بدرگاہ تو بندہ عرض می کرد
خداوندا بحق ذات پاکت پذیرا کن مناجاتم برحمت
بحق آنکہ بے چون و چگونی بسوئے حق مرا کن رہنمونی
خداوندا بحق شاہ لولاک[۱] مرا کن از غم دنیا و دین پاک
بآنکہ اسمہٗ احمد محمد امام انبیا سلطان سرمد
عطا فرما طریقت با شریعت دلم روشن کن از نور حقیقت
بحق مرتضیٰ[۲] شاہ ولایت خداوندا نما راہ ہدایت
بحق شیخ حسن[۳] بصری الٰہی ز سر خویشتن کن آگہ کماہی
بحق شیخ حبیب[۴] عجمی شہ دین دعایم را بفضل خویش بگزین
بحق حضرت داؤد[۵] طائی مرا از قید ہستی دہ رہائی
بحق خواجہ معروف[۶] کرخی مرا محفوظ دار از شر چرخی
خداوندا بحق سر[۷] سقطی ثباتم دہ براہ نیک بختی
بحق شہ جنید[۸] آں شیخ بغداد ز قید دو جہاں مارا کن آزاد
بحق خواجہ بوبکر شبلی[۹] بکن بر عاشقاں خود تجلی
بحق عبد[۱۰] واحد بوالفضل شاہ خداوندا کن از اسرار آگاہ
بحق بوالفرح[۱۱] آں شاہ طرسوس مکن مارا ز رحمت خویش مایوس
بحق بوالحسن[۱۲] ہنکاری با حق بہ تیغ عشق خود کن سینہ ام شق
بحق بوسعید[۱۳] آں شاہ بوالخیر بکن محو از دل من الفت غیر
خداوندا بحق شاہ جیلاں محی الدین[۱۴] غوث و قطب دوراں
بکن خالی مرا از ہر خیالے ولیکن آنکہ زو پیداست حالے
بتاج الدین شاہ عبد[۱۵] الرزاق بدہ جا لائقیم در راہ عشاق

بحق شاہ زین[۱۶] الدین والا
مزین کن مرا از دین و تستوی لے
بحق شیخ یحییٰ[۱۷] زاہد حق
بشرف ساز از دیدار مطلق
خداوندا بحق شاہ مولیٰ[۱۸]
بمانم بر درت دائم جبیں سا
بآں عبد[۱۹] الوہاب بحر ثانی
مرا کن غرق در موج معانی
بعبد[۲۰] القادر راسی الہٰبا
بملک معرفت کن شاہ مارا
بحق احمد[۲۱] قدسی عاقل
نشان ماسوا مگذار در دل
بحق شاہ مولانا[۲۲]ئے مغرب
بگرداں مدفنم در خاک یثرب
بحق شاہ عبد[۲۳] الحق عالی
دلم را کن ز حُبّ غیر خالی
خداوندا بحق شاہ الیاس[۲۴]
پنہ خواہم ز تو از شرّ خنّاس
بحق حضرت قمیص[۲۵] اعظم
بہ گریہ چشم را دہ گریہ باہم
بحق بو محمد شہ[۲۶] محمد
عطا فرما مرا عرفان بے عد
بحق شہ[۲۷] محی الدین ثانی
بدہ درد و غم و سوز نہانی
بحق شاہ عبد[۲۸] الحیٔ کامل
جمال خویش چشم ساز شامل
بحق شاہ سیّد عبدالرزاق
بوصل خویش مارا دار مشتاق
خداوندا بحق رحم علی[۳۰] شہ
بہ اسرار لدنی ساز آگہ
بشیخ لله عبدالرحیم[۳۱] آں شاہ شہدا
شہیدم کن بہ تیغ عشق شاہا
بحق حضرت نور[۳۲] محمد
منور کن دلم از نور بے حد
بحق حضرت امداد[۳۳] اللہ
دمم آخر شود با یاد اللہ
خداوندا بحق جملہ پیراں
مرا ہم دو طریق ایشاں بمیراں
بحق آل و ازواج و باصحاب
بجملہ اولیاء، ابدال و اقطاب
بغوث و فرد و ابرار و یا وتاد
بعشاق و بزہاد و بعُبّاد
ز دست نفس کافر کیش خونخوار
الہ العالمین مارا نگہدار
بعصیاں می شوم برباد اللہ
بیا و جلد کن امداد اللہ

ے یہ مصرعہ وزن سے گر رہا ہے۔ ٹلہ شجرہ کے دو شعر بیاض یعقوبی میں طبع ہونے سے رہ گئے ہیں، کیونکہ شاہ عبدالرحیم سے پہلے شیخ عبدالباری اور شیخ عبدالہادی آتے ہیں، کیونکہ شاہ عبدالرحیم خلیفہ ہیں شیخ عبدالباری کے اور وہ خلیفہ ہیں شیخ عبدالہادی کے، مصنف

بخود مشغول دار اندر حیاتم　　اگر میرم بدہ یارب نجاتم
خداوندا باین پیران عظام　　بوقت مرگ کن باخیر انجام
ہر آں شخصے کہ ایں شجرہ بخواند　　مرا ہم از دعائے یاد دارد
بمقبولان خود یارب برحمت　　بدہ گمنام را باخویش نسبت

مشرف کن مرا با جذب توفیق
زمسومی رسانم تا بہ تحقیق

مولانا کے مُریدین و مسترشدین

جب حضرت سالک و مجذوب کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیر و مرشد کی طرف سے خلافت مل گئی اور اس پر طرّہ یہ کہ ولایت کا مقام بھی حاصل ہوا تو آپ کے مریدین اور عقیدتمندوں کا سلسلہ بھی روز افزوں ہوا۔ ظاہر ہے کہ ؎

ہر کجا چشمہ بود شیریں　　ملخ و مرغ و مور گرد آیند
کس نہ بیند کہ تشنگان حجاز　　بلب آب شور گرد آیند

آپ کے برادرزادہ امیر احمد عشرتی نانوتوی مقدمہ بیاض یعقوبی کے اول میں لکھتے ہیں:

"آپ کے شاگرد و مرید اچھے اچھے مشاہیر بنگال، پنجاب، پشاور، پورب وغیرہ میں بے شمار موجود ہیں۔" (آغاز کتاب ص)

صاف ظاہر ہے کہ جہاں شاگرد بہت سے تھے مرید بھی بہت سے تھے۔ پینتیسواں مکتوب ہے اور جو ۱۲ رجمادی الاخری [illegible] کو آپ نے مرید منشی محمد قاسم [illegible] کو لکھا [illegible] جس میں تحریر فرماتے ہیں: "اس ناکارہ سے اپنے بعض اقربا اور بعض اجنبی عورتیں بہت بیعت ہوگئی ہیں" (مکتوب ۳۵ ص ۸۵)

یہ جو مولانا کی عبارت کا بہت کا لفظ ہے، امیر احمد صاحب عشرتی کے بے شمار لفظ کے قریب قریب ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کا حلقۂ مریدین بہت وسیع تھا۔ ان میں بہت سے آپ کے خلفا بھی ہوں گے خود منشی محمد قاسم نیانگری کو ان کے تزکیۂ نفس اور مجاہدے اور ریاضت اور عبادت کے بعد اپنی خلافت انہیں عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ جسے یہ مرتبہ عطا فرمائے۔ منشی محمد قاسم کچہری میں منشی نظر آتے ہیں اور بعض اوقات روزی کے دوسرے ذرائع بھی اختیار کئے ہیں لیکن مرشد کامل کی بدولت خلافت سے سرفراز ہوئے اپنے آپ خلافت دینے کے باوجود اپنے مرشد کامل حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی تحریر فرمایا ہے کہ آپ اپنی طرف سے بھی اجازت خلافت عطا فرما کر سرفراز فرمایئے۔ چنانچہ ایک خط میں منشی محمد قاسم صاحب کو

حاجیؒ صاحب اور اپنی طرف سے خلافت کی اجازت کے بارے میں لکھتے ہیں:-

منشی محمد قاسم نیانگری کو خلافت کی سرفرازی

"بخدمت برادرم عزیز القدر گرامی شان واصل الی اللہ منشی محمد قاسم صاحب زاد اللہ فیضہ۔ بعد سلام مسنون اشتیاق مشحون مطالعہ فرمائیں۔

اس سال جو عریضہ عرب کو حضرت مخدوم العالم جناب حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں معروض ہوا تھا اس میں تمہارا ذکر بھی تحریر کیا تھا۔ اور یہ استدعا کی تھی کہ حضرت کے نزدیک اگر مناسب نظر آوے ان کو اجازت سلسلۂ پیران جاری کرنے کی ہو جاوے اور خلافت اسلاف کرام سے عزت بخشی ہو جاوے۔ چنانچہ اب جواب اس عریضے کا حضرت نے تحریر فرمایا اور اجازت لکھی۔ عبارت مخدوم کی یہ ہے (حضرت حاجی صاحب نے تحریر فرمایا)

"میاں محمد قاسم نیانگری کا حال جو تم نے لکھا تھا معلوم ہوا کہ مرد نیک اور مستعد اذکار و اشغال میں ہیں۔ فقیر کو بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجازت دی جاوے اور ہدایت کی جاوے کہ خلاف شریعت سے بچیں اور اپنے طالبین کو مسائل فقہ ضروریہ اور تصحیح عقائد اہل سنت وجماعت تعلیم کریں اور اوامر شرع کے اوپر مستقیم رہیں۔ اور ممنوعات اس کے سے بچتے رہیں اور حسب استعداد طالب کو ذکر اور اشغال کی تلقین کریں" فقط انتہا بلفظہٖ۔ اب احقر تحریر کرتا ہے کہ اس خدمت کو اپنے حق میں نعمت عظمیٰ تصور فرماؤ۔ اور اذکار و اشغال میں بقدر طاقت و فرصت خود بھی مشغول رہو اور جو کوئی طالب نام خدا کا ہو اس کو بھی تاکید کرو۔ عجب نہیں کہ رحمت الٰہی جوش فرمائے اور تمہاری بدولت ہم جیسے ناکارہ روسیاہ بھی فائز مقصود اصلی اور واصل مقصود حقیقی ہو جاویں

با کریماں کارہا دشوار نیست (مکتوبات یعقوبی مکتوب نمبر۶۳ ص۱۲۳)

اس تحریر سے واضح ہے کہ منشی محمد قاسم نیانگری کو آپ نے خلافت عطا فرمائی اور یہ جملہ بھی نظر میں رکھئے جو مرشد اپنے مرید کو لکھ رہا ہے "اور تمہاری بدولت ہم جیسے ناکارہ روسیاہ بھی فائز مقصود اصلی اور واصل مطلوب حقیقی ہو جاویں"۔ اللہ اللہ یہ ہے مرشد کامل کا کمال اور اپنی عاجزی و انکساری کے باعث ولایت کا اعلیٰ مقام۔

میاں عبداللہ کی بیعت غائبانہ کی قبولیت

نیانگر کے منشی محمد قاسم کے ملنے والوں یا عزیزوں میں سے کوئی صاحب عبداللہ نامی اور منشی صاحب کے بھائیوں کو بیعت میں لینے کے متعلق لکھتے ہیں:-

"اور میاں عبداللہ کو کہہ دو کہ بیعت تمہاری قبول کر لی۔ اللہ برکت کر دے اور درود شریف اور استغفار کا وظیفہ اور یاحی یا قیوم اور اللہ الصمد بتلا دو اور اگر شوق ذکر کا کریں۔ اللہ اللہ چلتے

پھرتے بتلادو کہ زبان سے کہتے رہیں اور جب بھول جاویں یا کسی بات میں لگ جاویں پھر اللہ اللہ کرنے لگیں اور اپنے بھائیوں کو بھی یہی مضمون فرما دو کہ بیعت تمہاری احقر نے منظور کر لی اور مناسب وظیفہ اور ذکر ان کو بتلادو،، (مکتوب ۲۶؍ موصولہ۔ ۱؍ شعبان سنہ ۱۳۰۰ھ)

تعلیم و تربیت سلوک و سالک راہ خدا

ہم مولانا محمد یعقوب صاحب کے مقام خلافت و ولایت پر روشنی ڈالتے ہوئے مطلقاً یہ بتا یا تھا کہ مولانا سے اپنوں اور عزیزوں، مردوں اور عورتوں نے بکثرت ، بیعت کی جن میں ایک منشی محمد قاسم صاحب بھی ہیں جو مولانا کے خاص خلیفہ ہیں جن کو حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دادا پیر سے بھی اجازت ملی اور پیر و مرشد مولانا محمد یعقوب صاحب نے بھی خلافت کی سند عطا فرمائی۔ منشی صاحب موصوف نے خط و کتابت کے ذریعہ مولانا سے سلوک میں جو حکیمانہ انداز اختیار کیا ہے۔ وہ مولانا کی ہدایات سے جو حسب ذیل ہیں واضح ہوتا ہے لہٰذا آپ بھی ان ہدایات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اپنے مکتوب نمبر ۲ میں منشی محمد قاسم نیانگری کو منازل سلوک اور تربیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

۱۔ "عزیز من راہِ محبت بہت نزدیک مگر نہایت دشوار گزار ہے،

سعدیا کنگرۂ عشق بلند است و بلند دست ہر بوالہوس آنجا بفضولے نرسد

اور یہ راہ آسان ہے بلکہ بہت آسان ہے مگر نہایت ہی دور۔ ہرچند اس راہ کے دو قدم ہیں مگر ہر قدم لکھوک منزل اور کروہ (کوس) کا ہے جس کی دستگیری ہو جائے ایک پل میں طے ہو اور جس پر عنایت نہ ہو ایک آڑا اور ایک کانٹے میں الجھ کر عمر کھو دے (مکتوب ۲؍ صـ۱۹ مکتوبات یعقوبی)

۲:۔ مطلوب حقیقی (سالک کے لئے بارگاہ خداوندی میں) قبول ہے نہ کہ (اس کی بارگاہ میں) وصول اور اگر قبول و وصول دونوں جمع ہو جائیں تو سبحان اللہ۔ راہ وصول کا خلاصہ خودی کو چھوڑنا ہے ...... اور کثرت ذکر کم کھانا اور کم سونا، کم بولنا اور کم خلق سے ملنا اس کی (وصولی الی اللہ کی) اصل ہے (مکتوبات یعقوبی مکتوب ۲؍ صـ۱۹)

۳:۔ (اوراد، وظائف، ذکر وغیرہ میں) اتباع شرع شریف اور استقامت راہِ سنت پر لازم ہے۔ ورنہ یہ سب باتیں بیکار ہوتی ہیں۔ راہ قبول منحصر اتباع شریعت و سنت پر ہے۔ ظاہر میں باطن میں عقیدے میں عمل میں بدعات اور رسوم سے اعتراض کرنا اس زمانے میں اتباع سنت کی اصل ہے۔

۴:۔ دو باتیں طالب کو اور بھی ضروری ہیں۔ ایک تلاوت قرآن شریف کم سے کم ایک سیپارہ روز پڑھے۔ اگر حافظ ہو تو نفل میں پڑھے اور نہیں تو دیکھ کر اور دوسرے روزہ نفل کہ ہر مہینے میں تین

روزے تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کو رکھے اور نوافل صلوٰۃ جو آئے ہیں جیسے اشراق دو رکعت اور چاشت کی چار اور چھ اوابین اور تہجد کی چار سے دس تک ان سب پر یا جتنے پر ہو سکے مداومت کرے۔ ہر کام دوام سے اثر کرتا ہے۔ اگرچہ تھوڑا ہو۔ اتنا کام کرے کہ نباہ سکے۔" (مکتوب مورخہ ۱۴، رجب روز شنبہ ۱۲۸۵ھ مکتوبات ص۲۵)

حضرت مولانا کا ایک مکتوب مرید صفا کیش کو ۲۶ محرم ۱۲۹۴ھ کو ملا ہے۔ اس میں بجواب ارادتمند۔ کیا خوب خوب سلوک کے سلسلہ میں ہدایات فرمائی ہیں۔ آپ بھی استفادہ کیجئے۔ آخر یہ سیرت تو اسی لئے لکھی گئی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

استقامت

"اس راہ طریقت میں استقامت اصل ہے۔ یافت و نایافت (منزل مقصود تک پہنچے نہ پہنچے) کے ساتھ کام نہ رکھے اور دروازہ کریم کا کھڑکھڑائے جائے۔ اس در سے کوئی محروم نہیں رہا۔ تم بھی انشاءاللہ محروم نہ رہوگے اور اب بھی محروم نہیں ہو۔ توفیق دوام ذکر اللہ یہ کیا تھوڑی بات ہے،

اللہ رے انکساری

یہ ناکارہ روسیاہ کہ مدت سے اس نعمت سے محروم ہے اب اس کو بھی غنیمت سمجھتا ہے کہ اس کا نام زبان سے لوں (جو سراپا ذکر میں ڈوبا ہوا ہو اس کو زبان سے ذکر کی ضرورت کیا ہے۔ انوار) میاں ہم جیسے روسیاہ بارگاہ میں قریب اور درجے والے ہوں معلوم مگر ایک دھن لگی رہے تو کیا عجب ہے کہ کبھی کچھ پوچھ ہو جاوے۔ (مکتوبات یعقوبی مکتوب ۲۶ ص۶۸)

مطلوب سلسلہ چشتیہ

ہمارے طریقہ چشتیہ خصوصاً صابریہ میں سوائے درد و سوز اضطراب اور بےچینی اور کچھ مطلوب نہیں۔ سو بحمداللہ وہ تمہارے اندر معلوم ہوتا ہے۔ جائے شکر ہے۔ جتنا ذکر کی کثرت کروگے یہ بات بڑھے گی اور کچھ نظر آنا یا معلوم ہونا طالب اللہ کے طریقے سے ایک الگ بات ہے۔ کسی کو ہووے یا نہ ہووے برابر ہے (مکتوب ۲۹ ص۶۸)

آپ کے مرید نے مبتدی، متوسط اور تصوف و سلوک میں منتہی کی کیفیات اور حقائق سے آگاہی چاہی ہے۔ اس کے جواب میں مولانا سالک تحریر فرماتے ہیں۔

مبتدی، متوسط اور منتہی و فنا و بقا کی کیفیات و حقائق

تم نے مبتدی، متوسط اور منتہی کے معنی پوچھے ہیں اور فنا و بقا کے سمجھنے کا قصد کیا ہے سنو! ا۔ مبتدی وہ ہے جس کے دل میں طلب اس راہ کی جوش مارے اور تلاش میں مصروف ہو اور موانع سے دامن چھڑا لے۔

(۲) متوسط: متوسط وہ ہے کہ یہ طلب غالب آکر اس کی عادت قدیمہ کو بدل دیوے اور اثر اس کا اس کی حرکات و سکنات سے ظاہر ہو جاوے جن کی محبت پہلے تھی ان کی محبت نہ رہے یا ضعیف ہو جاوے

۳- منتہی: اور منتہی وہ ہے کہ سوائے یادالٰہی کے کوئی بات اس کے دل میں نہ رہے اور ایسا غلبہ اگر زور کرتا ہے اور سب کو بھلا دیتا ہے اور اگر کچھ کمی ہوتی ہے تو یاد کسی کی آتی ہے مگر جس طرح سے تنکا ہوا میں اڑ جاتا ہے اس طرح اڑ جاتی ہے اور یہی معنی فنا کے ہیں۔ جو لائق فہم کے ہیں۔ یعنی محبت اور یاد غیروں کی فنا ہو جائے۔ حتیٰ کہ اپنا خیال بھی اور یہ مطلب (فنا کا) نہیں کہ موجود غیر موجود ہے۔ یہ بات محال ہے (مکتوبات یعقوبی مکتوب ۲۶ مورخہ محرم ۱۲۹۴ھ ص ۶۸-۶۹)

وحدت الوجود

صوفیا کے یہاں وحدت الوجود اور وحدۃ الشہود کی دو اصطلاحیں بڑی مشہور ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ بندہ اور خدا دونوں مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ غلط ہے مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"کشتی چلتی ہے اور اس کنارے سے اس کنارے پر پہنچ جاتی ہے اور بیٹھنے والا بیٹھا ہوا ہے، حرکت تلک نہیں کرتا مگر اس کنارے سے اس کنارے پر پہنچ جاتا ہے دیکھو حرکت ایک اور متحرک دو۔ یا یوں سمجھو کہ آفتاب روشن ہے اور اس سے زمین روشن ہو جاتی ہے۔ روشنی ایک اور روشن دو۔ معنی یہ ہیں کہ وجود ایک ہے کہ ذات باری کے لئے ہے اور اسی کا وصف ہے اور باقی موجودات زمین و آسمان اسی کی بدولت اس وصف کے ساتھ موصوف ہے۔ وصف ایک ہے اور موصوف دو ہیں اور یہ مطلب نہیں کہ معاذاللہ خدا اور بندہ ایک ہے یا ایک ہو جاتا ہے (مکتوب ۲۶ ص ۶۹)

مراقبہ وذکر

تصوف میں مراقبہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ آنکھیں بند کر کے محبوب کے تصور میں عجیب لطف آتا ہے۔ مولانا مراقبہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

"اور تم نے مراقبہ کو پوچھا ہے۔ اب اتنا ہی مراقبہ کافی ہے کہ بعد تھوڑی دیر ذکر کر کے چپ ہو کر قلب کی طرف متوجہ ہو کر یہ دھیان کرو کہ ایک نور دل میں ہے یا کوئی گرمی یا جوش ہے یا اطمینان اور تسلّی اور جس وقت ذکر میں لذت اور مزہ آوے ذکر کو بڑھا دیوے۔ معمولی عدد سے زیادہ کر دے۔ بلکہ بے عدد۔ جب تک ذوق رہے کرتا رہے اور ذکر میں آواز خوش اور دردناک اختیار کرے اور مد کرے اور جب گرمی قلب میں بڑھے آواز کو بلند کرے۔ اور اسم ذات میں اکثر ذوق و شوق بڑھا کرتا ہے اور کسی وقت فرصت کے اللہ اللہ مکرر (دوبار) بے ضرب یا ضرب کے ساتھ یا اللہ مجرد (ایک بار) بے ضرب یا ضرب کے ساتھ ذکر کرے۔ اور باقی مراقبہ کی کیفیت اور ترکیبیں انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں تحریر ہو سکیں گی

(مکتوبات یعقوبی مکتوبات ۲۶ ص ۶۹)

مسئلہ نفی واثبات

مرید صفا کیش نے مولانا سے نفی واثبات کا مطلب معلوم کیا ہے اس کے جواب

میں مولانا کی طرف سے ۱۹؍صفر ۱۲۹۸ھ کو ایک خط موصول ہوا۔ اس مسئلے کی تحقیقات میں حضرت مولانا رقمطراز ہیں

نفی و اثبات کی حقیقت

"عزیز من معنی نفی و اثبات کے یہ نہیں کہ موجود کو معدوم کر دے بلکہ یہ معنی ہیں کہ غلط فہمی سے جس معدوم کو موجود سمجھ رہا ہے اور موجود کو معدوم اور حاضر کو غائب اور غائب کو حاضر اس کو صحیح سمجھ لے اور یہ بات پوری پوری بدون رفع حجاب ممکن نہیں مگر مطلب صوفیائے کرام علیہم الرحمۃ کا سمجھ لینا اول مناسب ہے۔ ان کی غرض یہ نہیں کہ سوائے ذات پاک خداوندی معدوم محض اور ہر اعتبار سے ساقط اور ہر حکم سے بے نصیب ہیں۔ آخر یہ فرقہ، فرقہ اسلامیہ ہے۔ انبیاء اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور ہوش و حواس والے ہیں دیکھتے ہیں۔ سنتے ہیں۔ کھاتے پیتے۔ نکاح کرتے۔ مال و اولاد رکھتے ہیں۔ تجارت۔ زراعت معاملات کرتے ہیں یہ کب ہو سکتا ہے کہ غرض ان کی یہ ہے۔ کہ وجود حقیقی ذات پاک کو ہے اور مجازی اور ظلی اور اعتباری۔ باقی موجودات کو۔ اس کو ایک مثال سے خیال کر لو۔

مثال ہوا پر اگر انگلی سے لکھو ا۔ب۔ج۔ اب دیکھو کہ الف، بے سے اور جیم سے متمیز ہے نہ الف جیم ہے نہ بے۔ ہر ایک کا وجود جدا۔ مگر جو یوں کہیں کہ الف کا وجود خیالی ہے۔ سوائے انگلی کے کہ اوپر سے نیچے کو آئی اور کیا ہے (تو) صحیح ہے۔ اسی طرح ذات و صفات و افعال خداوندی کا یہ تمام عالم ایک اثر ہے۔ اگر فیض وجود ایک آن ادھر سے منقطع ہو جائے۔ سب کی اصلی حقیقت نظر آ جائے یعنی عدم محض ہو جائے۔ مگر اس وقت کون دیکھے اور کس کو دیکھے۔ اس سے زیادہ یہ اسرار لائق بیان نہیں اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔ جب تک واضح نہ ہو عقیدہ ظاہر شریعت پر رکھو اور تصدیق ان حضرات کی کرو۔ اور اپنے قصور کے قائل اور طالب اور حریص کشف حقیقت کے نہ ہو۔ خدا وند تعالیٰ کے در پر کسی کے سوال کا جواب لا نہیں ہوتا۔ گھبرانا اور چھوڑ بیٹھنا نہ چاہیئے ؎

چوں نشینی بر سر کوئے کسے ‏ عاقبت بینی تو ہم روئے کسے (مکتوب ۲۷ ص ۸)

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ خوب یاد آیا مَنْ عَرَفَ نفسہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ۔ یعنی اس بے نشان کا اس جہان میں یہ ایک نمونہ ہے جیسے نفس یعنی جان اور حقیقت آدمی کی نہ عین جسم کی ہے نہ داخل نہ خارج اور یہ مکان اسی سے آباد اور اسی کے نور سے منور ہے۔ نہ جدا ہے نہ ملا ہے اور اول سالک کو نور نفس کا نظر آتا ہے اس لئے فرمایا من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کہ کشف عالم غیب کی اول منزل یہی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم (مکتوبات یعقوبی مکتوب نمبر ۲۷ ص ۸۱)

اتباع شریعت اصل ہے: اور اتباع شریعت کو اصل مقدم سمجھے اور اگر عمل میں کوتاہی ہو تو توبہ استغفار

وظیرہ رکھے۔ ندامت توبہ ہے، گناہ کو گناہ سمجھنا اصل ایمان کی ہے اور جب ہی توبہ ہوتی ہے۔ کیونکہ جب تک گناہ کو گناہ نہ سمجھے اس سے باز آنا معلوم۔

طالب کا کام طلب ہے

”ہمت ہمیشہ (کیجئے) رکھو ؎
ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے   پر تجھ کو چاہیئے کہ تگ و دو لگی رہے

طالب کا کام طلب ہے اور وصول مطلوب قسمت سے متعلق ہے۔ آدمی اپنا کام کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ خداوند کریم کسی کی محنت رائگاں نہیں فرماتا

سماع حلال بالقصد او ربلا قصد کے منافع اور مضار

تم نے جو بہ نسبت سماع کے لکھا ہے اصل یہ ہے کہ سماع حلال کا مضائقہ نہیں اور اس کی بھی مشغولی اور قصد اچھا نہیں۔ کیونکہ مبتدی کو مضر ہوتا ہے اور سماع حرام (جیسے مزامیر یا ہارمونیم وغیرہ) اگر سردست کوئی نفع بھی دے (جیسے شراب میں بھی کوئی نفع ہوتا ہے۔ لیکن اس کے نفع سے اس کا گناہ زیادہ ہوتا ہے) مآل اس کا برا ہے۔ جو ہوگیا سو ہوگیا آئندہ ایسا قصد نہ کرنا چاہیئے۔ بندہ سراپا گناہ ہے۔ ہمارے خاندان (چشتیہ) میں لقصد سماع سننے میں طبیعت مکدر ہو جاتی ہے۔ اور بعضی بار قبض واقع ہوکر نہایت ضرر واقع ہوا کرتا ہے اور بے قصد کہیں آواز کان میں پڑ جاوے اس سے بعضی بار عمدہ حالت اور نفع ہو جاتا ہے۔ آدمی وہی کرے جس میں امید نفع ہو (مکتوب ۱/۳۱ ص۲۷، موصولہ ۱۳ار شعبان ۱۲۹۶ھ جم)

عرش اعظم سے بوسیلۂ شیخ فیضان کا نزول خیالات دنیاوی کا عبادت میں آنیکا بہترین حل

”بعد مغرب جو چپ چاپ بیٹھے تو اس میں یہ تصور رکھے کہ فیضان الٰہی عرش اعظم سے بوسیلۂ شیخ مرشد کہ بمنزلہ پرنالہ کے ہے میرے قلب کے اوپر آ رہا ہے اور اگر تصور شعلۂ چراغ کا یا نور سرخ کا ہو سکے کرے ورنہ تکلف نہ کرے۔ اور اگر خطرات تشویش دیں تو لاحول (یعنی لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) پڑھ کر پھر اسی تصور کو جما دے اور اگر قلب خطرات سے خالی نہ ہو اور ہجوم ان کا موقوف نہ ہو ان کو منجملہ صنعت خداوندی سمجھ کر دفع نہ کرے اور یوں تصور کرے کہ میرے پروردگار کی کیا کاریگری ہے کہ انسان کو ایسا ضعیف، ان خطرات کے آگے کر دیا ہے اور ان کو اس (انسان) پہ ایسی قوت دیدی ہے کہ اپنے قلب سے دفع نہیں کر سکتا۔ اور اسی تصور میں مشغول رہے۔ اور وقت ذکر اللہ اللہ کے احاطہ ذات پاک کا زمانے کے اول و آخر جو مضمون هُوَ الْاَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ کا ہے تصور کرے اور مکان کے اوپر نیچے جو مضمون ظاہر و باطن (ھو الظاھر ھو الباطن) ملحوظ رکھے اور وقت ذکر اللہ یعنی اسم ذات مجرد اس آیت کا

تصور کرے قل اللّٰہُ ثُمَّ ذَرۡھُمۡ فِیۡ خَوۡضِہِمۡ یَلۡعَبُوۡنَ ۔ یعنی کہ تو اللہ اور چھوڑ دے ان کو اپنی فکر میں کہ کھیلتے ہوں اور جب کسی قدر ذکر کر چکے تھوڑی دیر بامید فیضان وہی تصور آنے فیض کا قلب مرشد سے کرتے بیٹھا رہے۔ پھر ذکر الٰہی شروع کرے اور اگر اول ذکر سے کچھ اشعار صوت خوش سے پڑھ کر قلب کو نرم کرے تو مفید ہے۔ اور ذکر میں آواز نرم اور رسیلی رکھے تاکہ قلب بے تکلف اس کا اثر قبول کرے۔" (مکتوب نمبر ۳ صہ ۸)

پاس انفاس کے مختلف طریقے

"پاس انفاس کو مشائخ بہت طور سے کرتے ہیں۔ بعض اللہ ہو، بعض اللہ اللہ، بعض ہو ہو، بعض لا الٰہ الا اللہ بعض ایک ایک سانس میں چند بار اللہ جلد جلد کہتے ہیں، چنانچہ حضرت (اقدس حاجی امداد اللہؒ صاحب) نے ضیاء القلوب کے حاشیے پر اس کو لکھا ہے۔ اتنا دھیان رکھنا مطلوب ہے کہ ذکر خدا بر دم ہو۔ وضع اور طرح چاہے کچھ ہی ہو۔ ذکر کریں جس طور جی لگے اور آسانی معلوم ہو۔" (مکتوب ۳۷، صہ ۸۸)

طلب رہنی چاہیئے ملنے نہ ملنے کا اسے اختیار ہے

"اور تم بعد مغرب ضرور بیٹھا کرو۔ گھبرانے کی بات کیا ہے۔ آدمی دربار پر منتظر دیدار اگر عمر گزار دے گنجائش ہے ملنا نہ ملنا قابو سے باہر ہے اپنی طرف سے کوتاہی قصور ہے (مکتوب نمبر ۱۶ صہ ۸۷-۸۸)

استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے

منشی محمد قاسم نے اپنا حال سلوک لکھا ہے اس کے جواب میں مولانا صاحب رقمطراز ہیں:

"تم نے اپنی مشغولی کا حال لکھا جی خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائے۔ استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے۔ درود و وظائف کی کثرت خوب نہیں ہوتی۔ تھوڑی مقدار ہر چیز کی نبھ جاتی ہے اور زیادہ میں طبیعت اکتا جاتی ہے اور گھبرا کر چھوٹ جاتی ہے۔ بارہ تسبیح شد و مد کے ساتھ کرتے رہو۔ ارہ کے جاری ہونے سے امید نفع کی ہے۔ ذکر ارّہ میں اللہ ہو جاری ہو تو خوب ہے۔ یوں معلوم ہوا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ذکر میں گرمی آنے لگی ہے۔ اوّل ذوق و شوق خوب ہوا کرتا ہے۔ مگر بعد میں کچھ کمی ہو کر کیفیت گم سی ہو جایا کرتی ہے۔ اس وقت مردانگی چاہیئے اور رحمت خداوندی سے مایوس نہ ہو اور اپنے قصور پر معترف اور کام معمولی کتنا ہی گراں معلوم ہو پورا کرے۔ ہاں خوب یاد آیا کہ ہر وظیفے اور معمول میں ایک مقدار ضرور ٹھہرا لو کہ وہ ہر حال میں کر لو اور وہ کبھی نہ چھوٹے اور ایک مقدار زائد کہ اگر فرصت ہوئی اور ذوق و شوق ہوا کیا نہیں تو نہیں، مثلاً بارہ تسبیح معمولی ہیں اور اگر گرمی آگئی اور ذوق و شوق جوش پر ہوا بے تعداد یا تعداد سے اور زائد کر گئے۔ ایسا ہی وظیفہ کے لئے مثلاً درود شریف کے لئے سو بار ضروری گنو اور زائد کو موقوف وقت اور ذوق کے رکھو یا اور کم و بیش مقرر رکھو۔" (مکتوبات یعقوبی مکتوب نمبر ۴۸ صہ ۹۸-۹۹)

سلوک پر کتاب لکھنے کی فرمائش

منشی محمد قاسم صاحب نے لکھا تھا کہ سلوک پر کوئی کتاب تصنیف فرمائیے۔ تاکہ پڑھ کر استفادہ کروں۔ جواب میں مولانا نے لکھا:۔

"اور تم نے یاد دلایا ہے کہ ایک کتاب در باب سلوک لکھی جائے۔ بھائی یہ کام شیخ کامل مکمل کا ہے یعقوب ناکارہ اب تک مرتبہ طلب میں خام ہے۔ سلوک اور وصول کس کا اور حضرات مشائخ رحمہم اللہ نے اتنی تصانیف فرمائی ہیں کہ کچھ حاجت نہیں رہی اور تاہم تم جو کچھ پوچھو گے اس کا جواب جو کچھ سنا سنایا بزرگوں کا ہے۔ یہ عاجز لکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ چند عرصہ میں یہی مجموعہ ایک کتاب ہو جائے گی اور صراط مستقیم نام علم سلوک میں ایک کتاب تصنیف مولوی اسمٰعیل شہید کی ہے کہ ارشاد حضرت میر سید احمد (شہید) صاحب کو بطرز عمدہ جمع کیا ہے وہ کتاب چھپ گئی ہے۔" (مکتوبات مکتوب نمبر ۴۷ ص ۹۸)

ایک مرشد کے زیر تربیت دوسرے سے ہدایات لینا

اکابر دیوبند میں یہ بڑا کمال تھا کہ اوّل تو بعض حضرات مثلاً محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ بمشکل بیعت میں کسی کو داخل کرتے تھے۔ لیکن اگر کرتے تھے تو روحانیت و سلوک کی پوری تعلیم و تربیت کے لیے دوسرے کے حوالے کر دیتے تھے۔ گویا کام اپنا اور نام دوسروں کا۔ مولانا کا اکثر مریدین کے حق میں یہی طریقہ رہا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال رہا۔ خود منشی محمد قاسم کو بڑی مشکل کے بعد مریدی میں قبول کیا۔ غالباً منشی محمد قاسم نیانگری نے ایک مرشد کے ہوتے ہوئے دوسرے سے استفادہ کے بارے میں پوچھا ہے۔ کہ مشائخ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ مولانا نے اس امر کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

> "مشائخ نے جو منع کیا ہے اس سے منع کیا ہے کہ ایک شخص کی رائے پر طریق ذکر و شغل اور سلوک کر رہا ہے اسی وقت میں دوسرے سے کچھ نہ پوچھے اور اس کا مضائقہ نہیں کہ بیعت کسی سے کرے اور کسی (دوسرے) جائے پورا کرے اور پیر طریقت اور ہو اور پیر صحبت اور ہو۔ مشائخ نے بعد تکمیل (سلوک) بہت بہت بزرگوں کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کیا ہے۔ ہاں کسی بزرگ سابق کی نسبت سوء عقیدت نہ جاوے ورنہ کسی کی خدمت فائدہ مند نہیں ہوتی۔ کیونکہ گھر ایک ہے در ہی مختلف ہیں۔ اس ناکارہ کی رائے یہ ہے اور یہ ناکارہ رہزن نہیں اگر وہ بزرگ (جن کا ذکر منشی محمد قاسم نے خط میں کیا ہے) کوئی اور طریق ارشاد فرما دیں یا کوئی فیض پہنچا دیں مضائقہ نہیں۔ فائدہ سے مطلب ہے۔ کام ہو نام کسی کا ہو یا نہ ہو اور بندے کا نام کیا یہ کام سب بدست ہادی مطلق ہیں۔ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم" (مکتوب نمبر ۵۲ ص ۱۰۱)

مراقبہ خیال جمانے کا نام ہے اللہ کی طرف

"تم نے درباب مراقبہ اور ملاحظہ جو لکھا ہے اصل ان سب کی (اللہ کا) خیال جمانا ہے۔ تاکہ حدیث النفس (تخیلات) مخل انداز نہو اور تفرقہ نہ پیش نہ آوے۔ جتنی تصور سے طبیعت جمی رہے اتنے پر اکتفا کرو اور تفرقہ نہ پیش آوے اور ان تصوروں کا خیال اجمالی بس کرتا ہے۔ اگر تفصیل سے کرے تو یہ خود طبع کو پریشان کرتا ہے

قبض یعنی ذکر میں دل نہ لگنا اور کاہلی کرنا

اور پیش آنا کاہلی وغیرہ کا یہ آمد قبض کی ہے اللہ تعالیٰ اس کے شر سے بچائے حالت قبض میں ذوق شوق کم ہوجاتا ہے بلکہ گم ہوجاتا ہے اور ذکر کرنا گراں بار ہوتا ہے مگر علاج اس کا سوائے توجہ جانب مرشد اور کام کرتے رہنا اور کچھ نہیں اور لذت ہو یا نہو جی لگے یا نہ لگے کام کرے بلکہ ہجوم خطرات اور حدیث النفس (خیالات) سے طبیعت کو نہ روکے تاکہ اس کے شغل میں کام نہ کر سکے۔" (مکتوب نمبر ۵۲ ص ۱۰۷)

لیٹ کر ذکر کرنے کی اجازت

"تم نے پوچھا ہے کہ ضرورت میں لیٹ کر ذکر کرنا کیسا ہے بھائی لنگ ولوک خفتہ شکل و بے ادب۔ تو بہر رنگے کہ باشی می طلب بر صورت ذکر کرے اور ہر حال میں ذکر الہٰی کرے۔ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ (جو سب کو نہ پا سکے وہ سب کو تو نہیں ترک دیتا ہے) اگر سب آداب و تکلفات مقرری نہیں بنتے جو کچھ ہو سکے کرے اور ذکر کرے۔" (مکتوبات یعقوبی مکتوب نمبر ۵۲ ص ۱۰۷)

الغرض مرشد کامل کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشانی بھی ہے کہ وہ بھی مرید کی تربیت اور سلوک کی تعلیم میں اس بات کا پورا لحاظ رکھتا ہے کہ طالب کو دشواری کی بجائے آسانی کی راہ دکھائے اور ایسی صورت اختیار نہ کرے جس سے سالک کو دشوار گزار منزلوں اور سخت وظائف سے دوچار کر دے مولانا محمد یعقوب صاحب بحیثیت مرشد نہایت شفیق مرشد، نہایت حکیم مربی نظر آتے ہیں اور یہی ایک پیر کا کمال ہے۔ منشی محمد قاسم کو بیماری اور معذوری کی صورت میں ذکر کو لیٹ کر جاری رکھنے میں جو پریشانی نظر آتی تھی مرشد کامل نے ہر طرح ذکر کی اجازت دے کر سہولت کا سامان مہیا کر دیا ہے۔

توکّل علی اللہ

اسلام میں اسباب مہیا کرنے کے بعد خدا پر بھروسہ کرنے والے کو توکّل کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں صاف طور پر فرمایا گیا ہے فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ عوام و خواص دونو کو اسی توکّل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کھیت جوتنا، غلہ بکھیرنا، پانی دینا اور پھر کھیتی اگنے، کٹنے اور منہ تک رزق جانے پر خدا پر اعتماد اور توکّل کرنا چاہیئے۔ لیکن اونچے درجے کے روحانی لوگوں کا مقام کچھ اور ہے ان کے یہاں اسباب کو مہیا کئے بغیر یقین محکم کے ساتھ توکّل رنگ لاتا ہے اور بیٹھے بٹھائے کھانے کو ملتا ہے۔

سلطان باہو پنجاب کے مشہور صوفی اونچے مقام کے درویش تھے۔ مقام توحید میں فنائیت کا مقام رکھتے تھے۔ جنگل میں جا رہے تھے۔ سخت بھوک سے دوچار تھے کہ پاس سے ہرن گزرا جس کے سینگ میں بھنی ہوئی مچھلی بندھی ہوئی تھی۔ آپ نے اس کو لیا اور کہا ؎

عجب دیدم تماشا شیخ باہو   برات عاشقاں بر شاخ آہو

مولانا محمد یعقوب صاحب کا مرید صفا کیش منشی محمد قاسم کچہری میں عرائض نویس ہے۔ سچی جھوٹی عرضیاں لکھنے سے بیزار ہے۔ پھر عشق خداوندی کا غلبہ ہے کسی کام کرنے میں دل نہیں لگتا۔ مرید نے یہ باتیں مرشد کے سامنے رکھی ہیں۔ پیر جہاں روحانی مشورے دیتے ہیں وہاں دنیاوی رہنمائی بھی کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

”عاشق کو شغل اپنے یار سے ہے دوسرے سے کب اس کا جی پھنستا ہے۔ مگر کیا کیجئے یہ بھی اس کے حکم اور اس کی رضا کے واسطے چار و ناچار جن کا حق ذمہ رکھ دیا ہے جو کچھ بن پڑے ادا کرنا۔ اگر کوئی سبیل معاش آسان سی ہو سکے کر لو ورنہ توکل خدا پر کر کے بیٹھ رہو۔ اس کے فضل سے انشاء اللہ سب حوائج جاری رہیں گے۔ مگر طمع کسی سے نہ رکھو اور امید بھائی، باپ، دوست، قریب سے منقطع کر دو اور کسی طرف سوائے ذات پاک خداوند بھروسا نہ کرو۔ جو کوئی کچھ کر دے یا دیدے اس پر بھی نظر نہ کرو اس کو بھی پرتو اعنایات مالک حقیقی کا گنو۔ جب ذکر سے تکان ہے اور قویٰ کا ضعف ہے، مراقبہ کرو۔ کام (یعنی ذکر) سے خالی نہ ہو ؎

گئے دن باندھنے کے ٹکٹکی کے   اب آنکھیں رہتی ہیں دو دو پہر بند

احقر بھی دست بدعا ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے محبت و ذکر اور الطاف و عنایات نصیب کرے اور بقیام قوائے ظاہری و درستی ہوش و حواس کمالات مردوں کے نصیب کرے۔ کام اپنے کار و افعال پر نہیں۔ بلکہ رحمت پر ہے اور رحمت بے سبب ہے۔ یہ سب صورت سوال ہے اور کھٹکانا در کریم کا ہے ورنہ کہاں چال مور ضعیف اور کعبۂ مقصود ؎ ۔

بود مورے ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد   دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

کبوتر کیا ہے وہی عشق و محبت   طلب کام بندے کا ہے عطا کام اس کا

اس درماندہ کو بھی دعائے خیر سے یاد رکھو کہ عمر اخیر ہوئی اور قدم راہِ مقصود میں نہ پہنچا ؎

سر راہ بیٹھے صدا ہے یہ اپنی   کہ اللہ یا در ہے بے دست و پا کا

صاحبان ہمت کہاں کہاں پہنچے۔ یہ کم ہمت استخوان دنیا پر کتوں کی طرح چمٹ رہا ہے کیا کیجئے قسمت نہیں بدلتی جو نصیب ہے پہنچتا ہے“ (مکتوب نمبر ۵۵ مکتوبات یعقوبی ص۱۲۱)

مذکورہ بالا مکتوب میں توکل کی جو راہ مولانا نے اپنے معتقد جاں نثار کو بتائی ہے اس میں توکل کی ایک خاص صورت سے نقاب اٹھائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ توکل میں چند امور کا خیال ضروری ہے۔

۱۔ کسی سے کچھ ملنے یا مانگنے کی امید اور توقع نہ کرے۔

۲۔ اگر کسی سے کچھ ملا تو سمجھے خدا نے بھیجا ہے اس شخص نے نہیں دیا۔

۳۔ توکل میں خدا کی ذات پر یقین محکم رکھے۔

۴۔ خود مرشد کامل نے ان امور کے ساتھ ساتھ اپنے یقین محکم کو پیش نظر رکھ کر مرید کو توکل کا مشورہ دیا ہے۔ وہ خود توکل کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور تنخواہ لینی بند کر دی ہے لہٰذا جن پر گزر چکی ہے وہ راہ توکل سے خوب واقف ہیں۔ بقول حافظ شیرازی ؎

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید که سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

سلطان الذکر میں ہر بن مو سے ذکر اللہ کا اجرا

مرشد کامل مولانا محمد یعقوب صاحب اپنے مرید کو کس تدریج اور حکمت سے سلوک کی منزلیں طے کرا رہے ہیں۔ یہ ان کا حکیمانہ اور مرشدانہ انداز ہے۔ انہوں نے اب تک جتنے اذکار و اوراد کی تلقین کی اور تعلیم دی ہے۔ ان میں سلطان الذکر کا مقام کیا ہے اور اس کے نتائج اور ثمرات کیا ہیں وہ حسب ذیل عبارت سے معلوم کیجئے۔ تحریر فرماتے ہیں :۔

"اور بوقت ذکر جو نعرہ نکل جانے کو لکھا ہے واقعی یہ اثر ذکر ہے مبارک ہو۔ بندہ نے بھی دیکھا تھا اس (نعرے) کو ہرگز مت روکو اور خلق کی کیا شرم۔ طالب دنیا کا کسی سے شرم نہیں کرتا۔ طالب حق کیوں شرم کرے۔ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایسی ہی جگہ فرماتے ہیں ؎

می توش و می جوش و می خروش .... و ہیچ مفروش

نہ کسی کی طرف طلب قبول ہے نہ کسی سے خوف رد (قبول نہ کرنا) چاہیئے۔ یہ شروع سلطان الذکر کا ہے انشاء اللہ ہر بن مو سے یہ شور جاری ہو جائے گا اور استقامت ہو جائے گی اور کسی کو خبر تک نہ ہو گی اور نور کا نہ ظاہر ہونا کچھ بات نہیں امید کہ ظاہر ہو گیا ہو یا ظاہر ہو جاوے۔ ان چیزوں پر طالب کو نظر نہ چاہیئے۔ تمہارا حال الحمد للہ بہت اچھا ہے۔ اللہ کا شکر ادا کرو اور کام میں چست رہو۔ استقامت

؎ مطلب یہ ہے کہ ایک وقت تو عشق میں عاشق معشوق کو دیکھتا رہتا ہے اور اس کی نظریں معشوق کے چہرہ سے علیحدہ نہیں ہوتیں لیکن پھر وہ مقام آتا ہے جس میں آنکھیں بند کر کے دل کی آنکھوں سے معشوق کا جمال جہاں آرا دیکھتا ہے۔ بس یہی مراقبہ ہے۔ انوار

فوق ہے کرامت اور خرق عادت سے اور وہ بحمد اللہ تعالیٰ تمہارے اندر موجود ہے۔ بزرگوں کی برکت سے فیض پہنچا دے گا۔ فیاض حقیقی کہ جو قوت ظاہری اس کو اٹھا نہ سکے اس کا فضل ہی ہوگا کہ استقامت ہو گی اور اتباع شرع قائم رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ دعا کرے گا۔ سوائے دعا اور کسی کام کا نہیں۔ تمہارے قلب کی گرمی سے لذت اٹھاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے طالبوں کو اپنی طلب میں چست و چالاک رکھے اور مطلوب حقیقی تک فائز فرماوے۔ تم کسی طرف التفات مت کرو اور بود و نبود یکساں جانو۔ کسی کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی۔ تمہاری کوشش بھی انشاء اللہ رائگاں نہ جاوے گی۔" (مکتوب ۱۶ صـ ۱۱۹)

مذکورہ بالا عبارت بغور پڑھیئے اور عبارت کے یہ جملے نظر میں لایئے۔ یہ مرید کی تربیت کے علاوہ منازل سلوک میں آپ بیتی منزلیں ہیں:-

۱۔ واقعی یہ اثر ذکر کا ہے۔ مبارک ہو بندے نے بھی دیکھا تھا۔

۲۔ انشاء اللہ ہر بن مو (بال کی جڑ) سے یہ شور جاری ہو جائے گا۔

۳۔ استقامت فوق ہے کرامت اور خرق عادت سے۔

۴۔ استقامت ہوگی اور اتباع شریعت رہے گا (گویا طریقت شریعت کے تابع ہے)

۵۔ یہ ناکارہ دعا کرے گا سوائے دعا اور کسی کام کا نہیں۔ (اللہ اللہ دعا کے سوا اور کیا چاہیئے ولی اللہ کی دعا سے زیادہ اور کیا ہے۔ ناکارہ کے لفظ سے عاجزی و انکساری کی فضائیں پر ہو گئیں۔ اسی عاجزی میں مولانا کے لئے ہزاروں بلندیاں ہیں۔ الزار)

۶۔ تمہارے قلب کی گرمی سے لذت اٹھاتا تھا۔ (معلوم ہوا مرشد کامل مرید کے حالات سلوک کی دور بیٹھے دوری چلاتا ہے)

۷۔ اور کسی طرف التفات مت کرو اور بود و نابود یکساں جانو (منزل سلوک میں بود و نبود میں امتیاز نہیں رہتا۔ مولانا اس مقام سے گزرے ہیں۔ الزار)

درود شریف اور استغفار سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں

اپنے مرید کے نام مکتوب میں چودھری رمضانی جو غالباً مولانا سے بیعت ہے۔ وظیفہ بتاتے ہوئے مولانا تحریر فرماتے ہیں:

"چودھری رمضانی بعد سلام مسنون کے مطالعہ فرماویں کہ درود شریف اور استغفار (اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ) سے بڑھکر دین و دنیا کا نافع کوئی وظیفہ نہیں۔ کوئی پانچ پانچ تسبیح دونوں کو وظیفہ مقرر کر لو۔" (مکتوب ۶۱ صـ ۱۱۹ مکتوب یعقوبی)

یہاں پہنچ کر ہم مولانا کی تربیت سلوک کے مضمون کو ختم کرتے ہیں اور آپ کی صوابدید پر

چھوڑتے ہیں کہ آپ مولانا کے ارشادات کے ذریعہ ان کے مقام ولایت کا اندازہ لگا سکیں اس نصوص میں مولانا نے راہ طلب کے لئے بعض مفید امور کی طرف اشارے فرمائے ہیں۔ جو ہم نے بیاض یعقوبی سے نقل کئے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

بعض مسائل تصوف بقلم مولانا محمد یعقوب

مولانا کی روحانی بلندی اور باطنی پرواز کا اندازہ حسب ذیل مضمون سے لگانا آسان ہے جس میں انہوں نے منزل سلوک و تصوف کی طلب کے درجات سے کس طرح نقاب اٹھائی ہے اور طالب سلوک کی طلب کے مدارج کا بقلم خود حال لکھا ہے۔ فرماتے ہیں :۔

اصل عبارت فارسی	ترجمہ از مصنف
طلب :۔ یکی آنست کہ کسے لذت چیزے دریافت بعد آں درپے آں شد کہ تجدید آں لذت وقتاً فوقتاً نماید دوم آنست کہ میل او بچیزے بے دریافت حال او در دل او آمدہ چنانکہ تشنہ را ہر دم بسوئے آب کشش است ہمچناں دلش آں سو خواہی نخواہی کشد اول را ذوق و شوق می نامند و ثانی را طلب و میل و کشش گویند۔	**طلب** :۔ ایک تو طلب یہ ہے کہ کسی نے کسی چیز کو چکھا اور پھر اس چیز کے پیچھے لگ گیا کہ اس لذت کو وقت بے وقت نت نئے طور پر حاصل کرتا رہے۔ دوسری طلب یہ ہے کہ اس کی خواہش کسی چیز کی طرف اس کا حال معلوم کئے بغیر اس کے دل میں آیا جیسا کہ پیاسے کی ہر وقت پانی کی طرف کشش ہوتی ہے اسی طرح اس کا دل خواہ مخواہ اس کی طرف کھنچتا ہے۔ پہلی طلب کا نام ذوق و شوق رکھتے ہیں اور دوسری کو طلب اور میل اور کشش کہتے ہیں۔
طلب :۔ آں ست کہ یکی را می بیند کہ بہ میخانہ می رسد و شراب می کشد و در گل ولائی می افتد و آبرو بر باد می دہد۔ ہر دم بروی می خندند و طفلاں سنگ می زنند و وا ہیچ باکی ازو نمی کند۔ بدلش میل آں چیز می شود کہ البتہ می چیزے لذت دار است درپے آں افتد و خواہد کہ ایں میل و طلب در دلش ہم پیدا شود و در سامان و ادراک آں طلب شود۔	**طلب** :۔ یہ ہے کہ کسی ایک کو کوئی شراب خانے کی طرف پہنچا ہوا دیکھتا ہے اور شراب پیتا ہے اور کیچڑ میں پڑا ہوا ہے اور آبرو کو کھو دیتا ہے اور لوگ ہر وقت، اس پر ہنستے ہیں اور لڑکے اس کے پتھر مارتے ہیں اور وہ اس کی پروا تک نہیں کرتا اس کے دل میں اس کا میل ہوتا ہے کہ ہاں شراب ایک مزے کی چیز ہے۔ وہ اس کے
ہوس طلب :۔ آں است نی داند چیز می را کہ لذیذ است و تصدیق می کند دلش اما ہمت او در در	

نمی اینند وخود را یا کمتر یا او را چناں برتر میداند کہ قوت خود را درادراک آں کافی نمی داند۔ دلش می خواہد کہ بدیں درجہ ہمتش قوی شود و طلب آں معنی دامن کش گردد در سامان ادراک آں تقاعدی کند

هوس ۱. مردم را مشغوف کارے بینی آرزو کنی کہ مرا ہم حاصل آید اما براے پیوئی و دست و پائے نزنی

طلب هوس ۲. میخواہی کہ مرا ایں چنیں تصدیق شود کہ آرزوئے آں کار درست توانم کرد و خیال خام توانم پخت و در پے سامان آں خیال اگر توانی قدمے زنی

هوس هوس ۲. کسے آرزو می کند کہ آرزوئے کارے بدلم درست گردد اما نہ در پے سامان آں شود نہ خود را لائق آں کار داند و نہ آں کار را لائق خود فہمد و ہر چند خواہد اما ہمتش تقاعدی کند ایں ضعیف است چنانکہ طلب اقوٰی است از جملہ"۔

(بیاض یعقوبی صد ۱۶۳)

در پے ہو جاتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ یہ میل او طلب اس کے دل میں بھی پیدا ہو جائے لیکن وہ اس کے حصول اور سامان کرنے میں اس کی طلب نہیں ہوتی

هوس طلب ۱. وہ ہے کہ ایک شخص ایک چیز کو لذیذ سمجھتا ہے اور اس کا دل اس کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ لیکن اس کی ہمت اس کی طلب پر نہیں لگتی اور اپنے آپ کو یا تو کمتر اور یا اس چیز کو اتنا برتر جانتا ہے کہ اس کی طاقت اس کو حاصل کرنے کے لئے کافی نہیں جانتا۔ اس کا دل چاہتا ہے کہ کسی طریقے سے اس کی ہمت میں قوت آ جائے اور اس مراد کی اس کے دل کے دامن کو پکڑ لے۔ لیکن اس کے حصول کے اسباب سے کتراتا ہے۔

هوس ۱. کسی آدمی کی کسی کام میں تم لگن دیکھو اور تم بھی آرزو کرو کہ وہ چیز تمہیں بھی حاصل ہو جائے لیکن تم اس راہ پر نہ چلو اور کوشش نہ کرو یہ ہوس ہے

طلب هوس ۱. تم چاہتے ہو کہ مجھے اس بات کا یقین ہو جائے کہ اس کام کی آرزو کو ٹھیک کر سکوں اور خام خیالی پکا سکوں اور تم اس خیال کے اسباب کے پیچھے قدم اٹھاؤ یہ طلب ہوس ہے۔

هوس هوس ۲. کوئی شخص آرزو کرتا ہے کہ کسی کام کی آرزو میرے دل میں درست ہو جائے لیکن نہ تو اس کام کے اسباب کے پیچھے لگتا ہے اور نہ اپنے آپ کو اس کام کے لائق سمجھتا ہے اور ہر چند کہ اس کو چاہتا ہے لیکن اس کی ہمت جواب دیدیتی ہے۔ یہ درجات میں سب سے نیچے کا درجہ ہے مگر طلب سب میں زیادہ قوی مرتبہ ہے۔"

مکتوبات یعقوبی اور بیاض یعقوبی میں سے ایک دو کو چھوڑ کر سلوک اور اوراد واذکار کے متعلق تمام ہدایات، ہم نے اس باب میں درج کر دی ہیں۔ جو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے اپنے مرید اور بعد ازاں خلیفہ کو یکے بعد دیگرے دی ہیں۔ ان ہدایات سلوک سے حضرت مولانا کے مقام سلوک اور مقام ولایت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک علمی سیرت اور عملی سیرت کے یہی دو باب مولانا کی زندگی کے درخشاں باب ہیں۔

عملیات اوراد و وظائف

مولانا کی سیرت کی چمک جہاں ان کی عبادت اور ولایت اور تربیت سلوک و سالک ملتی ہے وہاں ان کے اوراد و وظائف کی تلقین میں بھی آپ کی سیرت کی جھلک موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں بے حد قوتیں مخفی ہیں۔ ان قوتوں کا اندازہ روحانی بلندیوں پر اڑنے والے اور غواصانے دریائے شریعت علماء ہی لگا سکتے ہیں۔ جو اصحاب ان وادیوں کی سیر نہیں کر سکے یا جو بالکل عقل کے تابع ہو کر رہ گئے ہیں۔ وہ ان حقائق سے بے خبر ہیں۔ وہ آیات قرآنی تاثیرات کے بھی شاید قائل نہ ہوں۔ لہٰذا ہمیں ان سے بحث نہیں۔ انسانوں کو اپنی زندگی میں بے شمار حاجات اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کے حل کے لئے دنیا دار دنیاوی حل تلاش کرتے ہیں لیکن امت مسلمہ دنیاوی حل کے سوا دینی حل کی تلاش کی طرف بھی بہت ذوق وشوق سے متوجہ ہوتی ہے اور احکم الحاکمین اور خالق ارض وسما کے کلام کی تاثیرات اور بزرگان دین کے تجربہ کردہ اذکار و اوراد سے خاص طور پر استفادہ کرتی ہے۔ قرآن کریم نے خود مشکلات کے حل بتائے ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ ۔ اے ایمان والو صبر اور نماز کے ذریعہ مشکلات میں مدد حاصل کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

دیکھئے اس آیت میں صبر و نماز میں مشکلات کا حل بتایا گیا ہے۔ یا وسعت رزق کی تدبیر زیادتی شکر میں بتائی گئی ہے۔ مثلاً لئن شکرتم لازیدنکم۔ اگر شکر ادا کرو گے۔ تو ہم اور زیادہ دیں گے۔ غرض صبر شکر، نماز، توکل، دعا یہ وہ روحانی چیزیں ہیں جن میں بے انتہا طاقتیں مخفی ہیں۔ کلام اللہ کی ایک ایک آیت اپنی اپنی خاص تاثیرات کے باعث بے پناہ اثر کی مالک ہے۔ البتہ ایمان محکم اور اعتقاد کامل اور صفائی قلب کی ضرورت ہے۔ بقول اقبال ؎

دعائے مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

نماز سے مدد حاصل کرنے کے بارے میں احادیث میں بھی بہت کچھ ارشاد فرمایا گیا ہے اور واقعات سے بھی بہت کچھ معلوم ہوتا ہے۔ مولانا محمد زکریا صاحب فضائل نماز میں ایک کوفے کے شخص کا ذکر کرتے ہیں۔

> ”کوفے کا ایک قلی اپنی دیانت اور نیک نیتی کے باعث مشہور تھا۔ وہ لوگوں کا سامان ایک شہر سے دوسرے شہر لے جاتا۔ اتفاق سے ایک روز جب وہ کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں ایک ڈاکو ملا اور کہنے لگا میں بھی تمہارے ساتھ رہ کر سفر کرنا چاہتا ہوں۔ قلی نے اس کو اپنی سواری پر بٹھا لیا۔ آگے چل کر راستہ

دوطرف کو جاتا تھا۔ قلی مشہور راستے کی طرف چلا۔ لیکن ڈاکو نے کہا کہ یہ راستہ آسان اور اچھا ہے۔ قلی نے اسی راستے کی طرف سواری کو موڑ دیا آگے چل کر ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں انسانوں کی لاشیں اور ہڈیاں پڑی تھیں۔ ڈاکو نے قلی کو مارنا اور سامان لوٹنا چاہا۔ قلی نے ہر چند منت کی کہ مجھے نہ مار۔ البتہ سامان لے لے۔ مگر ڈاکو نے ایک نہ مانی۔ قلی نے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت مانگی۔ ڈاکو نے اجازت دی اور کہا ان سب نے بھی نماز کی خواہش ظاہر کی تھی۔ قلی نے نماز کی نیت کی اور حسب ذیل آیت نماز میں پڑھی۔ ڈاکو جلد نماز ختم کرنے کا تقاضہ کر رہا تھا۔ ناگاہ ایک شخص نمودار ہوا اور اس نے ڈاکو کے نیزہ مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔ قلی نے اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اس نے کہا کہ میں اُمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ فَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ۔ (پس وہ کون ہے جو مضطر کی دعا کو قبول کرتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے) کا مؤکل ہوں۔ تیری نماز نے آج تجھے بچا دیا؛"

یہ ایسے مشاہدات ہیں جو مسلمانوں کی زندگی میں پیش آتے ہیں جن کا انکار ناانصافی اور ناسمجھی ہے۔ آئندہ اوراق میں مولانا نے مختلف حاجات اور مشکلات کے لئے جو اوراد بتائے ہیں ہمیں ان پر یقین ہے اور ان کے اثرات کا ہمارا ایمان قائل ہے۔ لہٰذا ہم وہ اوراد پیش کرتے ہیں۔ البتہ اوراد و وظائف پیش کرنے سے پہلے مولانا محمد یعقوب صاحب کی حسب ذیل ہدایت کو پیش کرتے ہیں۔ آپ اس ہدایت کو دل و دماغ میں جگہ دے کر وظائف کو مؤثر پانے کی ضمانت حاصل کر سکتے ہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے فرمایا کہ :۔

"مولانا محمد یعقوب نے بڑی پاکیزہ بات فرمائی کہ انبیاء علیہم السلام مثل حکما کے ہیں اور انبیاء علیہم السلام نے جو اعمال کی خاصیتیں بیان کی ہیں۔ یہ ایسی ہیں جیسے اطبا نے ادویہ کے خواص بیان کئے ہیں کہ مثلاً گل بنفشہ میں یہ خاصیت ہے اور فلاں دوا کا یہ اثر ہے سو ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اگر اس کے ساتھ کوئی متضاد (مخالف) چیز بھی استعمال کی جائے تب بھی وہی اثر ظاہر ہوگا۔ بلکہ اس خاصیت کا ظہور مقید ہوتا ہے۔ بعض شروط کے ساتھ اگر وہ شروط پائی جاتی ہیں تو وہ خاصیت ظاہر ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام نے جو اعمال کی خاصیتیں بیان فرمائی ہیں جیسے ارشاد فرمایا ہے کہ من قال لا الٰہ الا اللّٰہ دخل الجنۃ (جس نے لا الٰہ الا اللّٰہ کہا وہ جنت میں داخل ہوا) تو ہر مقام پر گو ان خواص کے ظاہر ہونے کو کسی شرط کے ساتھ مقید نہ فرمایا ہو۔ مگر کلیات سے درحقیقت وہاں کچھ شرائط ملحوظ ہوتے ہیں کہ ان خواص کا ظہور ان شرائط پر موقوف ہوتا ہے۔ پس اگر حدیث (لا الٰہ الا اللّٰہ کہنے والا جنت میں داخل ہوگا) میں دخول اول بھی

مراد ہے۔ تب بھی مراد حدیث کی یہ ہوگی کہ اس قول میں یہ خاصیت ہے۔ بشرطیکہ اس کی ضد (خلاف) کا کوئی مقتضی نہ ہو (یعنی لا الٰہ الا اللہ کہہ کر اس کے خلاف کسی ایسی بات یا عمل کو نہ کہے اور کرے جس سے لا الٰہ الا اللہ کی نفی ہوتی ہو" (ملفوظات اشرفی حصہ ہفتم ص۱۴۱ ملفوظ ۲۷۷)

مولانا محمد یعقوب صاحب نے یہ کتنی حکیمانہ بات فرمائی ہے اس سے پتہ چلتا ہے اعمال اور وظائف کے اثرات کا ظہور جب ہی ہوتا ہے جب کوئی منفی چیز ان کے مقابل میں عامل اور ذاکر سے ظہور میں نہ آئے۔ وظائف کے اثر اور اعمال صالحہ کے لئے اکل حلال اور صدق مقال کی بے حد ضرورت ہے یہی حال دعا کی قبولیت کا ہے۔ اور یوں تو اللہ تعالیٰ کافروں کی بھی سنتے ہیں۔ مومن گنہگار کی کیوں نہ سنیں گے۔ اب آئندہ اوراق میں ہم مولانا کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف پیش کرتے ہیں۔ آپ ان سے فائدہ اٹھایئے انشاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا۔

وظائف و اوراد فرمودہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ

اچھے خواب کے لئے وظیفہ بوقت شب سوتے وقت

"اور سوتے وقت آیۃ الکرسی عظیم تک اور درود شریف اور الم نشرح سترہ بار اور سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھا کرے۔ اس کی برکت سے اچھی خوابیں آیا کریں گی۔۔۔۔۔ باقی زیارت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہ وقت اور نصیب پر منحصر ہے۔" (مکتوب سوم)

کشائش رزق کیلئے وظیفہ

"ترقی رزق کے لئے بعد نماز عشا تنہا بیٹھ کر یَا وَهَّابُ چودہ سو چودہ بار پڑھے اور بعد اس کے یہ دعا سو بار پڑھے " یَا وَهَّابُ هَبْ لِیْ مِنْ نِعْمَةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ اور سورہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ (پوری سورت) بعد نماز صبح ۲۱ بار۔ اوّل آخر درود ۱۱ بار۔ بعد ظہر ۲۲ بار (اذا جاء نصر اللہ) اور بعد عصر ۲۳ بار اور بعد مغرب ۲۴ بار اور بعد عشا ۲۵ بار اول آخر درود (۱۱ مرتبہ) برابر پڑھے۔ یہ دونوں وظیفے بے کسی شرط کے مداومت کرے۔ انشاء اللہ رزق واسع ملے گا۔" (مکتوبات یعقوبی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا وظیفہ

منشی محمد قاسم مرحوم کی خواہش تھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھیں۔ مولانا نے حسب ذیل عمل کی تلقین کی:

"تم نے جو در باب زیارت (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے لکھا ہے اے برادر یہ دولت عظیم نصیب سے ملتی ہے اور عمل اعمال سب بہانے ہیں۔ یہ درود شریف ورد کرو شاید نصیب جاگ جاوے احقر کو بھی یاد رکھیو۔ اگر وہ دولت میسر ہو یہ بے نصیب اب تک اس نعمت

سے بے نصیب رہا ہے اور اپنے اندر قابلیت ایسی نہیں رکھتا کہ اس کی آرزو کروں۔ درود شریف یہ ہے "اللھم صل علیٰ سیدنا محمد النبی الامی وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم" ایک سو ایک بار بعد نماز عشاء کے پڑھ لیا کرو۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نعمت نصیب فرمائے

(مکتوب ۱۹ مورخہ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ ص ۵۸)

راقم الحروف کو زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں شرف

آج ۲۵ دسمبر ۱۹۷۳ء مطابق ۲۹ ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ ہے۔ اب سے دس بارہ سال پہلے راقم الحروف انوار الحسن نے خواب میں دیکھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر کھڑا ہوں۔ دل میں اس خواہش نے ہیجان برپا کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھوں۔ ناگاہ کیا ہوا کہ مزار پر سے مٹی دفعتہً علیحدہ ہونی شروع ہو گئی اور آپ کا سفید سفید کفن میں چھپا ہوا جسد اطہر نظر آیا۔ پھر خواہش ہوئی کہ کاش چہرۂ انور سے کفن ہٹ جائے، چنانچہ کفن کا حجاب روئے روشن سے ہٹ گیا اور رخ روشن نظر آیا۔ مگر آپ خواب راحت میں مشغول تھے اور آپ کی آنکھیں بند تھیں۔ میری خواہش تھی کاش سرکار مدینہ آنکھیں کھولیں۔ اچانک آپ کی آنکھیں کھل گئیں اور سیدھی مجھ پر پڑیں میں نے فوراً ہی کہا "السلام علیکم یا رسول اللہ" حضورؐ نے ارشاد فرمایا "وعلیکم السلام" پھر سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے درانحالیکہ آپ کے کفن کی چادر ناف تک نیچے ہو گئی مگر جسم کپڑے سے چھپا ہوا تھا۔ سر ننگا تھا اور اس پر پٹے نظر آ رہے تھے۔ ریش مبارک مقطع تھی۔ بیٹھ کر ارشاد فرمایا تم کہاں کے رہنے والے ہو میں نے عرض کیا کہ حضور والا میں شیر کوٹ کا رہنے والا ہوں۔ میرے ہمراہ میرا چچازاد بھائی مشیر الحسن بھی پیچھے کھڑا تھا حضور نے اس کے متعلق بھی پوچھا یہ کون ہیں۔ میں نے اس سوال کا جواب دیا اور فرمایا کبھی کبھی آیا کرو" (خواب ختم ہوا) اس خواب نے جو سرور بخشا اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہی کی شکل میں دیکھا۔ آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ مَن رَاٰنِی فَقَدْ رَاٰنِی جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا۔ ابن سیرین نے جو رویا اور خواب کی تعبیرات کے بڑے ماہر ہیں۔ حدیث من راٰنی فقد راٰنی کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ من راٰنی کما انا فقد راٰنی یعنی جس نے مجھے خواب میں جیسا کہ میری شکل وصورت ہے۔ اسی شکل میں دیکھا تو وہ میں ہی ہوں گا اور کوئی نہیں ہو سکے گا کہ شیطان ہو سکے یا اور کوئی۔ بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا بڑی ہی خوش نصیبی ہے اس موقعہ پر مولانا عبدالرحمٰن جامی کے وہ اشعار یاد آ رہے ہیں جن میں انہوں نے لکھا ہے ؎

ز مہجوری برآمد جان عالم　　ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی　　ز محروماں چرا غافل نشینی۔

زخواب اے لالہ سیراب برخیز — چو نرگس خواب چند از خواب برخیز
بروں آور سر از بر دلیسانی — کہ روئے تست صبح زندگانی
ادیم طائفیں نعلین پاکن — شراک از رشتہ جان ہائے ماکن

دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کے وظائف

دفع اعداء کے لئے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِی نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ (اے اللہ ہم تجھے دشمنوں کے مقابلے میں کرتے ہیں اور ان کے شر سے تیری ہم پناہ مانگتے ہیں) ہر نماز کے بعد تین بار پڑھ لیا کریں اور سورۃ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ستر بار ہر شب پڑھیں اور اگر آیت کریمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کا ختم چند آدمی مل کر جے (جتنے) دن میں ہو سکے سوا لاکھ مرتبہ پڑھ لیں تو بہت نافع ہو۔" (مکتوب نمبر ۲۴ ص ۶۴)

ترقی رزق کا وظیفہ

"میاں غلام حسین کی تنخواہ کم ہونے سے رنج ہوا اللہ تعالیٰ روزی فراخ عطا فرماوے استغنیٰ دینا مناسب نہیں کیا عجب ہے کہ پھر صورت ترقی کی ہو جاوے۔ **یَا مُغْنِیْ** گیارہ سو بار اور سورۃ مزمل گیارہ بار چند روز وظیفہ کر لیں (مکتوب ۱۴ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ ۴۱ ص ۹۳)

حاکم کے سامنے جانے یا مقدمے میں کامیابی کا وظیفہ

"میاں بھورے خاں کی تحریر (منشی محمد قاسم کے خط میں) دیکھی تم نے تعویذ کے لئے لکھا ہے۔ یوں چاہیئے کہ مابین سنت و فرض وقت فجر کے سورۃ فاتحہ ۴۱ بار پڑھ لیا کرو یہ وظیفہ دائمی ہے اور بعد مغرب سورۃ واقعہ اور جب حاکم کے سامنے جاؤ۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۔ اس آیت کو گیارہ مرتبہ پڑھ کر اور شہادت کی انگلی پر دم کر کے ماتھے پر الف کھینچ لو۔۔ (مکتوب نمبر ۴۶ ص ۹۷)

فوائد و اثرات سورۃ فاتحہ

"منشی محمد قاسم کو ان کے استفسار پر سورۃ فاتحہ کے فوائد کے بارے میں مولانا صاحب لکھتے ہیں۔

"تم نے فوائد سورۃ فاتحہ کے پوچھے۔ یہ سورت ہر حاجت دینی ہو یا دنیوی کے لئے مفید ہے اور سلوک میں معین (مددگار) ہوتی ہے اور درود شریف ہر وظیفے کے اوّل و آخر تین بار یا سات بار یا گیارہ بار پڑھ لینا بہتر اور افضل ہے۔" (مکتوب ۴۸ ص ۹۹) (**نوٹ**) غالباً بھورے میاں کو صبح کی دو سنتوں اور فرضوں کے درمیان اکتالیس مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کے وظیفے کے فوائد منشی محمد قاسم نے پوچھے ہوں گے۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جس دنیاوی یا دینی مقصد کے لئے صبح کی سنتوں اور فرض کے درمیان اوّل و آخر گیارہ مرتبہ درود شریف اور درمیان میں اکتالیس مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کا وظیفہ بہت مؤثر ہے۔

حزب البحر کا وظیفہ اور زکوٰۃ

حزب البحر شیخ ابوالحسن شاذلی کی مشہور القا شدہ منجانب اللہ دعا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ شیخ ابوالحسن شاذلی نے خواب دیکھا کہ حج کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ دن تھوڑے تھے کہ پہنچنا مشکل۔ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معتقدین کو حج کی تیاری کا حکم دیدیا۔ وہ بھی حیران تھے کہ وقت تھوڑا ہے اور راستہ دراز ہے مگر سب نے حکم کی اطاعت کی بمشکل ایک عیسائی ملاح کی کشتی دستیاب ہو سکی ہوا مخالف تھی۔ آپ نے ملاح کو لنگر کھولنے کو فرمایا اس نے کہا باد مخالف پھر کشتی کو لوٹا دے گی۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ تم ہمارے کہنے پر عمل کرو۔ اس اثنا میں باد موافق تیزی سے چل پڑی۔ لنگر کی رسّی کھولنے کی بجائے کاٹنی پڑی۔ حزب البحر کی برکت سے جو شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں القا کی گئی تھی۔ کشتی اتنی تیزی سے روانہ ہوئی کہ حج سے پہلے پہنچ گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر ملاح کے بیٹے مسلمان ہو گئے۔ ملاح بیٹوں کے اسلام اختیار کرنے سے بہت غمگین ہوا۔ آخر چند دن کے بعد خود بھی مسلمان ہو گیا۔ (مناجات مقبول از حضرت تھانوی) الغرض تجربے سے ثابت ہوا کہ دعائے حزب البحر ہر جائز مقصد کے لئے خصوصی طور پر پڑھنے اور بغیر مقصد روزانہ بطور وظیفہ پڑھنے میں نہایت ہی برکت ہوتی ہے اور اس دعا کے پڑھنے والے پر رحمت اور سعادت کی ہوائیں چلتی ہیں۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے بھی اپنے مرید خاص منشی محمد قاسم کو حزب البحر پڑھنے کی ہدایت کی ہے۔ اس کی زکوٰۃ دینے اور پڑھنے کا طریقہ بھی بتایا ہے۔ وقت کے بارے میں بھی وضاحت کی ہے۔ نیز اگلے صفحات میں اس کو بطور وظیفہ پڑھنے کے ثمرات۔ اثرات اور نتائج سے بھی مطلع کیا ہے۔ مولانا ایک خط کے جواب میں منشی صاحب کو حزب البحر کی زکوٰۃ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کس طرح حزب البحر کو وظیفے کے طور پر پڑھنے سے پہلے اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔

زکوٰۃ حزب البحر کی ترکیبیں

مولانا لکھتے ہیں کہ ”زکوٰۃ حزب البحر کی دو ترکیبیں ہیں اوّل ۳۶۰ (تین سو ساٹھ) دفعہ پڑھنا تین دن میں یا بارہ دن میں اس میں اعتکاف (مسجد میں) اور احتیاط کھانے پینے کی اور پہننے کی شرط ہے۔ جسے ترک جلالی وجمالی کہتے ہیں۔ ایک جنس غلہ کی بے نمک یا بے دودھ مٹھائی وغیرہ کھانا ہے اور کپڑا ایک مثل احرام (چادر اور تہبند بے سلے) کے اور ہر روز غسل مگر سردی میں سینکنا یا آگ پاس رکھنا مضائقہ نہیں۔ ایسا ہی کمبل رضائی وغیرہ اوڑھ لے یہ بھی ڈر نہیں مگر اس کے لئے کوئی وقت معین نہیں گرمی کے موسم میں کرے کہ یہ تکلف نہ کرنا پڑے۔

۲۔ دوسری ترکیب خاص صفر کے مہینے میں تین دن کا اعتکاف اور تین بار ہر روز پڑھنا۔ اس میں کوئی

شرط نہیں۔ البتہ کھانے میں اگر ترک لذات یعنی نمک مٹھائی وغیرہ کرے بہتر ہے ضروری نہیں اور سبحان اللہ سوالاکھ بار پڑھنے کے لئے جو کہا تھا غرض یہ تھی کہ تین دن اعتکاف کے جو دوسری ترکیب میں ہیں اس میں پڑھنا حزب البحر کا تین بار ہوتا ہے باقی وقت فرصت کا ہے اس میں اس سبحان اللہ کو پورا کرے تاکہ وقت بے کار نہ جاوے اور رات کو کچھ جاگنا سونا معین نہیں۔ اپنے معمول کے مطابق سووے جاگے دونوں صورتوں میں۔

تیسری صورت زکوٰۃ کی یہ ہے کہ مدام پڑھتا رہے۔ برس دن میں زکوٰۃ ہو جاتی ہے۔ حاجت اعتکاف وغیرہ کی نہیں اور یہ قاعدہ عام ہے۔ جب حزب کو چند بار پڑھنا ہوتا ہے خواہ زکوٰۃ میں یا عمل میں ایک بار اشارات اور مقرر پڑھنا سب معمولی امور ادا کرتے ہیں۔ باقی میں صاف بدون تکرار و اشارہ وغیرہ کے پڑھ لیتے ہیں اور چراغ جلانے کا کوئی مضائقہ نہیں اور ان ترکیبوں میں نہ حصار کی ضرورت ہے نہ خوف رجعت (یعنی وظیفہ الٹا پڑنے) کا ہے۔ اور نہ کسی قسم کی دہشت اور خوف انشاء اللہ ہو (مکتوبات یعقوبی مکتوب ۴۸ صـ۹۹)

حزب البحر کے وظیفے کے فوائد اور اثرات

"تم نے یہ پوچھا ہے کہ حزب البحر کے روز پڑھنے میں کیا نفع ہے۔ منافع اس کے بے حد ہیں۔

۱۔ حفاظت ۲۔ بلایا سے نجات دشمنوں سے خاص کر ۳۔ غلبہ نفس اور شیطان پر ۴۔ تسخیر عام ۵۔ کشائش رزق ۶۔ دفع کید اعداء ۷۔ پناہ امراض ناکارہ سے۔ غرضیکہ بہت ہی کچھ منافع ہیں اور اس صورت پر برس دن کے وظیفے میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔" (مکتوبات یعقوبی مکتوب نمبر ۴۹ صـ۱۰۲)

سبحان اللہ، یاحي قیوم، اور حزب البحر کے بارے میں ہدایات

اور جیسے سبحان اللہ کو سوالاکھ بار ختم کر لیا ایسے ہی کسی فرصت میں سوالاکھ بار یاحي یاقیوم کو بھی ختم کر لو۔ انشاء اللہ موجب برکات ہوگا اور حزب البحر کے طریق میں جو جو باتیں لکھی ہیں اب جس طور پر کرو گے انشاء اللہ تعالیٰ نفع ہوگا اول نیت کشائش رزق اور ترقی باطن کی کرو اور کید نفس اور شیطان کے دور ہونے کی نیت رکھو۔ (مکتوب ۵۸ صـ۱۱۱)

ضرورت کے وقت حزب البحر کا سات مرتبہ پڑھنا

"اور حزب البحر کو تم نے پوچھا ہے ایک بار یا دو بار صبح پڑھ لیا کرو اور سات بار بوقت کسی حاجت کے ہے۔" (مکتوب نمبر ۵۹ صـ۱۱۱)

مکان میں کتبہ لکھ کر لگانے یا دیوار پر چپکانے کی آیت

"اور آیت جدی کاغذ پر لکھ کر روانہ کرتا ہوں چاہو یہی یا خوشنویس سے لکھوا کر چسپاں کر دو" فَاِذَا دَخَلْتُمْ

بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً

سورۂ واقعہ کا وظیفہ برائے کشائش رزق

"ہاں تم بعد نماز مغرب یا بعد عشاء سورۂ واقعہ ایک بار پڑھ لیا کرو امید کہ ہر بلا اور تنگی دور ہو۔" (مکتوب نمبر ۴۹ صـ۱۰۲)

ترکیب سورۂ یٰسین برائے کشائش رزق و ترقی و حصول ملازمت

،، اوّل گیارہ بار درود شریف پھر سات بار سبحان اللہ پھر سات بار استغفر اللہ پھر اعوذ بسم اللہ کہہ کر سورت کو شروع کیا جب اوّل مبین پر پہنچے لفظ مبین کو سوائے لفظ قرآن کے سات بار کہا۔ مبین، مبین، مبین، مبین، مبین، مبین، مبین پھر بسم اللہ کہہ کر اوّل سے سورت کو پڑھا اوّل مبین کو برابر پڑھ گئے۔ اور دوسرے پر پہنچ کر اس کو سات بار کہا پھر اوّل سے سورت کو پڑھا اور تیسرے مبین پر سات بار کہہ کر اوّل سے سورت کو لیا پھر چوتھے مبین پر اس کو سات بار کہا اور اوّل سے لیا پھر پانچویں مبین پر سات بار کہہ کر اوّل سے شروع کیا پھر چھٹے مبین پر اس کو یعنی لفظ مبین کو سات بار کہا اور اوّل سے سورت کو شروع کرکے پھر ساتویں مبین پر پہنچ کر اس کو یعنی لفظ مبین کو سات بار کہا اور اوّل سے سورت کو شروع کرکے آخر تلک پہنچا دیا۔ سورت کو ختم کرکے سات بار **سبحان اللہ** سات بار **استغفر اللہ** اور گیارہ بار درود شریف پڑھ کر دعائے کشائش رزق کرے اسی عمل کو ایک چلہ کرے اور ناغہ نہ کرے اور انشاء اللہ تعالیٰ کہیں نہ کہیں سورت روزگار یا ترقی کی ہوگی،، (مکتوب مورخہ ۱۸؍ ربیع الثانی سنہ ۱۲۹۶ھ مکتوب نمبر ۴۹)

لایلٰف قریش برائے دفع ضرر

منشی محمد قاسم کو لوگوں نے امامت عید کے لئے کہہ دیا ہے۔ بعض لوگ مخالف نظر آتے ہیں۔ اس خصوص میں خاص مشورہ اور وظیفہ بتاتے ہیں۔ اللہ اللہ کیسے روشن ضمیر اور شفیق مرشد ہیں۔ لکھتے ہیں۔

> ،، امامت عید کی اگر مخلوق کی طرف سے اصرار ہو کرو ورنہ ترک کر دو اور اس موذی کا کچھ خیال نہ کرو جو ایسی نوعیت کے آدمی ہوا کرتے ہیں۔ مآل اکثر پریشان ہوا کرتے ہیں۔ اگر زیادہ کچھ اس کا شر ہو لِاِیْلٰفِ[1] ستر بار پڑھ لیا کرو۔ انشاء اللہ وہ موذی دفع ہو جائے گا،، (مکتوبات یعقوبی مکتوب نمبر ۵۶ ص ۱۱۵)

توکّل کی حقیقت مولانا کے الفاظ میں

،، اور در باب معاش کے جو لکھا ہے بھائی دنیا اسی طرح اہل اللہ کو ملی ہے کہ کوئی ان کا بار اٹھانے والا ہوتا ہے اپنا ہو یا بیگانہ

زمردے از غیب بروں آید و کارے بکند

تم کام کرو انشاء اللہ کام دنیا کے بند نہ رہیں گے اور یہی توکل ہے کہیں اللہ میاں اپنے ہاتھ سے کسی کو تھوڑا ہی دیتے ہیں جس کے ہاتھ سے چاہیں دلوا دیتے ہیں،، (مکتوبات مکتوب نمبر ۵۶ ص ۱۱۴)

---

[1] اوّل و آخر گیارہ مرتبہ درود شریف وظائف کے لئے ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا ستر مرتبہ لایلف سے پہلے اور آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف بھی پڑھ لینا چاہیئے۔ وظیفے کا وقت صبح کی نماز یا عشا کی نماز کے بعد ہے (مصنف)

مولانا نے توکل کے بارے میں مختصر الفاظ میں جو کچھ بیان فرمایا ہے اس میں سب کچھ آگیا۔ درحقیقت توکل کے مختلف مدارج ہیں سب سے اول درجہ یہی ہے کہ کام کرے اور اس کی تکمیل کے لئے خدا پر بھروسہ کرے اور آخری مقام یہ ہے کہ کچھ نہ کرے اور پورا الیقین رکھے کہ وہ دے گا مگر یہ خاصانِ حق کا ہے عوام کا نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ یعنی جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے بس کافی ہے۔

اس مقام پر پہنچ کر ہم اوراد و وظائف کے باب کو ختم کرتے ہیں جتنا کچھ اس خصوص میں لکھا گیا ہے وہ آپ کے اکثر مقاصد کے لئے کافی ہے۔

مولانا کو تعبیر خواب کا ملکہ

روحانیت کے ضمن میں خواب اور ان کی تعبیرات کا سلسلہ بھی آتا ہے۔ اس خصوصی حقیقت کا بھی مولانا کی سیرت سے خاص علاقہ ہے۔ اس لئے اس کو نظر انداز کرنا مشکل ہے تو سنیئے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کو تعبیر خواب کا فطری ملکہ تھا۔ مولانا کی بتائی ہوئی کتنے خوابوں کی تعبیریں حرف حقیقت کی طرح صحیح دکھائی دی ہیں اور آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہوئی ہیں اور ان کا دل روشن اور دماغ صاف تھا۔ اس لئے خواب کی تعبیر میں دقت نہیں ہوتی تھی۔ علماء نے خواب اور ان کی تعبیرات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ عالم خواب یا عالم رویا واقعی ایک عجیب دنیا ہے اللہ تعالیٰ اس دنیا کی جسے بھی معرفت نصیب فرمائے بلکہ حدیث میں تو رویائے صادقہ کو نبوت کا چالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب کی تعبیر میں جو مہارت اور ملکہ تھا اس پر خود قرآن کریم صادق گواہ ہے۔ انہوں نے خواب میں گیارہ ستاروں اور چاند سورج کو اپنے لئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا اور اپنے پدر بزرگوار حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیان کیا جنہوں نے بیٹے کو اس خواب کے بیان کرنے سے منع کر دیا مبادا بھائیوں کی طرف سے کوئی گزند پہنچے۔ آخر یہ خواب اس وقت ظہور میں آیا جبکہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام مصر میں اقتدار پر آئے اور والدین اور بھائی ان سے ملاقات کے لئے پہنچے اور سب اکرام بجالاتے۔ بعد ازاں حاکم مصر کا وہ خواب کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات پتلی دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات گندم کے سبز اور سات خشک خوشوں کے بارے میں تعبیر کس قدر صاف اور روشن ہو کر سامنے آئی جو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتائی تھی۔ غرض کہ خواب کی دنیا اور تعبیر کی دنیا بھی عجیب دنیا ہے۔

تعبیر خواب کے لئے جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا روشن قلب اور روشن ضمیر کی ضرورت ہے جو مولانا

محمد یعقوب رح صاحب کو حاصل تھا۔ مولانا کے مرید منشی محمد قاسم اپنے اور دوسرے ملنے والوں کے خوابوں کی تعبیریں پوچھتے رہتے تھے۔ رضا شاہ صاحب کوئی صاحب ہیں۔ ان کے خواب لکھ کر ان کی تعبیرات انہوں نے مولانا سے چاہیں تو مولانا نے لکھا:۔

> "تعبیر کے لئے مرتبہ کشف چاہیئے تاکہ سمجھے کہ حقائق نے غیب سے کیا صورت پکڑ کر ظہور کیا ہے اور تلوینات در نگارنگی) ان کی کس طور ہوئی ہے اور پھر عالم خیال نے اس کی کیا صورت بنا دی ہے اور اصل غیبی علم کتنا ہے اور ملاو خیال کا کتنا ہے"۔ (مکتوبات یعقوبی مکتوب ۳۴ صہ ۸۲)

اس عبارت میں مولانا محمد یعقوب صاحب نے خواب اور اس کی تعبیر کی صحت کے بارے میں سب کچھ ہی تو بتا دیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ خواب کی تعبیر کے لیے مرتبہ کشف کی ضرورت ہے اس کے بغیر خواب کی تعبیر مشکل ہے۔ راقم الحروف نے ۲۹/۳۰ ر دسمبر سنہ ۱۹۷۳ء کی درمیانی رات کہ میں لاہور گیا ہوا تھا۔ خواب دیکھا کہ ایک مکان ہے اس کے پچھلے حصے میں صحن ہے اس میں دو قبریں ہیں۔ ایک قبر بڑی ہے اور دوسری چھوٹی۔ بڑی قبر کا کچھ حصہ پاؤں کی طرف سے کھلا ہوا ہے کہ مردہ نظر آ رہا ہے مردے کا منہ ڈھکا ہوا ہے۔ لیکن گردن سے خون بہہ رہا ہے اور کفن رنگین ہوتا نظر آ رہا ہے۔ لاش سے بہت ہی آہستہ سے سانس جاری ہے۔ گویا سسک رہی ہے۔ اس کے داہنے بازو کے پاس ایک کلہاڑی رکھی ہے جیسی قصابوں کے پاس چھوٹے دستے اور چوڑے پھل کی ہوتی ہے۔ چھوٹی قبر بالکل بند ہے۔ میں نے یہ خواب کراچی کے سفر اور دوران قیام فروری سنہ ۱۹۷۳ء میں مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی مدرس و مفتی جامعہ عربیہ واقع نیوٹاؤن جامع مسجد کراچی سے بیان کیا تو فوراً بول اٹھے کہ یہ خواب ملک پاکستان کے دونوں حصوں کی کیفیت کا آئینہ دار ہے۔ یہ سنتے ہی میں سمجھا کہ بڑی قبر کا مردہ مشرقی پاکستان ہے جو بھارت کے ہاتھوں قتل ہوا۔ مگر ابھی لاش سسک رہی ہے اور کلہاڑی بھارت کی قصابی کا نشان ہے اور چھوٹی قبر پاکستان کا مغربی حصہ ہے جو مشرقی پاکستان کی آبادی سے کم ہے۔ کیونکہ مشرقی پاکستان کی آبادی چھ سات کروڑ اور مغربی پاکستان کی پانچ چھ کروڑ تھی۔ بہرحال دسمبر سنہ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان پر بھارت نے جارحانہ حملہ کیا تھا۔ اور اس کو جدا کر دیا تھا۔ خواب کی یہ تعبیر لے کر میرا دل اس کی صحت پر جم گیا۔ حالانکہ میں نے یہ سمجھا تھا۔ کہ مجھے قبر کا عذاب دکھایا گیا ہے جو یوں بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ استاد محترم ولی اللہ مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی رح نے "تعبیر نامہ خواب" ایک رسالہ لکھا ہے جس میں خواب اور تعبیر خواب کے بارے میں ضرورت کی تمام باتیں بتائی ہیں وہ مطالعہ کیجیے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اپنا خواب ہر کس و ناکس سے نہ کہنا چاہیئے۔ مبادا کوئی ایسی تعبیر بتائے۔ جو مہلک ہو تو ایسا ہو جانا ممکن ہو جاتا ہے بلکہ اپنے خواب کی اپنے دل میں اچھی تعبیر کر کے

خاموش ہو رہے۔ ہاں کسی مشفق اور ہمدرد روحانی بزرگ سے بیان کرکے اس کی تعبیر معلوم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ المختصر مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ صاحب کشف تھے اس لئے ان کو تعبیر خواب کا بڑا ملکہ تھا۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب اپنے ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں :-

> “آج کل خوابوں کا بازار بہت گرم ہے۔ بیداری کی ایک بات بھی نہیں۔ خواب کو بڑی مہتم بالشان چیز اور تعبیر دینے کو بزرگی کے لوازم میں سے سمجھتے ہیں۔ حالانکہ نہ ہر معبّر (تعبیر بیان کرنے والے) کا بزرگ ہونا ضروری اور نہ ہر بزرگ کا معبّر ہونا ضروری۔ اس کو بزرگی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ایک مستقل فن ہے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ ابوجہل بہت بڑا معبّر تھا۔ بعض لوگوں کو تعبیر سے فطری مناسبت ہوتی ہے۔ خواہ بزرگ ہو یا نہ ہو اور بعض کو نہیں ہوتی چنانچہ مجھ کو اس فن سے مناسبت نہیں۔ ہمارے حضرات میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے خاص مناسبت تھی حضرت کی ایک عجیب تعبیر یاد آئی۔ حضرت سے ایک شخص نے اپنا خواب بیان کیا کہ میری گود میں ایک چھوٹی سی لڑکی ہے مگر بہت وزنی ہے جس کو میں اٹھا نہیں سکتا۔ میں اس فکر میں ہوں کہ اس کو کہاں رکھ دوں۔ میں نے دیکھا کہ ایک کتیا ہے میں نے اس کا پیٹ چاک کرکے اس میں اس لڑکی کو رکھ کر سی دیا اور گھر کو چل دیا۔ مگر چونکہ اس کتیا کے پیٹ میں میری لڑکی رکھی ہوئی تھی۔ اس لئے میں اس کو بار بار مڑ کر دیکھتا تھا کہ ساتھ بھی ہے یا نہیں۔ تھوڑی دیر وہ میرے ساتھ رہی پھر غائب ہوگئی جس کا مجھ کو قلق ہے یہ خواب تھا۔ حضرت مولانا (محمد یعقوب صاحب) نے بتایا کہ اس وقت تعبیر سمجھ میں نہیں آئی پھر کسی وقت آنا۔ شاید سمجھ میں آجائے وہ پھر دوسرے وقت آیا۔ فرمایا کہ بغیر فکر بے ساختہ سمجھ میں آگئی۔ لڑکی کا وزنی ہونا مادہ منویہ کا زور ہے جو ناقابل برداشت تھا۔ اور وہ کتیا بازاری عورت ہے تم نے اس سے منہ کالا کیا۔ اس کو حمل قرار پاگیا جس سے لڑکی پیدا ہوئی۔ اس عورت نے چند روز تمہارا ساتھ دیا۔ مگر اب وہ تم سے بے زار ہے یہ واقعہ تھا جس کو سن کر وہ شخص سرنگوں ہوگیا۔ (اور شرمندہ ہوگیا)

اس خواب اور اس کی تعبیر میں مولانا محمد یعقوب صاحب کے ذہن رسا اور قلب سلیم نے جو مطابقت پیدا کی ہے وہ کس قدر حیرت انگیز ہے۔ مولانا تھانوی نے اپنے ملفوظات میں مولانا محمد قاسم صاحب کی ایک تعبیر اور مولانا محمد منیر صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند و برادر حقیقی مولانا محمد احسن نانوتوی کے خواب کے متعلق کتنی حقیقت افروز بات بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں۔

> “مولوی محمد منیر صاحب نے خواب دیکھا کہ بریلی کی طرف سے کچھ بطخیں ہمارے گھر میں آتی ہیں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ خواب بیان کیا۔ حضرت نے تعبیر بیان فرمائی کہ بریلی کی ملازمت

آئے گی۔ اور تنخواہ کی نسبت فرمایا کہ کہو تو گیارہ روپیہ کی تعبیر دوں اور اگر مٹھائی دو تو بیس روپیہ کی تعبیر دوں۔ انہوں نے کہا کہ مٹھائی لے لیجئے اور بیس روپے دلوا دیجئے۔ چنانچہ بیس روپیہ کی تنخواہ پر بریلی کے سکول میں ملازمت مل گئی۔ اور گیارہ اور بیس کی حقیقت یہ فرمائی کہ بَطّ عربی لفظ ہے اور طؔ مشدد (بطّ) ہے۔ اور فارسی میں بلا تشدید (بَطُ) مستعمل ہے۔ تو اول استعمال پر طؔ کو مکرر لینے پر اٹھارہ کا عدد حاصل ہوگا اور دو (عدد بحروف ابجد) بےؔ کے سب بیس ہوتے اور ثانی استعمال پر (ط) کے نو اور دو (بے) کے کل گیارہ ہوتے۔ یہ معبّر کے اعتبار پر ہے۔" (ملفوظات حصہ چہارم ملفوظ ۱۰۰۴)

انوار مذکورہ خواب کی تعبیر میں مولانا محمد قاسم صاحب نے جو یہ فرمایا ہے کہ کہو تو گیارہ کی تعبیر دوں اور کہو تو بیس کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعبیر دینے والے پر خواب کی تعبیر کا بہت کچھ دارو مدار ہوتا ہے اس لئے ہر کس و ناکس سے خواب کی تعبیر معلوم نہیں کرنی چاہئیے۔ مذکورہ خواب اور اس کی تعبیر مولانا محمد قاسم صاحب کی روشن ضمیری کا نتیجہ ہے۔ تاہم شرعی حیثیت سے خواب حجت نہیں اگر کوئی خواب کی تعبیر نہ سمجھے یا نہ پوچھے یا خواب ہی نہ دیکھے تو کیا مضائقہ ہے۔ بقول مولانا تھانوی اصل چیز تو عبدیت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نصیب کرے الغرض حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ خواب کی تعبیر بیان کرنے کا بڑا ملکہ رکھتے تھے۔ حضرت مولانا تھانوی سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ!

۱۔ "پہلے مدرسہ دیوبند کے کچے مکان تھے۔ (پھونس کے) چھپر پڑے تھے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے خواب کے دوران جنت میں کچے مکانات دیکھے جس سے تعجب ہوا کہ جنت میں اور کچے مکان پھر ان چھپروں پر دفعتہً نظر پڑی۔ تعبیر سمجھ میں آئی کہ یہ مکانات مقبول ہیں (الہادی رجب ۱۳۵۷ھ ص ۳)

۲۔ منشی محمد قاسم نے کوئی ایسا خواب دیکھا ہے جس میں بکری کا راہ میں ملنا۔ ٹیلا اور اس پر گھاس تالاب، چشمہ جاری وغیرہ خواب میں نظر آئے ہیں۔ سالک و مجذوب خواب کی یوں تعبیر فرماتے ہیں۔

"بکری کا ملنا راہ میں اشارہ برکت کی طرف ہے۔ سلوک میں برکت ہوگی۔ تالاب اشارہ جماعت علمأ کی طرف ہے۔ چشمہ جاری درویش ہے۔ جاری چشموں سے تالاب کو مدد ہوتی ہے۔ جاری پانی تم کو ہاتھ آیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ فیض باطن کا پہنچے گا۔ ٹیلا پہاڑ کا اشارہ ہے۔ بلندی مقامات باطنی کی طرف اور گھاس اس پر یہ احوال ہیں اس ٹیلے پر چڑھنا بمد لا الٰہ الا اللہ کے ہے جتنا توحید میں قدم راسخ ہو۔ اتنا ہی اس پہاڑ کا چڑھنا آسان ہو اور آواز غیبی مرشد کی ہدایت ہے کہ وہ مظہر اسم ہادی کا ہے اور فیض اس کا ہر دم طالبوں کو پہنچتا ہے اور ہر حاجت کے وقت امداد کرتا ہے۔ یہ خواب امید ہے کہ موجب برکات کا ہو۔" (مکتوب نمبر ۳ ص ۵۔ مکتوبات یعقوبی)

میاں محمد اسماعیل کے خواب اور ان کی تعبیر

میاں محمد اسماعیل کوئی صاحب منشی محمد قاسم نیا نگری کے ہم وطن معلوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے خواب دیکھے ہیں جن کا اظہار منشی محمد قاسم صاحب نے کیا ہے اور تعبیر چاہی ہے مولانا لکھتے ہیں "میاں محمد اسماعیل کو بعد سلام کے ان کے خوابوں کی تعبیر واضح ہو یہ جو قبر میں سے چنگاریاں نکلنا اور اپنی پشت پر لگ جانا دیکھا ہے یہ تنبیہ اس بات کی طرف ہے کہ عذاب قبر جیسا تم نے دیکھا ہولناک ہے اور اس سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے۔

عذاب قبر سے نجات کی صورت مولانا کے الفاظ میں

سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک کو رات کو ایک بار ہر روز وظیفہ کرنا عذاب قبر سے نجات دینے والا ہے پڑھا کرو اور دوسرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ مردے مع ہمارے مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ لوگ مغفور ہوئے اور تم بھی ان کے ساتھ مغفور (بخشے گئے) ہوتے اور خوبصورت عورت مع بچے کے دنیا ہے اور اس کا پاؤں آلودہ، قاسم کے کپڑے پر رکھ دینا اور اشارہ قدرے آلودگی دنیا سے ہے اور اس کا پھر چلے جانا بہت مبارک ہے کہ اس ناپاک سے اللہ نے نجات دی"

قبروں میں آگ جلنے اور دھواں نکلنے کی تعبیر

"اور تیسرے خواب میں قبروں میں آگ جلتی اور دھواں نکلتے دیکھا وہ اوّل خواب کی مانند ہے۔ (یعنی عذاب قبر کی) اور تعمیر مسجد کے خیال سے اور کنکھجورہ اور سانپ یہ مال دنیا ہے۔ اس کا مار ڈالنا حاصل ہونا روزی کا بوجہ حلال ہے کہ کچھ ضرر نہ دے" (مکتوب ۱۷ موصولہ ۲۴ر شوال ۱۳۰۱ھ ص ۸۹-۹۰)

مکانات اور درخت اور حضرت عمر رضؓ کی جماعت میں سے دو فریق کا اڑا ہوا دیکھنا

"مکانات اور درخت اڑتے ہوئے دیکھے اور حضرت عمر رضؓ کی جماعت میں سے سنا کہ دو فریق اڑ گئے ایک رہ گیا" بندے کے خیال ناقص میں یہ برکات کا اٹھ جانا ہے۔ ہر چیز میں بعض اجزا پر برکت منحصر ہوتی ہے جس سے نفع اس کا ظہور کرتا ہے۔ وہ برابر گردباد (بگولہ) کی طرح اڑے چلے جا رہے ہیں اور جو کچھ کمی بیشی کی نسبت کہیں کچھ قیام ہے وہ کسی اچھے بندے کی بدولت ہے۔

(مکتوب ۲۴ ص ۸۳ مکتوبات یعقوبی)

امام مہدی سے مرید کی خواب میں ملاقات اور اس کی تعبیر

"اور ملاقات امام مہدی کی (خواب میں) کیا عجب ہے نصیب ہو کیونکہ علامات اس کی بہت ظاہر ہیں اور یہ لازم ہے کہ تمام اہل خدمت اور اولیاء اللہ معلوم ہو یا نہ ہو اس زمانے میں وہاں (امام مہدی کے پاس) پہنچ جاویں گے۔ اس لشکر میں سائیس تک ولی کامل ہوگا" واللہ اعلم (مکتوب ۲۴ ص ۸۳)

۱ آسمان کا اوپر گرنا اور کچھ ضرر نہ ہونا

„ دوسرے خواب میں قابل تعبیر یہ بات ہے کہ آسمان اوپر گرا اور کچھ نہ معلوم ہوا۔ یہ اشارہ اسی امر کی طرف ہے کہ نافرمانی خداوندی ایسی ہے کہ جیسے آسمان سر پر گرا اور آدمیوں پر وہ ایسا آسان ہے جیسے گالا۔ حدیث میں آتا ہے کہ لوگ گناہ کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے مکھی آئی اور ناک پر بیٹھی اور اس کو اڑا دیا۔ اور جو آواز غیبی ہوئی۔ وہ توفیق منجانب اللہ ہے اور تائید آسمانی ہے جس نے ایسے تنگ وقت میں دستگیری کی ورنہ ایمان کھویا جانا عجیب نہ تھا۔“ (مکتوب نمبر ۲۴ صفحہ ۸۴) ایک خط میں مرید عقیدتمند نے چند خوابوں کی تعبیریں پوچھی تھیں۔ خواب کیا تھے ان کی حقیقت اور صورت مولانا کے جوابات سے ملتی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

۲ ایک لڑکے کی جگہ قید ہونا

„ پہلے خط میں چند خوابیں تعبیر طلب تھیں۔ ان میں ایک قید ہونا بجائے ایک لڑکے کے یہ لڑکا نفس امارہ ہے اور قید تابعی (ثبات قدمی) دین پر ہے کہ بجائے اس کے خود اپنے اوپر آدمی یہ بوجھ اٹھاتا ہے۔“

۳- وضو کرنا خواب میں اور ناپاک پانی معلوم ہونا،

„ اور وضو کا کرنا طہارت اور صفائی اور ناپاک پانی معلوم ہونا۔ آلودگی دنیا کی ہے کہ پھر اس سے بھی اللہ نے طہارت نصیب کی بہت عمدہ خواب ہے۔

۴- ستاروں اور چاند کا خواب میں دیکھنا

„ ستاروں اور چاند کا خواب میں دیکھنا۔ یہ انوار ذکر (اللہ) کے ہیں۔ مبارک ہے۔“

۵- بلند دروازہ اور چشمۂ جاری خواب میں دیکھنا

„ اور دروازہ بلند بنائے دین ہے اور اس کا رخ شرق و غرب سو جانب قبلہ ہے اور چشمۂ جاری علم ہے اور ان شاء اللہ آب کام دین کا چل نکلا۔ (مکتوب نمبر ۵۶ صفحہ ۱۱۱ مکتوبات یعقوبی)

۶- اونچی جگہ سے گرنے کا خوف اور کسی بزرگ کی مدد سے نیچے اتر آنا اور آفتاب کا نور خواب میں دیکھنا

„ اونچے مکان سے جہاں گرنے کا خوف تھا۔ کسی بزرگ کی مدد سے نیچے اُتر آئے ان شاء اللہ تعالیٰ بزرگوں کی پناہ میں ہر قسم کے مکروہات سے محفوظ رہوگے۔ اور آفتاب کا نور، نور مرشد و ہادی ہے جو ہر وقت مربی ہے۔

گائے کی بچھیا نے ٹوپی کھالی آفتاب نور کا اور دودھ کا دیکھنا

„ بچھیا نے ٹوپی کھالی۔ یہ نفس امارہ ہے کہ درپے خرابی ہے اچھا کیا کہ اس کو کھانے کی طرف لگا دیا۔ نفس کی خواہش کچھ پوری کر دینا اس کے تقاضے سے چھوٹ جانا ہے۔ دودھ فیض خداوندی ہے کہ ان شاء اللہ بہت کچھ پہنچے گا اور امید ہے کہ چشمۂ ہدایت تم سے جاری ہو اور بہت خلق کو تمہاری ذات سے فیض ملے اللہ کریم

کی بارگاہ میں کیا کمی ہے اور اس کے نزدیک کیا مشکل ہے۔ یہ عاجز درماندہ دور افتادہ امیدوار دعا ہے

پہاڑ پر چڑھنا اور اترنا، اور وقت عصر کو خواب میں دیکھنا

”پہاڑ مقام شہادت ہے اور نیچے اترنا مقام عبودیت اور عجز ہے اور وقت عصر یہ آخری زمانے کی طرف اشارہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ترقی روز افزوں ہو اور آخر نہایت عمدہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسا ہی کرے۔“

بجلی کا گرنا، سر کا تلوار سے کاٹ ڈالنا، نعرہ الا اللہ کا مرتے وقت نکلنا

اور یہ جو دیکھا ہے کہ مجھ پر بجلی گری ہے یہ اثر ذکر کا ظہور ہے۔ اللھم زد فزد۔ اور یہ جو دیکھا کہ سر تلوار سے کاٹ ڈالا یہ اشارہ دفع اوصاف ذمیمہ کی طرف ہے اور نعرہ الا اللہ کا نکلنا (مرتے وقت) ایسے وقت اور گر جانا مبارک ہو۔ اس سے بہتر آدمی کو اور کیا ہے کہ بوقت مرنے کے یاد خدا زبان ہو اور دل سے ہو۔ الحمد للہ کہ اثر ذکر کا شروع ہو گیا

دہلی کی جامع مسجد کے اندر سے صاف پانی بہتا ہوا خواب میں دیکھنا اور اس کی تعبیر

مولانا کے مکتوب ۱۴۲ میں خواب کی تعبیر ہے۔ جو منشی محمد قاسم کے کسی دوست نے دیکھا تھا دوست نے یہ خواب خط میں لکھ کر منشی جی کو دیا اور انہوں نے تعبیر کے لئے مولانا کے پاس بھیج دیا۔

خط مشتملہ خواب

جناب مولانا محمد یعقوب صاحب دام عنایتکم

بعد سلام علیک کے واضح ہووے کہ تاریخ ۲۲ ماہ ذیقعدہ ماہ حال کو بعد پڑھنے نماز ظہر میں سویا ہوا تھا۔ خواب آیا کہ دہلی کی جامع مسجد میں باہر کے دروازے پر میں کھڑا ہوں۔ منہ قطب رخ تھا۔ پشت طرف جنوب تھی۔ میں نے وہاں دیکھا کہ مسجد کے اندر سے پانی صاف اور نفیس بہتا ہے اور طرف مغرب سے بہہ کر طرف مشرق کو جاتا ہے۔ پانی ہر دم ہر طرف سے جاتا ہے اور جو حوض ہیں ان کے اوپر ہو کر پانی برابر بہتا ہے۔ دیوار شمال و جنوب کی چھوڑ کر در کے اندر سے پانی نکلتا ہے اور برابر بہتا ہے۔ فقط

جواب از حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب

حضرت مولانا جواب میں خواب کی تعبیر اس طرح بیان فرماتے ہیں ”جامع مسجد دہلی اسکی یہ تعبیر ہے کہ دہلی ہندوستان کی دارالسلطنت اور اصل ہے۔ اور مسجد جگہ دین کی اور جامع مسجد جو سب مسلمانوں کو عام ہو۔ پانی بہنا صاف شفاف ترقی باطنی اور ظاہری ہے امید ہے کہ حالات ہندوستان کے مسلمانوں کے مبدل ہوں۔ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔ فقط اور یہ فیض مغرب کی طرف سے آویگا۔“ (مکتوبات یعقوبی ۱۴۲ ص ۱۲۴)

یہاں پہنچ کر مکتوبات یعقوبی ختم ہو جاتے ہیں۔ اور یہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کا چونسٹھواں مکتوب ہے جو ان کے مرید منشی محمد قاسم کے نام تعبیر خواب سے متعلق ہے۔ لہٰذا اس مکتوب پر پہنچکر ہمارا یہ تعبیر ہائے خواب کا ماخذ ختم ہو جاتا ہے۔

علمیات

اعتقادی، علمی اور فقہی مسائل

گزشتہ اوراق میں ہم نے آپ کی زندگی کے حالات پر جو معلومات بہم پہنچانے کی کوشش کی ہے اس مرحلے سے گزر کر آپ کے علمی مقامات کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے ہیں. ہمارے نزدیک صحیح معنی میں کسی کی زندگی اور شخصی سیرت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ سیرت علمی سیرت ہے۔ اس لئے ہم آپ کی علمی سیرت کی طرف متوجہ ہو کر آپ کو استفادے کا موقع دیتے ہیں. مولانا محمد یعقوب صاحب کا علمی مقام اس امر سے واضح ہونا آسان ہے کہ آپ کو مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے دارالعلوم دیوبند کا صدر مدرس منتخب کیا تھا. صدارت کے عہدے پر رہنا کسی معمولی اہل علم کا کام نہیں ہے. بخاری شریف اور حدیث کی اعلیٰ کتابیں پڑھانا صدر مدرس کے فرائض کی کڑیاں ہوتی ہیں اور اس حالت میں جبکہ آپ کے شاگرد بھی شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی. مولانا احمد حسن صاحب امروہوی اور مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی جیسے ذکی اور ذہین ہوں تو صدارت تدریس کی اہمیت اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے. عشرتی صاحب لکھتے ہیں.

> "آپ کے صدہا مرید اور شاگرد اور آپ کے شاگردوں کے شاگرد، ہندوستان، کابل، بخارا وغیرہ میں موجود ہیں. آپ جمیع علوم معقول اور منقول میں فاضل اجل اور عالم متبحر ہونے کے علاوہ سالک و مجذوب بھی تھے. باطنی طبیب ہونے کے علاوہ ظاہری امراض کا بھی علاج فرماتے تھے" (دیباچہ بیاض یعقوبی)

مولانا کے علم و فضل سلوک و جذب کے متعلق اگرچہ ہم اس کتاب میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں. لیکن حقیقت حقیقت بن کر سامنے آتی ہے اور یہ کہنا پڑتا ہے. کہ مولانا اپنے دور کے بلند پایہ مفسر، محدث، فقیہ اور عالم علوم عقلیہ و نقلیہ اور مرشد کامل تھے. آپ کے حالات پڑھنے سے قاری اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ امور دنیا میں بھی ان کے مشورے نہایت ہی قیمتی تھے. مولانا اشرف علی صاحب کے ملفوظات ، جو معلومات کا ایک بیش بہا اور لازوال خزانہ ہیں. مولانا محمد یعقوب کے مکمل سوانح زندگی ہیں۔ ان میں جا بجا مولانا کے علم و فضل، تصوف و سلوک، تدبر، دانش مندی کی شمعیں فروزاں نظر آتی ہیں. وہاں مطالعہ سے ان کے علوم و فنون کے مقامات کا آپ کو اندازہ ہو سکے گا. لیکن یہاں مختصر طور پر ہم ان کے خطوط سے جو مکتوبات

یعقوبی کے نام سے معنون ہیں۔ کچھ علمی مسائل پیش کرتے ہیں۔ لیکن ان مسائل سے پہلے مولانا کی تصنیفات کا تذکرہ کر لیں

تصنیفات

سالک و مجذوب کی تصنیفات میں جہاں تک ہماری تحقیق کی رسائی ہے کوئی خاص تصنیف موجود نہیں ہے۔ لے دے کر صرف تین کتابیں ملتی ہیں۔ یعنی سوانح قاسمی جو مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات پر تیس چالیس صفحات کا رسالہ ہے اور دوسری کو تصنیف تو نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ خطوط کا مجموعہ جو ،، بیاض یعقوبی " اور" مکتوبات یعقوبی' کے نام سے موسوم ہے اور تیسری کتاب حاجی امداد اللہ صاحب کی فارسی کتاب ضیاء القلوب کا عربی زبان میں ترجمہ ہے۔

سوانح قاسمی

مولانا کی یہ تصنیف مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند کے حالات زندگی کا مختصر مگر جامع خاکہ ہے اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سالک و مجذوب کو بڑے بڑے طویل مضامین کو مختصر عبارتوں میں بیان کرنے کا بڑا ملکہ تھا۔ انہوں نے اپنی اس تصنیف میں بانی دارالعلوم کی زندگی کے دریا کو کوزے میں بند کردیا ہے اور ان کی زندگی کے ہر پہلو کی طرف اشارے کئے ہیں۔ یہی وہ کامیاب اشارے ہیں جن کو سمجھ کر مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے اپنی نوشتہ" سوانح قاسمی کو ڈھائی جلدوں میں پھیلا دیا ہے اور اگر مختصر سے معلومات ہمارے پاس نہ ہوتے تو بانی دارالعلوم دیوبند کی زندگی کے حالات حاصل کرنے میں ٹھوکریں حاصل کرنی پڑتیں اور خود اس راقم الحروف کو بھی جس نے انوار قاسمی لکھی۔ بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ تاہم مولانا کی سوانح قاسمی اور مولانا مناظر احسن کی "سوانح قاسمی" سے ناچیز کی انوار قاسمی میں بہت سے ایسے تاریخی واقعات ہیں جن کو دونوں میں سے کسی نے نہیں لکھا

ان مکتوبات کے اوّل میں آپ کے بھتیجے امیر احمد عشرتی نانوتوی کا مقدمہ ہے جس میں انہوں نے اوّل میں مولانا محمد یعقوب صاحب اور ان کے رشتہ داروں اور خاندان والوں کا شجرہ لکھا ہے۔ مکتوبات کا تعارف ہے جو سات صفحات پر مشتمل ہے۔ بعد ازاں مکتوب الیہ منشی محمد قاسم کا مقدمہ ہے جس میں انہوں نے اپنا شجرہ نسب اور آبا و اجداد اور اپنے جد امجد کے نیا نگر ضلع اجمیر میں آباد ہونے کے حالات لکھے ہیں۔

منشی محمد قاسم نے اپنے بہنوئی غلام حسین سے مولانا محمد یعقوب صاحب کی تعریف سنی تو غائبانہ محبت ہوگئی۔ اور بیعت ہونے کو دل چاہا۔ چنانچہ ۱۲۸۳ھ سے انہوں نے مولانا سے خط وکتابت کرنی شروع کی اس وقت مولانا مطبع ہاشمی میرٹھ میں ملازم تھے۔ بعد ازاں مولانا دیوبند تشریف لے آئے اور رجب ۱۲۸۳ھ سے مولانا کے مکتوبات بنام منشی صاحب شروع ہوکر ۱۳۰۱ھ تک جاری رہے۔ تو منشی محمد قاسم نے بھی ۱۲۸۳ھ سے ۱۳۰۱ھ تک خطوط لکھے۔ حکیم امیر احمد عشرتی لکھتے ہیں۔

،، ہر ایک خط بجائے خود دفترِ معرفت کردگار ہے۔ ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف قند مکرر کا حکم رکھتا ہے" (تمہید)

خط وکتابت کے عرصے میں منشی محمد قاسم نیانگر سے نصف ماہ شوال سنہ ۱۲۹۵ھ کو براہ دہلی اور میرٹھ ایک سو چھہتر کوس پیدل سفر کرکے ۲۰ر شوال سنہ ۱۲۹۵ھ کو جمعہ کے روز شب شنبہ مغرب اور عشاء کے درمیان دیوبند چھتّے کی مسجد میں پہنچے اور مولانا کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت ہوئے۔ چھ روز قیام کرکے اور تعلیم حاصل کرکے، ۲۶ر شوال سنہ ۱۲۹۵ھ کو بعد اجازت رخصت ہوکر بذریعہ ریل نیانگر واپس ہوئے۔

۱۰ر ربیع الاول سنہ ۱۲۹۷ھ تک جو مکتوبات پہنچے ان کو منشی صاحب نے مرتب کیا اور اس مجموعے کا نام ملفوظات یعقوبی رکھا۔ خود منشی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ ملفوظات ابھی نامکمل ہیں پورے نہیں۔ ملا عبداللہ ساکن نیانگر نے قطعہ تاریخ لکھا۔ ؎

شکر از واہب العطیات   جس سے ہے کتاب کو مباہات
ترتیب کتاب کا سن و سال   ڈھونڈا تو عیاں ہوا فیوضات
۱۲۹۷ھ

منشی صاحب کا یہ تعارفی مقدمہ چھ صفحات کا ہے۔ ہر چند کہ یہ خطوط علم کا بیش بہا ذخیرہ ہیں جن کا طبع ہونا نہایت ضروری تھا۔ خود مولانا محمد یعقوب صاحب اپنے ایک مکتوب میں منشی محمد قاسم کو لکھتے ہیں:

> "رائے تمہاری درباب جمع کرنے ان مکتوبات کے مبنی بر محبت ہے ورنہ یہ عاجز کیا اور کیا اس کی تحریر لائق رکھنے کے اور جمع کرنے کے عمدہ کلام اور اچھی تحریر ہوتی ہے (مکتوب ۳۲ر موصولہ ۲۳ر ربیع الاول سنہ ۱۲۹۷ھ ص۴۴)

کسی اور شخص کو انہی مکتوبات کے متعلق انکساری کو بالائے طاق رکھ کر لکھتے ہیں:-

> "جو تحریرات میاں قاسم نے نیانگر میں جمع کی ہیں واقعی وہ مجموعہ عجیب ہے۔ مگر میاں چھپنا تو اک امر بہت بعید ہے اور نقل دشوار ہے۔ میرا خود اس کی نقل کو جی چاہتا ہے۔ شاید اوروں کو نفع پہنچے اور اس ناکارہ کو بھی ثواب مل جاوے۔ اگر تمہیں فرصت ہو تو نقل اس کی کر لو بہت مفید ہوگا۔ والسلام (تمہید)

ظاہر ہے کہ یہ مکتوبات اپنی اہمیت کے باعث قابل طبع تھے اس لئے آپ کے بھتیجے امیر احمد صاحب نے منشی محمد قاسم صاحب سے لے کر قسطوں میں چھاپنا چاہا ہے۔ کیونکہ تمام کے طبع کرنے کی مالی قوت نہ تھی۔ جیسا کہ انہوں نے دیباچے میں لکھا ہے اس لئے اکیس خطوط چھاپے۔ چنانچہ بقیہ تمام مکتوبات مکتوب نمبر ۲۲ سے ۴۶ تک دوسرے حصّے کے عنوان سے مولانا اشرف علی صاحب نے چھپوائے۔ اپنی تمہید میں مولانا تھانوی لکھتے ہیں:-

> "اس کے قبل ایک حصّہ استاذی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ علام الغیوب کے مکتوبات کا مطبع احمدی علی گڑھ میں باہتمام و ترتیب حکیم امیر احمد عشرتی طبع ہو چکا ہے جو مشتمل ہے اکیس خط پر اور اسی حصّے کی تمہید میں ناقل (حکیم امیر احمد عشرتی) نے بقیہ مکتوبات کے موجود ہونے کی اطلاع کے ساتھ ان کے نہ چھاپ سکنے کا عذر کیا ہے۔ جس کو دیکھ کر طبیعت کو اس بقیہ کے حاصل کرنے کے لئے بے چینی ہوتی

تھی۔ حسن اتفاق سے وہ بقیہ بھی مع اصل مطبوعات کے دستیاب ہوگئے۔ یہ سب مکتوبات خاص حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے

> دست مبارک کے لکھے ہوئے ہیں جن کو احقر خوب شناخت کرتا ہے اور مکتوب الیہ منشی محمد قاسم اجمیری مرحوم کے صاحبزادہ قاضی عبدالحق سلمہ کے پاس محفوظ تھے۔ قاضی صاحب نے بعض بذریعہ ڈاک اور بعض بذریعہ ایک عزیز مہمان کے عطا فرمائے"۔ (تمہید حصہ دوم مکتوبات یعقوبی صـ ۱۵)

المختصر یہ کل ۴۶ مکتوبات ہیں مگر حکیم امیر احمد عشرتی نے اکہتر تحریر کئے ہیں۔ مولانا تھانوی نے طبع دوم کے دیباچے میں لکھا ہے کہ ان مکتوبات زائدہ میں سے بعض تو دستیاب نہیں ہوئے اور دو مکتوب بوجہ اشتمال حالات خانگی قصداً درج نہیں کئے۔ بہرحال مکتوبات یعقوبی صفحہ ۱ سے ۱۲۴ صفحات تک پھیلے ہوئے ہیں۔ بعد ازاں بیاض یعقوبی کے نام سے مختلف یادداشتیں مثلاً سفرنامہ حج اول و حج دوم اور مختلف اشخاص کی پیدائش و وفات کا ذکر ہے صفحہ ۱۵۴ سے کتب حدیث کی اسناد درج ہیں جو بخط غیر ہیں جو ۱۶۲ صفحات تک چلی گئی ہیں۔ ۱۶۳ پر مولانا محمد قاسم صاحب کی سند فراغت و حدیث ہے جو شاہ عبدالغنی مجددی کی دی ہوئی ہے۔ صفحہ ۱۶۵ سے آپ کی اردو شاعری کا آغاز ہوتا ہے جس میں قصیدے اور نعتیہ اشعار اور مثنوی نیز بعض غزلیں ہیں۔ جو ایک سو نوے صفحات تک چلی گئی ہیں۔ یہ تیسرا حصہ ہے۔ بیاض کے چوتھے حصہ میں عملیات ہیں اور جو ۲۰۸ صفحات تک ہیں۔ پھر بیاض یعقوبی کا حصہ پنجم ہے جس میں مجرب اور عمدہ نسخے ہیں جو دو سو چھپن صفحات تک مندرج ہیں اور آخر کے تین صفحات میں فہرست مکتوبات و بیاض درج ہیں یوں کل کتاب ۲۵۸ صفحات پر ہے۔

ترجمہ ضیاء القلوب بزبان عربی

مولانا کی تیسری تصنیف ضیاء القلوب کا عربی زبان میں ترجمہ ہے حاجی صاحب کی یہ کتاب تصوف میں معرکہ آرا کتاب ہے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا تھا، مگر طبع نہ ہو سکا۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں۔

> "ہمارے حضرت (حاجی امداد اللہ صاحب) کے علوم نہایت عالی ہوتے تھے مگر الفاظ بہت سلیس اور فارسی تو اہل زبان کی سی تھی۔ ضیاء القلوب کیسی اچھی فارسی ہے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ مولوی جمیل الدین صاحب کہتے تھے۔ کہ وہ ان کے پاس ہے اور کہتے تھے کہ مولانا نے اس پر حاشیہ بھی لکھا ہے۔ میں بھی اس کتاب کی زیارت کا متمنی تھا مگر اتفاق نہیں ہوا اور اب ان کا انتقال ہو چکا ہے (جمیل الکلام ملفوظ نمبر ۹۷ صـ ۲۹)

مولانا سے غالباً یہ ترجمہ حاجی صاحب نے کرایا ہوگا۔ تاکہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور دوسرے عرب علاقوں کے لوگ بھی مطالعہ کرکے سمجھ سکیں۔ کیونکہ حاجی صاحب کا مستقل قیام مکہ معظمہ میں

تھا اور وہاں کے اشخاص بھی بیعت ہوتے تھے اس لئے یہ عربی ترجمہ ضروری سمجھا گیا۔ الغرض مولانا محمد یعقوب صاحب کی یہی تین تحریری یادگاریں ہیں۔ یعنی[1] سوانح مولانا محمد قاسم صاحب، مکتوبات[2] و بیاض یعقوبی اور ترجمہ عربی ضیاء القلوب[3] مگر ان حضرات کی ان یادگاروں کو ایک خاص اور محدود حلقے کے سوا کس نے جانا اور کس نے پہچانا۔ کچھ بھی سہی۔ مولانا اپنے زمانے کے عالم ربانی تھے اور مولانا ولی کامل تھے قصص الاکابر ص۲۹ میں مولانا تھانوی نے نقل کیا ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ میں نے ایک ہزار کتابیں پڑھی ہیں۔ اس دور میں جبکہ کتابوں کی اشاعت زیادہ عام نہ تھی ایک ہزار کتابوں کا پڑھنا حیرت اور تعجب سے خالی نہیں۔ بہر حال وہ ایک جید عالم اور بلند پایہ مرشد تھے۔ اب ہم آپ کو مولانا کے علمی عجائب خانے کی سیر کراتے ہیں اور مکتوبات سے ایسے علمی مباحث پیش کرتے ہیں۔ جو عوام کے لئے عموماً اور علماء کے لئے خصوصاً سرمایۂ حیات ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

اعتقادی علمی اور فقہی مسائل

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کو مسائل فقہیہ میں بہت عبور حاصل تھا۔ بائیس اور تیئیس سال تک دوران ملازمت دار العلوم ۱۲۸۳ھ تا ۱۳۰۲ھ آپ نے مدرسے کی طرف سے فتویٰ نویسی کا کام بھی انجام دیا ہے۔ اطراف و جوانب سے جو استفتا آتے ان کا جواب مولانا تحریر فرماتے منشی محمد قاسم نے ایصال ثواب کے متعلق مولانا سے دریافت کیا ہے۔ جواب میں مولانا لکھتے ہیں۔

ایصال ثواب کسی دوسرے کو اپنے مال کو خیرات کرکے یا تلاوت قرآن یا نوافل کے ذریعہ ثواب پہنچانے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ "یہ بات کسی جگہ حدیث میں مفصل مصرح موجود نہیں۔ مگر شرع کا اقتضا یہ ہے کہ ثواب پہنچانا حقیقت میں اپنا استحقاق اوروں کو دے دینا ہے تو اس لئے جتنا ثواب اس عمل کا اس کرنے والے کو ہوتا وہی جتنوں کو یہ چاہے پہنچ جائے گا اور یہ اسکی خوبی کا اثر ہے کہ اسکو بھی ثواب پہنچانے کا ثواب ہوگا۔ جیسے کسی چیز کے دینے کا ہوتا رہا" (مکتوب)

اس عبارت میں ایصال ثواب کا ایک پہلو پیش کیا گیا ہے۔ لیکن قرآن و حدیث کے وہ دلائل جو علماء نے پیش کئے ہیں ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ شاید مرید کو زیادہ تفصیل سے لکھنے کی زیادہ ضرورت نہ سمجھی۔ مگر مولانا کا یہ جملہ نہایت قابل غور ہے "ثواب پہنچانا حقیقت میں اپنا استحقاق اوروں کو دیدینا ہے۔ لیکن جب قوانین دنیا" اپنے بعض حقوق دوسروں کے حوالے کر دینے کی تائید کرتے ہیں۔ تو پھر دوسری دنیا کے لئے اپنے مالی صدقات اور بدنی عبادات کے فوائد مُردوں کے لئے کیوں نہ مرتب ہوں۔ جبکہ وہ ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔

والدین اور استاد کی نافرمانی اور عاق کر دینے کا مسئلہ جو مسئلہ تم نے پوچھا ہے اسکا جواب اس حدیث سے نکلتا ہے لا یشکر اللہ من لا یشکر الناس یعنی اللہ کا شکر نہیں کیا جس نے آدمیوں کا شکر نہیں کیا اور اطاعت والدیا استاد کی شکر ہے اور شکر موجب برکت دارین کا ہوتا ہے اور جب کوئی اولاد یا شاگرد استاد سے پھر جاتا ہے تو ناشکر ہوتا ہے اور یہ ناشکری آدمیوں کی ناشکری اللہ جل شانہٗ کی ہے اور اللہ جل شانہ کی طرف سے فیض علم کا اور رزق بند ہو جاتا ہے۔ اور عقوق (نافرمانی) والدین کو کبیرہ علما نے سمجھا ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ باپ بیٹے کو محروم الارث کر دیتا ہے اور اسے عاق کرنا کہتے ہیں۔ شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں۔ (مکتوب ۱۲ صـ۴۳-۴۴ مکتوبات یعقوبی)

کبیرہ گناہ کے مرتکب امام کی امامت کا حکم اور مرتکب کبیرہ گناہ کا امام مقرر کرنا بہتر نہیں اور اگر امام ہو تو نماز اس کے پیچھے جائز ہے (مکتوب ۱۳ صـ۴۴)

دو بہنوں میں سے ایک سے باپ کا اور دوسری سے بیٹے کا نکاح اگر ایک شخص کی دو لڑکیاں ہوں اور ایک شخص ایک لڑکی سے نکاح کرے تو یہ صورت شرعاً جائز ہے جو رشتے حرام ہیں انمیں سے یہ رشتہ نہیں اور سوتیلی خالہ یعنی مادر (سوتیلی ماں) کی بہن یہ کوئی رشتہ نہیں"۔ (مکتوب ۱۳ صـ۴۴ مکتوبات یعقوبی)

تمباکو کی تجارت اور نیچا حقہ کا بنانا مکروہ ہے

تمباکو کی تجارت اور حقے کا نیچہ بنانے کے متعلق مولانا تحریر فرماتے ہیں "اور بنانا نیچے اور ڈبہ اور تجارت تمباکو کی مکروہ ہے اگر کچھ اور کام ہو سکے تو افضل ہے اور بدرجہ ناچاری اس کو اختیار کرے اور بہتر اپنے واسطے نہ سمجھے (صـ۴۴ مکتوبات یعقوبی)

حصول معاش میں ہاتھ کی مزدوری افضل ہے

کسب معاش کے چار طریقے ہیں، تجارت، زراعت محنت ملازمت مولانا اس میں افضل کو تحریر فرماتے ہیں

"آدمی کو تلاش (روزی) حلال چاہیئے۔ عمدہ سب سے مزدوری اور ہاتھ کا کام ہے اور نوکری اگر اچھی ہو بعد اس کے ہے۔ سر دست تم جو کچھ کرتے ہو کئے جاؤ اور اس علاقے کو بُرا سمجھو اور جل شانہ سے دعا کرو۔ کہ وہ تم کو اس سے نجات دے اور رزق حلال سے وسعت دے۔ اگر کوئی صورت تجارت کی بن سکے تو وہ کر لو۔ ہر چند فکر سود و زیاں ایک بڑا مشغلہ ہے۔ مگر پھر صورت حلال ہے اور یاد رہے کہ نصیب سے زیادہ کسی کو کسی صورت سے نہیں ملتا۔ مگر آدمی طلب حلال میں کیوں کوتاہی کرے (مکتوب سوم صـ۲)

منشی محمد قاسم نے اپنی عرضی نویسی کے بارے میں حضرت سے معلوم کیا تھا کہ کچہری کی عرضی نویسی چھوڑ کر حقے کے نیچے بنانا کیا حکم رکھتے ہیں۔ اس کے متعلق مولانا نے بڑی پر مغز فقہی اور روحانی باتیں بتائی ہیں' وہ اہل علم کے لئے بے حد مفید ہیں۔

۱۔ اگر کوئی مسلمان کوئی ناجائز نوکری کرتا ہے۔ مثلاً بینک کی جس میں سودی لین دین ہوتا ہے کہیں اور نوکری کی امید نہیں تو یہاں پر دو امور در پیش ہیں۔

۲۔ نوکری چھوڑ دینے میں فقر و فاقہ اور بیکاری اور بھوک میں کفر تک نوبت پہنچنے کا اندیشہ

۳۔ ناجائز نوکری کے باعث اکل حرام اور ناجائز روزی جو معصیت ہے۔ ان دونوں میں ایک طرف کفر ہے اور دوسری طرف حرام اور اکل حرام: دونوں میں سے زیادہ اہون کفر کے مقابلہ میں حرمت ہے لہٰذا جب تک متبادل اور حلال روزی کا ذریعہ نہو جس کی تلاش ضروری ہے تو کفر کے مقابلہ میں اسی نوکری پر رہنا چاہیئے۔ چھوڑنا نہیں چاہیئے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا ماحصل یہی ہے۔ سبحان اللہ کیا عالمانہ شان ہے اور کیا تفقہ ہے۔

دست غیب کا شرعی حکم اور کیمیا کا فقدان

"دست غیب وغیرہ کے عمل اول تو بہت دشوار ہوتے ہیں اور اگر بن بھی پڑے تو شرعاً اس کے جائز ہونے میں کلام ہے اور کیمیا مفقود۔ اور جو اس طلب میں بنام مہوس مشہور ہیں۔ بوالہوس ہیں نہ دنیا کے نہ دین کے" (دیکھو دسواں مکتوب ص۱۴)

مسئلہ احتیاط الظہر اگر حاکم وقت غیر مسلم ہو تو جمعہ کے متعلق احکام

"انگریزی عملداری میں حاکم وقت ہندوستان میں انگریز تھے جمعہ کے فرض ہونے کی شرطوں میں احناف کے نزدیک حاکم وقت کا مسلمان ہونا بھی ایک شرط ہے۔ لہٰذا جمعہ کے ساتھ چار فرض ظہر کے احتیاطاً پڑھنا بعض علمأ کا خیال ہے۔ حضرت مولانا احتیاطاً ظہر اور جمعہ کے متعلق تحقیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مسئلہ جمعہ کا جو تم نے استفسار کیا ہے۔ اصل اس کی یہ ہے کہ (جمعہ کے لئے) چند شروط خاص مذہب حنفیہ کی ہیں اور جمعہ کا فرض ہونا قطعی ہے اور شروط اختلافی ہیں ایسی جائے (جگہ) احتیاط شرط ہے۔ علمأ حنفیہ نے اس مسئلے میں تقلید ائمہ باقی کی کی ہے اور اسی سبب جمعہ کو بجماعت اور خطبے سے ادا کرتے ہیں اور اگر ظہر پڑھتے ہیں تو بنظر احتیاط۔ یہ معنی نہیں کہ جمعہ اور ظہر دونوں مشکوک ہیں بلکہ جمعہ غالباً صحیح ہے اور چار رکعت ظہر کی احتیاط ہے اسی لئے اس کو باجماعت ادا نہیں کرتے اور اگر کوئی کرے تو اس کی غلطی ہے اور حنفیوں کی کتابوں میں بھی یہ روایت ملتی ہے کہ اگر حاکم اعلیٰ (بادشاہ یا صدر مملکت) مسلمان نہ ہو تو اس (غیر مسلم حاکم اعلیٰ سے) یوں کہیں کہ ہمارے واسطے ایک حاکم مسلمان مقرر کر دے اور اگر وہ نہ کرے تو مسلمان اپنا ایک سردار مقرر کر لیں جو جمعہ کا اہتمام کر دے۔ اگر یہ بھی نہو سکے تو مسلمان جمع ہو کر ایک کو امام مقرر کر کے نماز پڑھیں۔ اس روایت پر کوئی جمعہ ایسا ہوگا جو درست نہو چنانچہ ملک خطا میں جب کفار غالب ہوتے تو وہاں کے علمأ نے جمعہ ترک نہیں کیا اور دہلی میں جب مرہٹے کی عملداری ہو گئی تھی تو بعضے علمأ نے جمعہ ترک کرنا چاہا تھا۔ اس زمانے میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس

امر کا فتویٰ دیا کہ جمعہ ترک نہ کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ اختلافی مسئلہ ہے۔ غرضیکہ جمعہ ہونا بہت طرح سے قریب یقین ہے۔ بعد جمعہ پڑھ لینے ہی کے ظہر پڑھ لینا احتیاط ہے۔ جیسے جس نماز میں واجب ترک ہو جاوے تو اس کا ہٹا لینا (لوٹا لینا) احتیاط ہے اسی طرح اس نماز (احتیاط ظہر) میں نئے آدمی کو (جس نے جمعہ نہیں پڑھا) شریک نہ ہونا چاہیئے اگر کوئی احتیاط نہ کرے اور ظہر نہ پڑھے تو اس کے ذمے کچھ لازم نہیں اور جو (جمعہ کے بعد) احتیاط (ظہر کی نماز پڑھ کر) کرے اس سبب سے اس کے جمعہ میں کچھ تردد باقی نہیں رہا۔ فرض ظہر (احتیاطی) کے ساتھ اس (ظہر) کی سنتوں کا پڑھنا چنداں ضرور نہیں۔ اگر کوئی پڑھے کچھ منع کی جگہ نہیں مگر سنت جمعہ کی ترک نہ کرے اور چار رکعت جو احتیاطی پڑھتے ہیں۔ ان چاروں میں سورت ملا لینا بھی احتیاط ہے۔ اگر کوئی فرض کی طرح پڑھے تو کچھ حرج نہیں"۔ (مکتوبات یعقوبی مکتوب ۱۶ ص ۵۱-۵۲)

پاکستان اور بھارت کا حکم

اللہ اللہ احتیاط ظہر اور جمعہ کی کس قدر عمدہ اور فقیہانہ تحقیق ہے مسئلے کا کوئی گوشہ تشنہ تکمیل نہیں رہا یہی فقیہانہ شان ہے لیکن جہاں مسلمان حاکم ہو وہاں صرف جمعہ پڑھنا چاہیئے (احتیاط ظہر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا پاکستان میں احتیاط ظہر کی ضرورت نہیں اور بھارت میں مسلمان جمع ہو کر کسی مسلمان کے پیچھے نماز پڑھیں۔

حالات کے مطابق شریعت کے احکام میں اختلاف

منشی محمد قاسم مرید صفا کیش نے مولانا سے بعض مسائل میں فیصلوں کے اختلاف کے بارے میں بھی دریافت کیا ہے۔ کہ ایک ہی چیز کبھی جائز کبھی ناجائز کیوں ہوتی ہے۔ مولانا نے کیا خوبصورت انداز میں فقہ کے اصول پر روشنی ڈال کر ایک مستقل فقہ کا باب کھول دیا ہے۔ جواب میں فرماتے ہیں۔

زیارت قبور کی ممانعت اور اس کی علت

"کبھی یوں ہوتا ہے کہ جب کوئی بات شروع ہوئی تھی جب اس میں خرابی نہ تھی۔ بعد چند زمانے کے خرابی آگئی (لہٰذا دونوں صورتوں میں حکم بھی جدا ہوگا) نظیر اس کی زیارت قبور کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول منع فرمایا تھا۔ تو وجہ اس کی یہ تھی کہ اکثر لوگ قبروں پر جا کر نوحہ ماتم اور رونا پیٹنا کرتے تھے آپؐ نے اس وجہ سے (قبروں پر جانے سے) روک دیا (اور جب لوگوں نے)

قبور کی زیارت کی اجازت اور اس کی علت اور موجودہ دور کا حکم

ان امور کو چھوڑ دیا تو آپؐ نے اجازت فرمائی اور یوں فرمایا کہ قبر کی زیارت سے دل نرم ہوتا ہے اور موت یاد آتی ہے۔ (آج کل بھی) کس غرض سے جاتے ہیں (تو پھر سمجھو) کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اجازت میں یہ جانا داخل ہے یا نہیں؟ اور جب وہاں ماتھا رگڑنا اور حاجات طلب کرنا اس پر علاوہ ہو تو پھر دیکھ لو اس اجازت سے اب اس کو کیا علاقہ رہا" (مکتوبات ص۵۴ انیسواں مکتوب ۱۸ر جمادی الاوّل ۱۲۸۸ھ

حقیقت کی تبدیلی سے احکام کی تبدیلی

مذکورہ بالا فقہی حقائق کے بعد مولانا آگے چل کر فرماتے ہیں "شرع کے احکام جن چیزوں کی نسبت ہیں وہ احکام ان کی حقیقت سے متعلق ہیں جب وہ حقیقت نہیں رہتی تو وہ حکم بھی نہیں رہتا۔ مثلاً شراب حرام ہے تو اس کی حقیقت نشہ ہے جب شراب سرکہ ہو جائے یا نمک ڈال دیں اور نشہ دور ہو جائے تو وہ حلال ہو جاتی ہے تو اس سبب پر نظر کرنے سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آ جائے گی کہ بہت سی چیزوں کے اختلاف زمانہ سے حقیقت مختلف ہو جاتی ہے تو بے شک اس کا حکم بھی مختلف ہو جائے گا۔

عرس کا جواز اور عدم جواز

"مثلاً ملفوظات میں اکثر بزرگوں کے تاکید ہے کہ عرسوں کو قائم رکھنا چاہیئے۔ تو اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس زمانے میں عرسوں کی کیا صورت ہوتی تھی۔ یہی صورت تھی جو اب ہوتی ہے یا کچھ اور یہ خرابیاں جو اب بر روئے کار ہیں۔ ان کا کہیں نام نشان بھی نہیں ہوتا تھا۔ یہ مجمع تماشا والوں کے اور ناچ و رنگ کو وہ لوگ جانتے بھی نہ تھے"

(انیسواں مکتوب ص۵۴-۵۵)

عورتوں کے مساجد میں نماز کے لئے جانے اور نہ جانے کا جواز اور عدم جواز

اسی ضمن میں کہ حقیقت کے بدلنے سے مسئلہ کا حکم بدل جاتا ہے۔ ایک اور مثال سے مولانا محمد یعقوب صاحب تحقیق و توضیح فرماتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

> "فقہ کی روایت لکھ دینی سہل ہے مگر اس روایت کے مطابق اس زمانے کے حال کو (مطابق) کر دینا ذرا مشکل ہے۔ مثال اس کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں مسجدوں میں نماز کے واسطے حاضر ہوتی تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ممانعت کر دی اور جب عورتوں نے حضرت عائشہ سے شکایت کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوں فرمایا کہ اب عورتوں نے جو وضع اختیار کی ہے اور جو باتیں ایجاد کی ہیں اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں یہ باتیں ہوتیں تو آپ بھی منع فرما دیتے"۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت اس امر کی بدل گئی۔ جس کے سبب حضرت کے وقت میں اجازت تھی" (مکتوب انیسواں ص۵۵)

مسائل اختلافیہ میں کس کا قول اختیار کرے

جب کسی مسئلے میں بعض علما اختلاف کریں تو ان میں

سے کس قول کو قبول کیا جائے مولانا محمد یعقوب صاحب لکھتے ہیں:۔

> بعضے مسائل اختلافیہ ایسے ہیں کہ علماء کے ان میں قول ہمیشہ سے مختلف ہوتے چلے آئے ہیں۔ اگر کوئی احتیاط اور تقوے کو کام فرمائے تو جو امر دشوار ہو اس کو اختیار کرے نہیں تو سہل جانب کو لے یا کسی عالم دیندار سے پوچھ لے۔ جو وہ بتلائے اس پر عمل کرے۔" (مکتوب ر۱۹ صہ۵۶)

تبصرہ اوّل

حضرت مولانا نے اختلافی مسائل میں کیا خوب فیصلہ کیا ہے اسی کو تفقہ کہتے ہیں۔ یہاں پہنچکر ایک بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ اختلافی مسائل ہیں جبکہ دونوں علماء کی جانب دیندار اور نیک نیت ہوں دونوں اقوال پر عمل کرنے کی گنجائش نکل آتی ہے۔ جیسے مجتہدین کے اختلافی مسائل ہیں۔

تبصرہ دوم

"حقیقت کے بدلنے سے حکم کا بدلنے کا مسئلہ مولانا کی فقہ میں اعلیٰ بصیرت کی غمازی کرتا ہے جیسا کہ مولانا نے قبروں کی زیارت اور عدم زیارت، شراب کی حرمت اور اس کی حقیقت کی تبدیلی میں جواز کی صورت بیان فرمائی۔

انگریزی دواؤں میں الکحل کا مسئلہ

اسی سلسلے میں الکحل کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ مجھ سے استاد محترم مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی نے الکحل کے بارے میں استفسار پر بحوالہ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرمایا کہ جب الکحل دوسری دواؤں کے ساتھ مل کر مغلوب ہو جائے اور دوسری دواؤں میں مل کر اپنی حقیقت کو گم کر بیٹھے تو اس صورت میں الکحل پڑی ہوئی دوا کا پینا جائز ہے۔ اور اگر الکحل دواؤں میں غالب رہے اور اپنی حقیقت کو کھو نہ بیٹھے تو اس دوا کا پینا جائز نہیں۔ البتہ تقوے کا مقام کچھ اور ہے اور فقہ کا مقام کچھ اور اہل تقویٰ نے انگریزی یا مشکوک دواؤں کو کبھی منہ نہیں لگایا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی مطلوب الرحمٰن نے مرتے دم تک انگریزی دوا نہیں پی

نماز تہجد میں قراءت اور رکعات تہجد کی تعداد

نماز تہجد میں قراءت کی کچھ تعین نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے اور بعضے بزرگوں نے تمام قرآن ختم کیا ہے۔ سنت یوں ہے کہ جتنا قرآن آدمی کو یاد ہو اس کو ہر روز یا چند روز میں پڑھ لیا کرے اور (تہجد) میں ترکیب **قل ھو اللہ** کی گھٹا بڑھا کر عمل مشائخ رحمہم اللہ میں سے ہے کہ بارہ رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ اخلاص تین بار پڑھے۔ (مکتوب ر۲۴ صہ۶۴ مکتوبات یعقوبی) اور عدد رکعات حدیث میں مختلف آیا ہے۔ سنت یہ ہے کہ چار سے کم نہ پڑھے۔ اور دس سے یا بارہ سے زیادہ نہ پڑھے اور اس سے کم بیش جائز ہے۔ چاہے دو پڑھ لے یا جتنی جی چاہے اتنی پڑھ لے کچھ حرج نہیں۔ (مکتوب ر۲۴ صہ۶۴)

ہاتھی دانت کی پاکی اور اس کے نہ پہننے کے متعلق مولانا کا جواب

ہاتھی دانت پاک ہے اور تر ہونے سے ناپاک نہیں ہوتا اور عاج جس کی کنگھی حضرت خاتون جنت (فاطمہؓ) رضوان اللہ کی تھی، اس میں اختلاف ہے کہ وہ ہڈی کسی دریائی جانور کی ہوتی ہے یا دانت ہاتھی کا۔ قول اول کو ترجیح ہے اور دانت پہننا جائز ہے مگر اس ملک میں مشابہت کفار کی ہے۔ پرہیز افضل ہے۔ (مکتوب نمبر ۲۴ صہ ۶۴)

جمعہ کے بعد چھ سنتیں بہتر ہیں

اور سنت بعد جمعہ دونوں روایت آئی ہیں۔ چار بھی اور دو بھی۔ علماً نے جمع کو افضل سمجھا ہے یعنی چار اور دو چھ پڑھ لے (مکتوب نمبر ۲۴ صہ ۶۴)

اپنے مکتوب مورخہ ۱۰ رجب ۱۲۹۲ھ میں مولانا کے عقیدتمند مرید منشی محمد قاسم نے مہر شرعی، مہر معجل اور موجل اور مہر معین کی تعریف پوچھی ہے۔ اس کے جواب میں مولانا نے حسب ذیل تحقیقی جواب عنایت فرمایا ہے۔

مہر شرعی کی تحقیق مولانا محمد یعقوب کے الفاظ میں

مہر کم سے کم حنفیوں کے نزدیک دس درہم کا ہے جس کے نزدیک تین روپیہ کے ہوتے ہیں۔ اور زیادہ کی حد نہیں اور اکثر مراد مہر شرعی سے یہی ہوتا ہے۔ اور کبھی مراد مہر شرعی سے مہر مسنون یعنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا مقرر فرمایا ہے۔ ہوا کرتا ہے۔ اور اس کی مقدار پانچ سو درہم ہیں جس کے قریب ۱۳۲ روپے ہوتے ہیں۔ (مکتوب نمبر ۲۵ صہ ۶۶ مکتوبات یعقوبی)

مہر شرعی کے لفظ پر نکاح کی صورت میں مہر کا تعین

اب دیکھنا چاہیئے کہ اس ملک (علاقے) کا عرف اس باب میں کیا ہے عرف کے اعتبار پر حکم ہوگا (اگر عرف میں دس درہم ہے تو دس اور اگر ۱۳۲ ہے تو شرعی ۱۳۲ ہوگا۔ اور اگر عرف نہ معلوم ہو یا کچھ عرف ہی نہ ہو تو دس درہم ہوں گے۔ (مکتوبات یعقوبی نمبر ۲۵ صہ ۶۶-۶۷)

مہر معجل، مہر مؤجل اور مہر مثل کی تعریفیں

۱۔ مہر شرعی معجل یعنی سر دست دیا جائے یا جس کی ادا کی مدت مقرر نہ ہو جب چاہے عورت مہر اپنا وصول کرے

۲۔ مہر مؤجل یعنی جس کے ادا کی مدت مقرر ہو۔ جیسے دس برس یا غیر معین جیسے موت زوج یا زوجہ کی یا طلاق

۳۔ مہر مثل۔ اور ایک اصطلاح مہر مثل کی ہے یعنی اس جیسی عورت کا جو عرف میں مہر ہوتا ہو اور اس میں معتبر اس کے باپ کی جانب ہے۔ نہ ماں کی (مثلاً بہن اور پھوپھی کا مہر، مہر مثل ہے۔ الوا

اور اسی جہت سے کہ مہر کا ذکر کرنا نکاح کے وقت لازم نہیں۔ اگر مہر کا ذکر نہ ہوا ہو مہر مثل لازم آیا کرتا ہے

ورنہ جو کچھ معین جو کم ہو مہر مثل سے یا زائد جو باہم ٹھہر جائے وہ لازم آیا کرتا ہے اور کوئی قسم مہر کی نہیں ہے“

(مکتوبات یعقوبی مکتوب ۲۵ ص ۶۷)

عورت کے زیور کی زکوٰۃ

زکوٰۃ کے مسئلے کی صورت یہ ہے کہ جو زیور عورتوں کے باپوں کا گھر کا ہے اور جو ان عورتوں کے قوت بازو سے پیدا کیا ہوا ہے وہ ان (عورتوں) کی ملک ہے بلاشبہ اور جو زیور ان کے خاوندوں نے دیا ہے اس میں یہ شبہ ہے کہ اگر محض پہننے کے لئے دیا ہے عاریت ہے اور عرف اکثر ہند کا یہی ہے۔ اس صورت میں وہ ملک خاوندوں کی ہے اور اگر بالکل دیدیا ہے تب ملک عورتوں کی ہے اب صورت زکوٰۃ کی یہ ہے کہ اگر ملک ایک شخص کی بقدر نصاب ہو یا زائد نصاب سے اور پورا برس اس پر گذر جاوے تو زکوٰۃ چالیسواں حصہ دینا واجب ہے۔ اور اگر کم نصاب سے ہے تو زکوٰۃ اس میں آتی نہیں۔ اور دو کی یا تین کی ملک ملا کر نصاب پورا کرنا معتبر نہیں۔ مشترک چیزیں حصے کا دھیان کر لینا چاہیئے

(مکتوبات یعقوبی مکتوب ۳۱ ص ۷۶-۷۷)

انوار خلاصہ مسئلہ زکوٰۃ یہ نکلا کہ اگر زیور عورت کا ہو اور وہ صاحب نصاب ہے تو زکوٰۃ عورت ادا کرے گی ورنہ خاوند ادا کرے گا۔ اور اگر دونوں کا مشترک ہے۔ لیکن اتنا اتنا ہے کہ نصاب کو نہیں پہنچتا تو دونوں میں سے کسی پر زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر بالفرض خاوند کا مشترک زیور میں سے ۲½ تولے ہے اور عورت کا ۵ تولے یا نصاب سے کم تو عورت پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

مولانا محمد یعقوب صاحب کی نظر میں ہجرت کے مختلف پہلو

مولانا تھانوی اپنی مجلس میں فرمارہے تھے کہ ہجرت اس دارالکفر سے فرض ہے جو دارالخوف بھی ہو اور دارالکفر بھی (دارالکفر اگر) دارالامن ہو تو وہاں سے ہجرت فرض نہیں تو جاہلوں کا یہ شبہ دور ہو گیا کہ اگر ہندوستان دارالکفر ہے تو یہاں سے ہجرت کیوں نہیں کی جاتی۔ اس شبہ کا جواب ہمارے استاد محقق و مدقق مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب دیا تھا کہ مکہ معظمہ سے جبکہ وہ دارالحرب تھا پہلی ہجرت صحابہؓ نے حبشہ کی طرف کی ہے جہاں اس وقت تک اسلام موجود نہ تھا پس حبشہ بھی دارالحرب تھا۔ اور وہاں جانے والوں کو مہاجر کہا گیا اور صحابہ وہاں ہجرت کر کے اسی واسطے گئے کہ وہ دارالامن تھا اور ان کی یہ ہجرت معتبر ہوئی اور ان کو ہجرت کا ثواب بھی ملا۔ پھر ان صحابہ نے مدینے کی طرف ہجرت کی تو ان کا لقب ذو ہجرتین ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ دارالامن گو دارالایمان نہ ہو۔ بلکہ دارالکفر ہی ہو۔ وہاں سے ہجرت کرنا فرض نہیں بلکہ وہ تو خود ہجرت گاہ بن سکتا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ دارالایمان کی طرف ہجرت کرنا افضل ہے مگر ادائے فرض کے لئے دارالامن کی طرف بھی ہجرت کافی ہے۔ جو شخص دارخوف سے دارالامن کی طرف

بھی ہجرت نہ کرے وہ تارک فرض ہے اور اسی لئے سخت وعید ہے ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ
قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ
فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ
وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ
مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اِلَّا
الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَ
الْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا
يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ
اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

(وعظ الحج ص ۲۰ بحوالہ الہادی شوال ۱۳۵۷ھ)

جن لوگوں کی جانیں فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر (ترک ہجرت سے) ظلم کرنے والے تھے ان سے ملائکہ نے کہا کہ تم کس کام میں تھے انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس سرزمین میں محض مغلوب اور کمزور تھے۔ فرشتوں نے کہا کیا خدا کی سرزمین فراخ نہ تھی کہ تم اس کے کسی حصے میں ہجرت کر جاتے۔ ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ ہاں اگر وہ مرد اور وہ عورتیں اور بچے جو مغلوب اور کمزور تھے جو نہ کوئی تدبیر کر سکتے تھے۔ نہ ان کو کوئی راہ ملتی تھی۔ ان کو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ تو معاف کرنے والے اور رحم والے ہیں ہی۔

مولانا محمد یعقوب صاحب کا فقہ میں اجتہادی پہلو

ہم نے پہلے بھی اپنی اس کتاب میں اشارے کئے ہیں اور اب کہتے ہیں کہ عالم ہونا اور بات ہے لیکن فقیہ ہونا اور بات ہے فقیہ مسائل کا بغور مطالعہ کرکے فیصلہ کرتا ہے اور اپنی فقاہت اور سمجھ کو بھی کام میں لاتا ہے۔ لکیر کا فقیر نہیں بنتا۔ حسب ذیل تعزیہ کے بارے میں کفار اور مسلمانوں میں نزاع کی صورت میں علماؑ اور مولانا محمد یعقوب صاحب کے تفقہ کا موازنہ کیجئے۔ آپ کو صاف معلوم ہوگا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب کا مقام دوسرے علماؑ سے تفقہ میں کتنا بلند ہے اور پھر مولانا کی پیروی میں مولانا تھانوی کا عمل بھی اسی تفقہ یعقوبی کی تقلید ہے۔ اب مولانا تھانویؒ کا حسب ذیل طویل اور مکمل ملفوظ ملاحظہ کیجئے۔

> "ایک صاحب کے سوال کے جواب میں (مولانا تھانوی) نے فرمایا کہ جو نوکریاں ناجائز ہیں (مثلاً بینک کی یا شراب کے کارخانے وغیرہ کی) ان کے کرنے میں مفسدہ ضرور ہے مگر جس کو حلال نوکری نہ ملے اس کے نہ کرنے میں اس سے زیادہ اندیشہ ہے۔ اس لئے کہ افلاس سے بعض اوقات کفر تک کی نوبت آ جاتی ہے تو یہ معصیت وقایہ ہو جاتی ہے اس وقایہ (بچاؤ اور حفاظت) کی ایک جزئی یاد آگئی کانپور کے علاقے میں ایک گاؤں ہے گجنیر۔ وہاں پر ایک رئیس تھا۔ اس کا نام تھا ادہار سنگھ۔ میں نے سنا تھا

کہ اس گاؤں کے لوگ آریہ ہونے والے ہیں۔ میں ایک مجمع کے ساتھ ان کی تبلیغ کے لئے وہاں گیا تھا ادھار سنگھ سے بھی اس کا ذکر آیا تو اس نے جواب میں کہا کہ ہم آریہ کس طرح ہو سکتے ہیں۔ ہمارے یہاں تو تعزیہ بنتا ہے۔ میں نے کہا تعزیہ بنانا مت چھوڑنا۔ بعض لوگوں نے مجھ پر اعتراض کیا۔ میں نے کہا تم نے غور نہیں کیا یہ شخص جب تک تعزیہ نہیں بنائے گا کافر نہ ہوگا۔ تعزیہ بے شک معصیت اور بدعت ہے۔ مگر اس کے لئے تو یہ معصیت اور بدعت وقایہ کفر ہے (کفر سے بچاؤ کا سامان) ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک زمانے میں اجمیر تشریف رکھتے تھے۔ اتفاق سے عشرہ محرم میں ایک مقام پر تعزیہ داروں میں اور ہندوؤں میں جھگڑا ہو گیا۔ کوئی درخت تھا وہاں کے سنی عمائد نے علماء سے استفتا (فتویٰ طلب) کیا کہ ہندوؤں اور تعزیہ داروں کا جھگڑا ہے ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ جواب دیا کفر اور بدعت کی لڑائی ہے تمکو الگ رہنا چاہیئے پھر وہ لوگ مولانا محمد یعقوب صاحب کے پاس دریافت کرنے آئے مولانا یعقوبؒ نے فرمایا کہ یہ بدعت اور کفر کی لڑائی نہیں ہے بلکہ اسلام اور کفر کی لڑائی ہے، کفار بدعت سمجھ کر تھوڑا ہی لڑائی کر رہے ہیں۔ وہ تو اسلامی شعار سمجھ کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ جاؤ ان کا مقابلہ کرو۔ غرضیکہ تمام مسلمان متحد ہو کر لڑے فتح ہوئی۔ (یہ لکھ کر مولانا تھانوی فرماتے ہیں) تو ان چیزوں کو سمجھنے کے لئے فہم اور عقل کی ضرورت ہے۔ صرف ایک ہی پہلو پر نظر نہیں کرنا چاہیئے۔ شعار اسلامی سمجھنے پر ایک واقعہ یاد آیا۔ کیرانہ (ضلع مظفر نگر یو۔ پی) میں زمانہ تحریک خلافت میں میری ایک مولوی صاحب سے گفتگو ہوئی۔ میں نے کہا کہ اور بات تو پھر ہوگی پہلے ترکوں کی سلطنت کو اسلامی سلطنت تو ثابت کر دیجئے تب دوسروں کو نصرت کی ترغیب دیجئے گا اور میں نے ان سے پوچھا کہ یہ تبلایئے کہ مجموعہ کفر اور اسلام کا کیا ہوگا۔ (انہوں نے کہا کہ کفر) میں نے کہا کہ اب یہ تبلاؤ کہ ترکوں کی حکومت جو اس وقت ہے فرد شخصی ہے یا جمہوری۔ کہا کہ جمہوری۔ میں نے کہا کہ اس (ترکی میں جو پارلیمنٹ ہے) وہ کفار اور مسلمانوں سے مرکب ہے یا خالص مسلمانوں کی جماعت ہے۔ کہا کہ مسلم اور کافر میں مشترک ہے۔ میں نے کہا کہ مجموعہ کیا ہوا۔ پھر نصرت کیسی۔ کیا غیر اسلامی سلطنت کی نصرت کراتے ہو۔ حیرت زدہ رہ گئے۔ کہنے لگے کہ یہ تو کچھ اور ہی نکلا۔ سارا بنا بنایا قصر ہی منہدم ہو گیا۔ میں نے کہا اگر آپ جواب نہ دے سکیں تو اپنے علماء اور لیڈروں سے پوچھ کر جواب دو۔ خاموش تھے بیچارے۔

میں نے کہا کہ جاؤ جن کو مخالف سمجھتے ہو اور خشک ملا کہتے ہو اس کا جواب بھی انہی کے پاس ہے ہم کہتے ہیں پھر بھی ان کی نصرت واجب ہے۔ اس لئے کہ کفار تو اس کو اسلامی سلطنت ہی سمجھ کر مقابلہ کرتے ہیں، اس لئے اس وقت ترکوں کی نصرت اسلام اور مسلمانوں کی نصرت ہے اس پر بیحد خوش ہوئے اور دعائیں

(اپنے) دیہ کو خوشی میں کچھ نقد نذرانہ بھی دیا۔ (ملفوظات حصہ چہارم ملفوظ ۳۰ صہ ۵-۶)

اب مولانا محمد یعقوب صاحب کی بصیرت ملاحظہ فرمایئے کہ اجمیر کے واقعے میں علمائے جو بدعت اور کفر کا مقابلہ بنایا تھا، مولانا نے ان کو کتنی بڑی لغزش سے بچایا اور صحیح معنی میں تفقہ کا ثبوت دیکر مسلمانوں کو شکست سے بچالیا۔ اس مسئلے کی تقلید میں حضرت تھانوی نے ازجارسنگھ کو تعزیہ داری جاری رکھنے اور مولوی صاحب کو ترکوں کی نصرت کرنے کا فتویٰ دیا۔ تو یہ ہے یعقوبی تفقہ۔۔

سماع موتیٰ

قبروں میں مُردوں کا دنیا والوں کی آوازیں سننے کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ بعض کا تحقیق یہ ہے کہ مردے کسی کی آواز نہیں سنتے اور بعض کی تحقیق اس کے برعکس ہے۔ اب مولانا نے اپنے مرید جاں نثار کو اس مسئلے کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ یہ ہے تحریر فرماتے ہیں۔

> "جو تم نے اے میاں محمد قاسم درباب سماع اموات کے پوچھا ہے۔ برادرم عزیز یہ مسئلہ زمان صحابہ سے اب تک مختلف فیہ ہے اور ہر ایک گروہ اپنے دلائل قرآن و حدیث سے پیش کرتا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایات کتب فقہ میں جو مذکور ہیں ان سے بھی کچھ ایسا ہی سمجھ میں آتا ہے کہ مردے سنتے نہیں۔ احقر کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ مردے سنتے ہیں اور خاص کر اولیا انبیا کی اس باب میں ایک شان جدا ہے کہ تفصیل اس کی طویل ہے اور یہ خلاف جو اوائل سے اواخر تک رہا تو اوائل کا خلاف تو کچھ نزاع لفظی معلوم ہوتا ہے۔ اور متاخرین نے ان کے اقوال کی یہ توجیہ کی ہے۔ ان اقوال کا میری رائے ناقص میں یہ مضمون ہے کہ عرف عام میں بات کرنا اور کہنا اور سننا اسکا نام ہے کہ زندگی میں جو لوگ آپس میں کرتے ہیں اور مردوں کا سننا علاوہ ہے۔ ایسے اگر کوئی کہے کہ اگر میں زید سے بولوں تو میرا غلام آزاد ہے اور بعد مرنے کے اسکے جنازے پر یا اسکی قبر پر جاکر سلام علیک کرے یا کچھ خطاب کرے تو غلام آزاد نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ کلام کرنا نہیں اسلئے کہ مردے سنتے نہیں اور جن صاحبوں نے یہ کہا کہ بدن نہیں سنتا اور روح سنتی ہے اسکے معنی بھی کچھ ایسے ہیں جس سے اختلاف دونوں فریق کا لفظی معلوم ہوتا ہے۔

مولانا کی اس عبارت سے مردوں بالخصوص انبیا اور اولیا کے سننے پر روشنی پڑتی ہے۔ مولانا کو یہ کمال حاصل تھا کہ بظاہر متعارض اقوال اور نظریات میں خوب مطابقت فرماتے تھے۔ چنانچہ سماع موتیٰ کے بارے میں امام اعظم کے اس قول کی "کہ مردے نہیں سنتے" کیا اچھی مطابقت کی ہے اور اس مطابقت کی فقہ کے اس مسئلے سے (جسمیں کسی قسم کھانے والے نے کسی سے کہا کہ اگر میں تم سے بولوں تو میرا غلام آزاد ہے) کتنی اچھی وضاحت کی ہے کہ ہر چیز اپنی جگہ چسپاں نظر آتی ہے مولانا نے اس خط میں آگے چلکر جو دلائل دیئے ہیں انمیں قبروں پر پیشاب پاخانہ کرنے سے مردوں کو ایذا، قبروں میں جاکر سلام کرنا اور وہ حدیث عائشہؓ ہے جسمیں انہوں نے فرمایا کہ جبتک (آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) میرے خاوند اور (حضرت ابوبکر) میرے باپ اس حجرے میں دفن تھے میں بلا جھجک چلی جاتی تھی لیکن اب (ایک غیر محرم یعنی) حضرت عمرؓ کے دفن کے بعد مجھے شرم آتی ہے۔

مسئلہ تقلید

کسی امام کی پیروی کرنا تقلید کہلاتا ہے۔ ایسے ائمہ جن کی پیروی یا تقلید کی جاتی ہے چار ہیں امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام احمدؒ بن حنبل، امام مالکؒ اور امام شافعی رحمہم اللہ علیہم لیکن پنجاب کے ایک صوبے میں ایک خاص فرقہ جن کو اہل حدیث کہا جاتا ہے اس جامد تقلید کے منکر اور مخالف ہیں۔ مقلدین اور غیر مقلدین میں شدت اور انتہا پسند پارٹیاں ہیں مولانا محمد یعقوبؒ صاحب علیہ الرحمۃ اپنے مرید کو مسئلہ تقلید کے متعلق لکھتے ہیں۔

> در طریق دین کے اتباع کا دو طرز میں منحصر ہے۔ ایک اجتہاد یعنی مسائل جزئیہ کو قرآن و حدیث سے سمجھ کر نکالنا اور ان کا حکم حلال و حرام۔ جواز ناجواز۔ فرض۔ سنت۔ مستحب۔ حرام مکروہ کہنا۔ اس طریق کے لیے علم کامل اور عقل سلیم اور تقویٰ منجملہ شرائط ہے اور زبان عرب سے باصولہ و فروعہ آگاہ ہونا اور محاورات عرب پر عبور ہونا اس کی اصل ہے۔ دوسری تقلید ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ جب آپ قرآن و حدیث سے بسبب قصور ان شرائط کے یا بسبب اس کے کہ علمائے قدیم جو کچھ کر گئے اس سے زیادہ گنجائش نہیں تو ان علما کے قول کو لینا اور اس پر عمل کرنا اور زمانہ صحابہ میں راہ اجتہاد علما کا کام تھا اور عوام کسی نہ کسی کی تقلید کرتے تھے۔ اور زمان تابعین اور تبع تابعین میں بہت سے مذاہب ہوئے اور کتنے ہی علمانے اجتہاد کیا اور استنباط کئے۔ مگر راہ عوام کی تقلید ہی تھی جب دورہ علم کا تمام ہوا اور شیوع جہل اور اتباع کا ہوا تو علما کے وقت کے اجماع سے چار مذہب جو مقبول ہوئے اور اجتہاد کو بے حاجت سمجھ کر اور کچھ بے سامانی کی وجہ سے چھوڑا اور عوام کو انہی مذاہب کی تقلید کی طرف ہدایت کی اب ان سے بڑھ کر کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی شخص کہیں کسی کا تابع اور کہیں کسی کا اس کو تلفیق کہتے ہیں اور یہ راہ علمائے حقانی کے نزدیک مقبول نہیں۔ کیونکہ اس میں ہوائے نفسانی کی راہ کشادہ ہوتی ہے کہ آدمی دین سمجھا کرے اور خواہش کا متبع رہے .... احقر کی ناقص رائے کے بموجب کوئی مرتبہ اجتہاد کا تو نہیں رکھتا یہی راہ تقلید کی ہے اس میں ایک رائے کی پابندی ہم جیسوں کو لازم ہے۔ کیونکہ اگر مختلف لوگوں کا اتباع کریں تو ہر جگہ پھر پرکھنے کی ضرورت ہے اور ہماری سمجھ معلوم اور ہوائے نفس کو دخل ممکن۔ باوجود اس کے کہ اگر کوئی مرتبہ اجتہاد کا نہ رکھتا ہو تو جو کچھ پائے اور سنے اس پر عمل کرے۔ احقر اس کو مسلمان اور دین کا طالب جانتا ہے۔ اگر تھوڑا سا بے سمجھ اور غلطی پر ہو تو اللہ اس کی غلطی کو معاف کرے اور جب تک کوئی ایسا امر اس کی نسبت یقیناً معلوم نہ ہو کہ بقول اپنے مجتہد کے وہ مفسد نماز یا ناقض وضو ہو یا نجس ہو تو نماز اس کے پیچھے جائز ہے اور اگر احتمال ان امور کا ہو یا شک تو بھی جائز ہے اور تفتیش کی

حاجت نہیں اور اگر یقیناً ان امور سے کوئی امر معلوم ہو تو البتہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے یا پڑھی ہو تو پھیر لے بلکہ میری رائے یہ ہے کہ نماز پڑھ لے اور احتیاط کے واسطے پھیرے یہ اجمالی جواب تمہارے سوالوں کا ہوگیا زیادہ فرصت نہیں۔ احقر کو معاف کرنا (مکتوبات ص۲۹-۳۰ مکتوبات چہارم)

رواداری اور وسعت قلبی

اس عبارت میں مولانا نے مسئلہ تقلید اور عدم تقلید کے متعلقات کو اس طرح واضح کیا ہے کہ اہل فہم کی بصیرت کے لئے کافی ہے اور راقم الحروف نے جو سب سے زیادہ خوبصورت بات اس میں دیکھی وہ مولانا کی وسعت قلبی ہے کہ وہ غیر مقلدین کے پیچھے بے محابا نماز پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں اور حالات کی تفتیش کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ہاں ان میں کوئی ایسا امر جو احناف کے نزدیک جو نماز کے لئے مفسد یا وضو توڑنے والا ہو۔ اور غیر مقلدین کے یہاں وہ چیز ناقض وضو اور مفسد صلوٰۃ نہ ہو تو پھر اس صورت میں پیچھے ہٹنے کو ضروری سمجھتے ہیں کہ یہاں اصول کو ٹھیس لگتی ہے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اگر ایسے امور بھی ہوں جو ان کے نقطۂ نگاہ سے مفسد صلوٰۃ یا ناقض وضو نہ ہوں اور آپ ان کو مفسد و ناقض خیال کرتے ہیں تو جماعت کو نہ چھوڑا جائے اور احتیاطاً نماز کو لوٹا لیا جائے۔ بہر حال مولانا کی یہ وسعت قلبی اور ان کا یہ تفقہ قابل داد و تقلید ہے۔

فرقہ وہابیہ نئی اصطلاح میں

ایک اور خط میں فرقہ وہابیہ اور بدعتیہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ "در درباب فرقہ وہابیہ اور بدعتیہ کے جو کچھ لکھا ہے۔ احقر کے نزدیک طرفین خالی از تعصب نہیں اور احقر مولوی اسماعیل صاحب شہید اور اس خاندان کے علما کو اپنا پیشوا سمجھتا ہے اور ان کی باتیں بے تعصب موافق قرآن و حدیث کے پاتا ہے اور ان کے مخالفین کو حق سے برکراں اور ہٹ دھرمیاں کرنے والا دیکھتا ہے اور ہر چند اصل میں فرقہ وہابیہ جو فرقہ عرب میں گزرا اور اب تک ان کے لوگ باقی ہیں۔ ان کی نسبت حکایتیں بہت سی بُری سننے میں آئی ہیں مگر اس فرقے کے بعض لوگوں سے جو ملاقات ہوئی تو جیسا سنا تھا ویسا نہ پایا بلکہ بعض امور میں تشدّد کے سوا کوئی خرابی ان کے اندر نہیں دیکھی۔ مگر اب وہابیہ ان کا نام ہے کہ پانچ وقت کی نماز کی تاکید کریں اور ناچ نہ دیکھیں اور ڈھولک نہ سنیں، ریشم پہننے سے پرہیز کریں اور پیران عظام کو خدا کا بندہ اور اس کے حکم کے آگے عاجز سمجھیں اور کسی کی سوائے خدا کے نذر نہ کریں اور منت نہ مانیں اور بدعات کو بدعت کہیں اور راہ سنت کی تلاش کریں۔" (مکتوب سوم ص۲۳-۲۴)

مولانا نے اس عبارت میں وہابیوں اور بدعتیوں کے درمیان ایک لائن کھینچی ہے انہوں نے فرمایا

ہے کہ دونوں حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ وہابی بریلوی حضرات کو کافر کہتے ہیں اور بریلوی علی الاعلان اہل حدیث کو کافر سمجھتے ہیں۔ لیکن علمائے دیوبند کا مسلک اسی عبارت سے یہ نکلتا ہے کہ وہ نہ اہل حدیث کو کافر سمجھتے ہیں اور نہ بریلویوں کو ان کا مسلک ان دونوں کے درمیان ہے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب چونکہ عالم بھی ہیں اور مرشد کامل بھی اور چونکہ وہ دیوبند سے منسلک ہیں اس لئے علمائے دیوبند ائمہ کی تقلید ایصال ثواب وغیرہ کے قائل تو ہیں لیکن موجودہ دور کی بے جا ملاوٹوں کے قائل نہیں۔ وہ کسی معاملہ میں اعتدال سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ وہ اولیا کی کرامتوں اور سلسلۂ بیعت کے بھی قائل ہیں لیکن نہ رسمی اور رجعت کے طور پر وہ شیخ عبدالقادرؒ جیلانی۔ جنیدؒ بغدادی، حضرت شبلی حضرت نظام الدینؒ حضرت معین الدینؒ چشتیؒ، حضرت صابرؒ کلیری رحمہم اللہ علیہم اجمعین وغیرہ جیسے برگزیدہ اولیا کا دل سے احترام کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اہل بدعت کی طرح ان کو خدا کی صفات اور ذات میں شریک نہیں ٹھہراتے نہ وہابیوں کی طرح سلسلۂ بیعت اور پیری مریدی کے منکر ہیں۔ مولانا کی زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تصوف کو صرف اتباع قرآن وسنت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد یعقوب صاحب تحریر فرماتے ہیں

> „راہ قبول محض اتباع سنت ہے۔ ظاہر میں باطن میں عمل میں بدعات اور رسوم سے اعراض سرنا اس زمانے میں اتباع سنت کی اصل ہے" (مکتوب دوم ص۲)

اس عبارت میں انہوں نے ہر حیثیت میں اتباع سنت کو مقبول اور صحیح راستہ بتایا ہے کیونکہ سنت کا ہر قول و فعل قرآن کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہوتا ہے۔

سماع قوالی

سماع کا لفظ صوفیا کی اصطلاح میں مشہور ہے۔ عوام الناس اس کو قوالی سمجھتے ہیں اور ان کا سمجھنا بھی بجا ہے کہ نام نہاد پیر ہارمونیم، طبلہ اور دوسرے آلات سرود پر جو معرفت کی غزلیں سنتے ہیں اس سے عوام کو سماع کے معنی میں غلط فہمی ہوگئی ہے۔

چشتیہ جن کے یہاں سماع مباح ہے۔ اس کی حقیقت جہاں تک میری تحقیق ہے صرف یہ ہے کہ سارنگی یا ہارمونیم اور سر کے بغیر سادہ طور پر اگر معرفت کا کلام پڑھا جائے تو روا ہے۔ لیکن سنانے والے خود اہل حال ہوں، باوضو ہوں۔ انہی خاص لوگوں کی مجلس ہو۔ تب کہیں سماع درست ہے ورنہ نہیں۔ امام غزالی کا یہی قول ہے۔ حضرت سالک ومجذوب لکھتے ہیں۔

> „سماع مجرد بے مزامیر (گانے بجانے کے آلات) ہمارے اساتذہ کے نزدیک مباح ہے اور متاخرین اس کی بھی حرمت کے قائل ہوئے ہیں۔ ایسے مسائل میں اگر آدمی احتیاط کرے یا کسی سے تحقیق کرے تو بہتر ہے (مکتوبات یعقوبی مکتوب نمبر ۱۹ ص۵)

اس مختصر سی عبارت میں حضرت سالک کا منشایہ ہے کہ اگرچہ متقدمین صوفیا نے سماع مجرد کو مباح کہا ہے لیکن متاخرین نے چونکہ حرمت کا فتویٰ دیا ہے اس لئے جب حرمت و حلت جمع ہو جائیں تو احتیاط اولیٰ ہے یہی اصول فقہ کی اصل ہے کہ جس چیز میں حلت و حرمت دونوں شامل ہو جائیں تو حرمت کا غلبہ ہوگا جیسے پاک پانی اور نجاست جمع ہو جائیں تو نجاست کا غلبہ مانا جائے گا ایک اور جگہ موصوف فرماتے ہیں۔

„ حلال سماع کا مضائقہ نہیں اور اس کی بھی مشغولی اور قصداً اچھا نہیں کیونکہ مبتدی کو مضر ہوتا ہے اور سماع حرام اگر سردست کوئی نفع بھی دے مآل اس کا برا ہے جو ہو گیا سو ہو گیا۔ ہمارے خاندان میں بقصد سماع سننے میں طبیعت مکدر ہو جاتی ہے اور بعض بار قبض واقع ہو کر نہایت ضرر واقع ہوا کرتا ہے“

اس عبارت میں سماع کی مزید تشریح موجود ہے۔ حضرت سالک اپنے خاندان یعنی سلسلۂ بیعت کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمارے سلسلے میں سماع سے وہ کیفیت سرور و معرفت قطع ہو جاتی ہے جو سماع کے بغیر ہوتی ہے۔

تصور شیخ

آپ کے خطوط بنام منشی محمد قاسم میں تصوف اور معرفت کی بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں مثلاً ”تصور شیخ“ کے متعلق انہوں نے پوچھا ہے۔ آپ جواب میں لکھتے ہیں۔

„ تم نے تصور شیخ کو پوچھا تھا اے برادر! تصور شیخ متقدمین صوفیا نے جو لکھا ہے اس میں یہ قید لگائی ہے کہ محبت و تعظیم سے ہو اور اس سے زیادہ جو کچھ امور ہوئے بعض متاخرین نے بفرط محبت یا بطرز غلط فہمی (زیادہ) کئے (ہیں) وہ سب امور اصل تصور شیخ سے باہر ہیں۔ اور جن لوگوں نے کہ (تصور شیخ کو) منع کیا اسی آخر (مبالغہ یا فرط عقیدتمندی) کو منع کیا ہے نہ اول طریق کو اور (تصور شیخ کی حقیقت کی) اصل یہ ہے جیسے تصور کسی آشنا کا بلکہ اپنے کسی معشوق کا ممنوع نہیں (اسی طرح) تصور شیخ کا (ہے) کہ اس (میں) محبت دینی ہے ممنوع نہیں۔ ہاں اس کو حاضر و ناظر سمجھنا یا مدد و معاون جاننا یا فرط تعظیم کر عبادت کے مرتبہ کو پہنچائے یہ سب امور شرکیہ ممنوع ہیں (قاعدہ) یہ ہے کہ جس چیز سے آدمی کو لگاؤ ہو جاتا ہے۔ (اس سے محبت) اور عقیدت کا مضبوط ہو جانا اور طبیعت کا ایک جانب لگ جانا اس راہ میں نہایت مطلوب ہے۔ اسلئے ان بزرگواروں نے اس کو تجویز کیا۔ ورنہ طالب خدا کو خدا کے سوائے کسی سے کیا کام پڑا ہے۔ بلکہ اتنی توجہ ہر چند شرعاً ممنوع نہیں۔ مگر طریق صوفیا کہ توحید پر اس کی بنا ہے۔ اس کے خلاف ہے کہ اتنا بھی غیر کا خیال رہے۔ اسی امر کی طرف مولانا روم اس شعر میں اشارہ کرتے ہیں ؎

چوں خلیل آمد خیال یار من　　صورتش بت معنی او بت شکن

اے برادر بندگی اور خدمت مطلوب ہے اور یہ سب حیلے اور وسیلے کی باتیں ہیں ہوں یا نہ ہوں سر زمانے

میں طرز تصوف کا بدلا اور ہر شیخ نے ایک جدا طریق برتا ہے۔ اس زمانے میں اتباع سنت اور استقامت شریعت اصل ہے اور بہتیرے امور پہلے جب ان سے کچھ خرابی نہیں نکلتی تھی جائز تھے اب وہ مکروہ ہیں کہ منشا کسی خرابی کے ہیں۔ اول تو تصور کوئی چنداں امر ضروری نہیں اعتقاد اور محبت اور توحید مطلب کافی ہے اور اگر ہو تو محبت اور تعظیم سے ہو اور اس سے زیادہ سراسر خرابی ہے (مکتوبات یعقوبی مکتوب ۴۴ مورخہ ۱۵ ؍ شوال ۱۲۸۵ھ بروز جمعہ)

حضرت سالک و مجذوب کے اس مکتوب کو پڑھئے جس میں تصور شیخ کو صرف اس درجے میں لکھا ہے کہ اس کے تصور یا خیال سے کوئی شرقیہ پہلو پیدا نہ ہو جائے جس طرح کسی محبوب کا تصور دل کے لئے وجہ سکون ہوتا ہے۔ اسی طرح شیخ یعنی پیر و مرشد کا تصور بھی تسکین قلب کا سامان ہے تصور شیخ کو صرف اتنے درجے میں رکھتے ہوئے پھر حضرت سالک نے فرمایا کہ لوگوں نے اپنے پیروں کو اس قدر بلند مقام عطا کیا ہے کہ ان کو امور خداوندی میں بھی قابو یافتہ اور مشکلوں کا حل کنندہ تصور کر لیا اس لئے اس دور کے مناسب حضرت سالک صرف یہ فرماتے ہیں کہ اتباع شریعت بہر حال ضروری ہے اور اگر کوئی چیز شریعت سے ٹکرا گئی تو پھر وہ قابل رد ہے خواہ وہ تصور شیخ ہو یا کوئی اور چیز۔ ایک اور خط میں موصوف نے تصور شیخ کی مثال دے کر اس مسئلہ کی حقیقت سے نقاب اٹھائی ہے لکھتے ہیں،

"تصور شیخ کی مثال یہ ہے جیسے کوئی شخص کوتوال یا کسی شہر کے حاکم کا حکم مانتا ہے۔ تو وہ حقیقت میں بادشاہ کا حکم مانتا ہے اور حاکم کا تابعدار بادشاہ کا تابعدار کہلاتا ہے۔

اس مثال سے واضح ہوا کہ تصور شیخ کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس کے تصور میں خدا کا تصور پیدا ہوتا ہے کہ وہ خدائی معرفت کا سامان اور ذریعہ ہے۔

علم الفرائض میں مہارت

جہاں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب علم فقہ کے باکمال فقیہ تھے اور اور علم حدیث میں اعلیٰ پائے کے محدث وہاں علم الفرائض میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مرید صفاکیش نے اپنے مکتوب مورخہ ۶ ؍ رجب ۱۲۹۳ھ میں جہاں مہر شرعی وغیرہ کی تحقیقات معلوم کی ہیں۔ ان میں علم الفرائض کا ایک سوال بھی پوچھا ہے جو یہ ہے۔

سوال ۶۔ ایک شخص مر گیا اور مال منقولہ اور غیر منقولہ جائداد اپنی چھوڑ گیا دو پسر، دو دختر، ایک زوجہ اس کے پیچھے باقی رہے۔ مثلاً پانچسو روپیہ کی جائداد ہے۔ ہر ایک کا حصہ جائداد میں کس قدر ہے اور منجملہ بیٹوں کے ایک بیٹا میت کا مر گیا۔ جو بیٹا مرا اس کا بیٹا یعنی پوتا میت کا موجود ہے۔ اس جائداد میں اس کا کتنا حصہ ہے۔ پوتا دعویدار تقسیم جائداد موروثی کا اپنے چچا و پھوپھا و دادی سے ہے اور دادی یعنی

زوجہ میت کا یہ عذر ہے کہ مہر میرا میرے شوہر کے ذمہ تھا۔ اس کے عوض میں یہ جائداد مجھکو شوہر میرے نے دے دی اور میرا مہر صما، (پانچ سو روپیہ) تھا۔ صمًا پانچ سو روپیہ) مہر کا ثبوت عورت کے پاس نہیں ہے اور مہر مثل عورت کے باپ کی قوم کا بھی ثبوت نہیں ہو سکتا کہ کوئی عورت کے باپ کی قوم کی یہاں میسر نہیں آ سکتی۔ البتہ عورت کے شوہر یعنی میت کے بھائی ہیں مثلاً ان کا مہر سو یا سوا سو روپیہ کا ہے اور اس عورت نے بعد فوت ہونے شوہر اپنے کے نکاح ثانی ہمراہ برادر شوہر متوفی کے کر لیا اور نکاح ثانی کا مہر ماعسہ (ایک سو پچیس) کا بندھا۔ یہ صورت اس مسئلے کی ہے اور میت کا پسر زندہ اور دونوں دختران تائید کلام والدہ اپنی کی کرتی ہیں۔ پوتا ان سب سے دعویدار تقسیم جائداد کا ہے تو اس صورت میں پوتا کس قدر حقدار حصہ جائداد موروثی کا ہے اور عورت میت کا مہر کس قدر شرع سے مل سکتا ہے۔ یعنی مدعی کی دادی کا عذر مہر صما، (پانچ سو روپیہ) کی نسبت لائق پذیرائی کے ہے یا نہیں اور ہے تو کتنا ہے۔ فقط ۶ رجب ۱۲۹۲ھ از نیا نگر ضلع اجمیر

شجرہ نسب

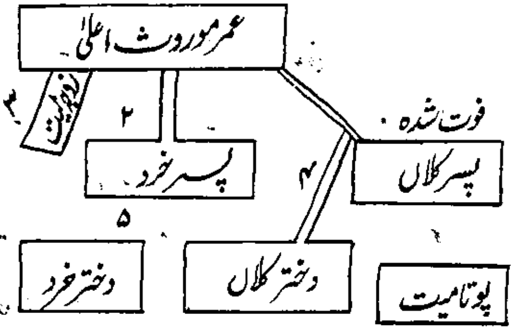

مدعی دعویٰ تقسیم جائداد نمبر۲ نمبر۳ و ۴ و ۵ مدعا علیہم (مکتوبات یعقوبی مکتوب ۲۵ ص ۶۵-۶۶)

جواب سوال یہ مسئلہ اڑتالیس سہام سے ہوا۔ چھ سہام (حصے) زوجہ کو اور چودہ چودہ سہام دونو لڑکوں کو اور سات سات دونوں لڑکیوں کو پہنچے اور وہ پوتا قائمقام اپنے باپ کا ہوا اگر اس کا کوئی اور وارث نہو اور یہ دادی حقیقی اس پوتے کی اس کے باپ کی حقیقی ماں نہو ورنہ چھٹا حصہ اس کو ملے گا۔ باقی یہ پوتا اپنے حصے کے موافق پائے گا اور دعویٰ کرنا عورت کا کہ یہ جائداد بعوض مہر کے کہ وہ ۵ سو روپیہ ہے مجھے میرے خاوند نے دیدی ہے۔ اگر ثابت ہو جاوے پھر کسی کو کچھ نہیں پہنچیگا اور یہ دعویٰ مہر معین کا ہے۔ اگر وہ پوتا یوں کہے کہ مہر اس قدر نہ تھا بلکہ اس سے کم تھا یا نکاح میں مہر کا ذکر نہ ہوا تھا۔ تب تو مہر مثل کے تلاش کی حاجت ہے۔ ورنہ کیا ضرورت ہے اور اس کی صورت یوں جو

سکتی ہے کہ دیکھے ایسی عورت کا یعنی جیسالنسب، جیسی عمر جیسے دلیس کی ہے کیا مہر ہوا کرتا ہے. وہی مہر ہوگا اور اس صورت میں ایک اور بات بھی ہے کہ یہ پوتا جو دعویدار میراث کا ہے اس کا باپ مرنے سے پہلے اپنے بہن بھائیوں کے مقر اور مصدق اپنی ماں کے دعوے کا تھا یا نہیں. اگر مقرا ور مصدق تھا اب پوتے کو دعوے کی کچھ گنجائش نہیں اور اگر وہ ساکت تھا. یا مخالف البتہ گنجائش ہے اور در صحت دعوے کے عورت کے ذمہ گواہ ہیں. اگر گواہ نہ ہوں اور پوتا کوئی مقدار معین مہر کی بتلاتا ہے اور اس کے گواہ اس کے پاس ہوں عقد کے یا اقرار عورت کے کہ میرا مہر اتنا ہے تو اس کے گواہ سنے جائیں گے ورنہ مہر مثل اگر عورت کے مطابق ہے اس کا کہا قبول ہوگا اور اگر اس پوتے کے مطابق ہے. قول اس کا معتبر ہوگا اور دونوں سے قسم لی جاوے گی اور یہ دعویٰ عورت کا کہ زوج یہ جائداد بعوض مجھے دیگیا ہے مہر چاہے کم ہو یا زیادہ اس کے لئے بھی عورت کے ذمے گواہ ہیں اور وارث پر قسم آوے گی. فقط حررہ محمد یعقوب نانوتوی عفی عنہ (نوٹ) مولانا تھانوی نے اپنے ملفوظ میں فرمایا ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب کی مہر املی کے بیج کے برابر تھی مہر سے معلوم ہوا کہ وہ ۱۲۹۰ھ میں بنوائی تھی.

محمد یعقوب ۱۲۹۰

نقش مہر مولانا محمد یعقوب صاحب

شریعت میں رات سے تاریخ قمری کا آغاز اور غروب پر اختتام

بعد غروب آفتاب تک دن شمار ہوتا اور شرع میں یہی معتبر ہے. سوائے حج کے کہ وہاں رات دن کے تابع ہوتی ہے اعتکاف رمضان شروع ماہ ختم ماہ اسی قاعدے پر مقرر ہے کہ غروب سے پہلے مثلاً شعبان ہے جب چاند ہوا بعد غروب سے رمضان شروع ہوا اور جب ختم ہوگا. غروب پر ختم ہوگا غرضیکہ مغرب سے تا اگلے دن کے عصر کے ختم تک عدد معین پورا کرے :

قرب قیامت میں قرآن کا اٹھ جانا

"قرآن شریف کے اٹھ جانے کی جیسی کچھ روایات ہیں ان سے یہ مراد نہیں کہ حروف کاغذ سے مٹ جاویں اور یاد سینوں سے محو ہو جاوے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دھیان مسلمانوں کا اس کی طرف سے کم ہو جاوے. یہی تفسیر حدیث میں آئی ہے چنانچہ عمل کی رو سے قرآن اب اٹھا ہوا ہے. معاملات میں بالکل ادھر کسی کو دھیان نہیں. بعض معاملات اور نکاح و طلاق اور میراث و شفعہ میں جو کچھ باقی ہے وہ بدولت قانون انگریزی کے ہے (کہ مسلمانوں کے بعض اہل دل لوگوں نے قانون انگریزی کے لئے اسلامی فیصلوں کو مذکورہ امور میں طے کرالیا ہے) ورنہ (عام طور پر) مسلمانوں کی طرف سے یہ بھی اٹھا ہوا ہے. نماز روزہ میں جو لوگ مشغول ہیں. اول تو عدد ان کا کم اور ان کو بھی پوری غرض یہ نہیں کہ موافق شرع ہو" (مکتوب نمبر ۳۴ صفحہ ۸۲ - ۸۳)

رویت ہلال کا ایک تاریخی واقعہ اور فیصلہ عید میں احتیاط اور گواہوں کی تحقیق اور حق مسئلہ

دیوبند میں مطلع ابر آلود تھا۔ باہر سے چاند کی تحقیق کی گئی رمضان کا چاند ایٹہ میں ایک روز پہلے دیکھا گیا، سہارن پور اور اطراف میں ایک روز بعد اس بنا پر مسئلہ کی صورت عید کے چاند کے لئے جو پیش آئی۔ ان سب مسائل سے حسب ذیل واقعہ نقاب کشائی کرتا ہے۔ مولانا اپنے مرید کو لکھتے ہیں۔

" یہ خط کئی دن سے لکھا ہوا رکھا رہا۔ روانہ کرنے کی نوبت نہیں آئی منگل کے روز بضرورت تحقیق بعضے مسائل چاند کے ایک آدمی گنگوہ مولانا مولوی رشید احمد صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اور اس کو کہا تھا کہ سہارن پور ہو کر آئیو۔ جب وہ سہارن پور آیا وہاں سنا کہ ایک شخص سہارن پور کے رہنے والے ایٹہ (شہر) سے آئے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے رمضان کا چاند بدھ کی شام کو ایٹہ میں بچشم خود دیکھا اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے نے رمضان کا چاند بدھ کی شام کو اور ان کی گھر کی عورتوں نے اور اس بستی کے آٹھ آدمیوں نے چاند دیکھا اور اسی بنا پر وہاں روزہ جمعرات سے شروع ہوا۔ آخر انہوں نے اور ان کے بیٹے نے یہ گواہی قاضی صاحب کے سامنے دی اور قاضی صاحب نے اس دن کو کہ ہمارے حساب سے ۲۸ (اٹھائیس) تھا ۲۹ (انتیس) قرار دیا یعنی جمعرات کو اور وہ آدمی اس روز ریل میں پہنچا۔ اور خط مہری قاضی صاحب کا احقر کے نام لایا۔ بنظر احتیاط دو آدمی معتمد رات کو روانہ کئے۔ انہوں نے قاضی صاحب اور میر جمعیت علی اور ان کے بیٹے شاہ علی سے خبر چاند کی پوچھ کر جمعہ کی نماز دیوبند آ پڑھی اور تحقیق خبر دی۔ اس وقت اعلان کیا گیا کہ آج تیسویں ہے۔ اور کل کو عید ہے۔ شام کو باوجودیکہ کھلا تھا مگر مطلع میں قبل مغرب اور بعد مغرب ابر غلیظ رہا۔ دیوبند میں بھی چند آدمیوں نے چاند دیکھا مگر یا کہا نہیں۔ یا شبہ رہا۔ مگر صبح کو اطراف دیہات سے چاند کی خبر متواتر آئی اور آج عید باتفاق جملہ مسلمانوں کے ہو گئی۔" الحمد للہ فقط (مکتوب نمبر ۵۴ صہ ۱۱۳)

نماز تہجد کی قضا مستحب ہے

مرید نے مولانا سے تہجد کی قضا کے بارے میں پوچھا ہے تہجد گزار سے سے تہجد فوت ہو جاتا ہے تو دل کو بے حد قلق ہوتا ہے۔ مولانا جواب میں لکھتے ہیں:۔ " اور نماز تہجد کی قضا مستحب ہے۔ طلوع آفتاب سے دوپہر تک"۔ (مکتوب نمبر ۶۱ صہ ۱۱۸)

دل بدست آور کا مطلب

عموماً دل بدست آور کہ حج اکبر است۔ از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است یا بقول شیخ سعدی ؎ عبادت بجز خدمت خلق نیست۔ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست کے مطالب میں لوگوں کو بڑی غلط فہمی ہوئی ہے اور ہوتی ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی

شخص کا دل موہ لینا، کسی کی مطلب برآری کر کے کسی کے دل کو خوش کر دینا جو کہ بدست آوردن ہے۔ یہ حج اکبر ہے۔ گویا ایسا کر کے بڑا حج ادا کر لیا۔ بلکہ ہزاروں کعبوں کی زیارت اور ہزاروں حجوں سے ایک دل کو خوش کر دینا بہتر ہے۔ دراصل شاعر کا مطلب یہ ہے کہ دل ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے خوش کر دینے سے انسانی زندگی کا ایک ایک تار حرکت میں آ کر جھوم اٹھتا اور نغمہ سرا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دل خوش کرنے کا ثواب ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے بڑا حج کر لیا بلکہ ہزاروں حج کر لئے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دلوں کو خوش کر لو اور حج کرنے کی فرضیت اور ضرورت کو ختم کر دو۔ مقصد یہ ہے کہ حج کرنے والا اگر حج کر کے بھی اپنے آپ کو کسی کی ضرورت پورا کر کے کسی مصیبت زدہ کے دکھ کو دور کرنے کا فریضہ انجام نہ دے تو یہ حج کس کام ہے۔ بلکہ عبادت کے ساتھ خدمت خلق بھی بڑی طاعت اور عبادت ہے محض نماز روزہ اور تسبیح و دلق میں ہی انسان مصروف رہ کر عبادت کو محدود نہ کر دے۔ بلکہ نماز اور تسبیح کے مقتضیات یہ ہیں کہ خدمت خلق اور دل بدست آوردن سے غافل نہ رہے۔ ہم شاید وضاحت میں کامیاب ہوتے ہوں یا نہیں مولانا محمد یعقوب صاحب بدست آور کا جو مطلب بیان فرماتے ہیں وہ حسب ذیل ہے لکھتے ہیں۔

"در دل بدست آور کہ حج اکبر است" اس سے مراد دل اہل اللہ کا ہے۔ احقر نے ایک رباعی میں یہ مضمون کہا ہے

جس کو نہ سما سکا ہے یہ ارض و سما — اس جائے میں کس طور سے وہ جائے سما
گمنام یہ بھید اور کچھ ہے ورنہ — اک مضغۂ گوشت کی حقیقت ہی کیا
یہ ترجمہ ہے حدیث قدسی کا — یعنی نہیں وسعت رکھتا ہے میرے لئے میری
لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن — زمین اور میرا آسمان مگر وسعت رکھتا ہے
یسعنی قلب عبدی المومن — میری دل میرے بندہ مومن کا۔

مومن سے مراد کامل (مومن) ہے۔ اور یوں راحت رسانی ہر دل کی اچھی ہے یہاں تک کہ کفار، فجار اور سگ و خوک (خنزیر) تک۔" (مکتوب ۱۹ ص ۱۱۸)

الغرض مولانا نے دل بدست آوردن میں اہل اللہ اور اولیا کے دل کو مراد لیا ہے جن کے متعلق ہمارے لئے سر تسلیم خم کر دینے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ ان کے نزدیک دل سے خاص دل مراد ہے اور وہ کسی ولی کا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ جلوہ فگن ہوتا ہے اور اس کا دل اللہ کا گھر ہوتا ہے جس میں ہر وقت اس اللہ کی یاد کے باعث وہ اللہ کا مسکن بن جاتا ہے۔

مسجد کے متولی کے سوا مسجد کے اختیارات اور کسی کو نہیں

مولانا کے پاس آپ کے مرید مخلص منشی محمد قاسم کا اور اجمیر سے بھی کسی کا یہ استفتا تھا کہ اگر کوئی شخص مسجد میں روپیہ لگائے تو

کیا اس کو مسجد کے انتظام وغیرہ کا حق حاصل ہوتا ہے مولانا اس کے بارے میں بحیثیت مفتی تحریر فرماتے ہیں

> ،، ایک استفتاء اجمیر سے بھی اس بابت آیا تھا وہی جواب ہے کہ روپیہ لگانے سے مسجد میں اختیار نہیں ہوتا جو اصل متولی مسجد کا ہو وہی مسجد کے کاروبار کا اختیار رکھتا ہے (مکتوب نمبر ٦ صہ ١١)

حسابِ صاع پیمانۂ عربی

بیاض یعقوبی میں ہمیں ایک نوٹ عرب کے پیمانے اور ناپ کے برتن صاع کے بارے میں مولانا کا لکھوایا ہوا املا ہے معلوم ہو کہ صاع مدینہ منورہ کا ناپ کا ایک برتن ہوتا ہے جس سے زکوٰۃ وغیرہ کا حساب ہوتا ہے۔ مولانا کی تحقیق جو انہوں نے سنہ ١٢٨٩ ہجر کے رمضان میں کی ہے حسب ذیل ہے۔

> ،، درمختار میں ہے کہ صاع وہ برتن ہے جس میں ایک ہزار چالیس درہم وزن کا ماش یا مسور سما دے اور وزن درہم کا نواب قطب الدین خاں دہلوی مرحوم نے تین ماشے ایک رتی اور ایک پانچواں حصہ رتی کا مظاہر حق ربع ثانی میں نصاب زکوٰۃ کے بیان میں لکھا ہے جب اس طرح پر حساب کیا تو ایک ہزار ٤٠ درہم کے تین ہزار دو سو چھہتر ٣٢٧٦ ماشے ہوئے اور اس کے دو سو تہتر تولے ہوتے ہیں اور چالیس تولے کا سیر خام (آٹھ چھٹانک کا سیر خام اور ١٦ چھٹانک کا ایک سیر پختہ کہلاتا ہے۔ انوار) نانوتے میں تحقیق ہوا تو اس حساب سے چھ سیر اور ایک چھٹانک خام ہوا۔ فقط (بیاض یعقوبی صہ ١٦٤)

اس حساب پر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب صاع کے متعلق اپنا محققانہ حساب حاشیے میں بیاض یعقوبی پر درج فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> ،، چالیس تولے کا سیر خام الخ اور احقر نے تحقیق کیا تو اٹھاسی روپیہ کا سیر پختہ ضلع سہارنپور اور مظفر نگر میں ہوتا ہے اور نصف صاع اس سیر سے ڈیڑھ سیر ڈیڑھ چھٹانک یعنی دو سو اسّی ٢٨٠ روپیہ بھر ہوتا ہے۔ بحذف کسر ایک چونی کے اور نمبری یعنی اسّی کے سیر سے پورا پونے دو سیر ہوا۔ یہ تو گندم کا حساب ہے اور جو وغیرہ جو ایک صاع واجب ہوتا ہے وزن میں اس کا مضاعف (دوگنا) نہیں ہے جیسا کہ عام طور سے اس غلطی میں ابتلاء ہے بلکہ جس برتن میں اتنا گیہوں سما جاوے اس برتن کو دو بار بھر کر دیا جاوے۔ خوب سمجھ لو اور یاد رکھو (حاشیہ بیاض یعقوبی صہ ١٦٤)

ہم مولانا کے مختلف علمی مسائل کی تلاش میں مصروف تھے کہ ناگاہ ہمارے سامنے خودکشی کا ایک ایسا پہلو سامنے آیا جس میں خودکشی حرام نہیں بلکہ شہادت نکلی۔ ملاحظہ کیجیے۔

عشق الٰہی اور جذبۂ بے اختیار ملاقات ربانی میں خودکشی شہادت ہے حرام نہیں

بعض مقامات عشق خداوندی میں عاشق پر ایسا زبردست قبض ہوتا ہے کہ وہ خودکشی کرلیتا

ہے۔ مولانا تھانوی نے اپنے ایک وعظ میں جس کا تذکرہ الہادی ص ۲۷ ماہ شوال ۱۳۵۱ھ میں کیا گیا ہے فرمایا کہ بعض دفعہ قبض میں سالک یوں سمجھتا ہے کہ فرعون مجھ سے افضل ہے گو وہ کافر تھا مگر اس کو تو ایک دفعہ لا الہ الا اللہ کہنے سے نجات ہو جاتی اور مجھے ہزار دفعہ بھی لا الہ الا اللہ کہنے سے بھی نجات نہیں ہوتی چنانچہ بعض نے اس حالت میں خودکشی بھی کرلی ہے۔ ان کو مستہلکین کہا جاتا ہے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب سے کسی نے پوچھا کہ حضرت کیا ان کو عذاب ہوگا۔ فرمایا:۔

”جا ظالم وہ تو خدا کی محبت میں شمشیرِ عشق سے جان دے رہا ہے اور تجھے فتوے کی سوجھی ہے“

اس شعر میں اسی کا فیصلہ ہے۔

گر خطا گوید ورا خاطی مگو   ور شود پُر خون شہید اورا مشو
خون شہیداں را ز آب اولیٰ ترست   ایں خطا از صد صواب اولیٰ ترست“

انوار عاشق خدا پر ملاقات ربانی کا بعض اوقات ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ اس کا دل خودکشی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے تاکہ لقائے ربانی میسر ہو۔ ایسی خودکشی ایسے شخص سے معاف ہے۔ حافظ محمد ضامن عاشق شہید کا بھی یہی حال تھا۔ انہوں نے گھر والوں کو کہہ دیا تھا کہ میرے ارد گرد کوئی چاقو یا چھری نہ ہو مبادا خودکشی کرلوں۔ بالآخر ۱۲۷۵ھ میں شاملی ضلع مظفر نگر میں انگریزوں سے جہاد کے وقت شہید ہوئے اور یوں تمنا پوری ہوئی۔

مولانا محمد یعقوب صاحب علم کا کتبخانہ تھے

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے فرمایا:۔

”مولانا محمد یعقوب صاحب کی تقریر میں علمی لغات بہت ہوتے تھے۔ مگر بے ساختہ اور ان کے یہاں اتنے علوم تھے کہ سبحان اللہ ان کی تقریر سن کر یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک کتب خانہ کھول دیا۔ مگر پھر بھی جہاں شبہ ہوتا تھا۔ ماتحت مدرسوں سے پوچھ لیتے تھے اور باوجود اس تبحر اور کمال کے مولانا رشید احمد صاحب کو بجائے مرشد کے سمجھتے تھے اسی وجہ سے تو اپنی اصلاح کرانا چاہتے تھے مگر جب غصہ آتا تھا۔ تو ناز میں ان کو بھی بہت کچھ کہہ ڈالتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ دو آدمیوں نے ۲۰ ر شعبان کو چاند کی گواہی دیدی اور کہا کہ پہلے چاند میں غلطی ہو رہی ہے۔ ہم نے وہ چاند بھی ۲۹ ر کو دیکھا ہے اس حساب سے آج ۲۹ ر ہے۔ مولانا نے (حسن ظن کے باعث) (گواہی) قبول فرمالی حسن ظن بہت تھا اور شرح صدر ہو گیا۔ حکم دیدیا کہ کل روزہ رکھا جائے۔ لوگوں نے اعتراضات بھی کئے۔ مولانا (رشید احمد گنگوہی) کو خبر ملی تو فرمایا کہ وہ گواہ ثقہ نہ تھے۔ تو مولانا محمد یعقوب صاحب کو غصہ آگیا اور فرمایا جی ہاں ثقہ کون ہے۔ بجز مولانا کے اچھی بات ہے۔ قیامت کا دن آنے والا ہے۔ ہم ہوں گے مولانا ہوں گے اللہ میاں ہوں گے

اس وقت معلوم ہوگا کون ہے تھا۔ مولانا گنگوہی نے سنا تو ہنسنے لگے۔ اتفاق سے اس حساب سے تیس روزے ہونے کے بعد چاند ندارد۔ میں نے اس گھر میں جس میں اب میاں اظہر رہتے ہیں اور اس وقت والد صاحب بھی تھے تیسری منزل پر جا کر دیکھا مگر نظر نہ آیا۔ گو بہت جی چاہتا تھا کہ چاند نظر آ جائے تاکہ لوگ مولانا پر اعتراضات نہ کریں۔ جب چاند نہ ہوا تو مخالفوں نے مولانا سے عرض کیا کہ رویت نہیں ہوئی۔ فرمایا رویت کا حکم ۲۹ کو ہے ۳۰ (تیس) کو نہیں ہے۔ رویت کی ضرورت نہیں بس کل عید کرو۔ تو دیوبند میں دو عیدیں ہو۔ مکہ معظمہ خبر پہنچی تو حضرت (حاجی امداد اللہ صاحب) نے خط لکھا کہ سنا ہے کہ عبد العزیز کی لوگوں نے بہت مخالفت کی ہے۔ عبد العزیز حق پر ہیں۔ یہاں بھی رمضان اور عید عبد العزیز کے حساب کے موافق ہوئے سبحان اللہ کیسا ناز کا معاملہ ہے۔" (جمیل الکلام صہ ۳۹ ملفوظ نمبر ۱۲۵)

راقم الحروف کے نزدیک یہ مسئلہ پیچیدہ سا ہوگیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دو شخصوں کی گواہی کے باعث مولانا کو حسن ظن نے مشکلات سے دوچار کر دیا۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تائید فرمائی ہے۔ غالباً مکہ معظمہ میں چاند کی رویت کو یہاں دیوبند کے لئے کافی سمجھا۔ کیونکہ فقہا کے نزدیک اگر کسی جگہ چاند دیکھ لیا جائے تو رویت ثابت ہو جاتی ہے۔ مگر مکہ معظمہ اور یہاں کے مطالع میں تو بہت فرق ہے اس کا فیصلہ علماء ہی کر سکتے ہیں۔ ہم نے تو سوانح نگاری حیثیت سے یہ واقعہ پیش کیا ہے۔

عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پر شبہ اور مولانا محمد یعقوب صاحب کا جواب

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے فرمایا کہ:۔

"ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے ایسا ہی عجیب و غریب مضمون ایک حدیث کے شبہے میں فرمایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (عبداللہ بن) ابی بن کعب منافق کے جنازے کی نماز پڑھنے کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اس کے ایسے ایسے اقوال و افعال ہیں۔ آپ نے التفات نہیں فرمایا تو حضرت عمرؓ نے آیت تلاوت کی اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (ان منافقین کے لئے آپ استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کریں گے تو پھر بھی اللہ ہرگز نہیں بخشیں گے) تو حضور نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا ہے تو میں نے استغفار کو اختیار کر لیا۔ اور میں ستر بار سے زیادہ (اس کے لئے استغفار) کر لوں گا۔ اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ عربی کا معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ اَوْ تخییر کے لئے نہیں ہے بلکہ تسویہ کے لئے ہے جیسے۔ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (ان کے لئے برابر ہے آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں کافر ایمان نہیں لائیں گے) اس میں بھی تخییر نہیں ہے تسویہ

ہے اور محاورے کے مطابق یہاں ستر کے عدد سے تحدید مقصود نہیں بلکہ تکثیر مقصود ہے تو پھر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ کیسے ارشاد فرمایا تو حضرت مولانا (محمد یعقوب صاحب) نے یہ جواب دیا تھا کہ شدت رافت اور رحمت کی وجہ سے آپ نے الفاظ (خداوندی) سے تمسک (حجت پکڑنا) فرمایا معنی کی طرف التفات نہیں فرمایا۔ مگر اس طرح کے استدلال کے واسطے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ ضرورت ہو۔ دوسرے یہ کہ مضمون کا انکار نہ ہو۔ اور یہ شرطیں میں نے قواعد کلیہ سے سمجھی ہیں۔ غرض کشتی کے واقعہ میں ضرورت کا ہونا ظاہری ہے اور دوسرے واقعہ حدیث کی ضرورت تھی، جس کا ظہور بعد میں ہوا کہ بہت سے لوگ اس رافت و رحمت کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے"۔ (جمیل الکلام ص ۱۴۱)

الکحل اور اسپرٹ کے متعلق فتویٰ

(از رسالہ البلاغ ماہ صفر ۱۳۹۴ھ)

ہم نے الکحل کے بارے میں استاد محترم مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ کی روایت سے حضرت مولانا تھانوی کا قول پیش کیا تھا جو الکحل کے متعلق تھا اس قول کی حسب ذیل تشریح سن لیجئے جو فتوے کے طور پر مولانا محمد رفیع عثمانی نائب مفتی دار العلوم کراچی نے پیش کی ہے اور جس کی تصویب میں استاد محترم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی تائید ہے۔

سوال سائل آنجناب کے علم میں ہے کہ ایلوپیتھک اور ہومیوپیتھک کی بے شمار دواؤں میں الکحل ڈالا جاتا ہے اور اسپرٹ بھی ان دونوں طریقہائے علاج میں بکثرت استعمال ہوتی ہے انجکشن وغیرہ میں اس کا استعمال خصوصاً ایک ڈاکٹر کو ہر وقت ہی کرنا پڑتا ہے مگر سنا ہے کہ الکحل اور اسپرٹ ناپاک اور حرام ہے جس کے باعث سخت تشویش ہے۔ کیونکہ آج کل اسپرٹ اور الکحل سے پرہیز کرنا بڑا مشکل ہے براہ کرم مندرجہ ذیل سوالات کا شافی جواب دے کر ممنون فرمائیں:

۱۔ کیا الکحل کی ہر قسم ناپاک ہے۔ یا کوئی قسم پاک بھی ہے اگر کوئی قسم پاک بھی ہے تو از راہ کرم اسے متعین فرمایا جائے۔ جو قسم ناپاک اور حرام ہے سخت ضرورت کی صورت میں اس کے استعمال کی بھی کسی حد تک گنجائش ہے یا نہیں؟

۲۔ اگر کسی الکحل کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کونسی قسم کا ہے تو اس وقت شرعی حکم کیا ہے؟

۳۔ شرعاً اسپرٹ کا حکم بھی الکحل کی طرح ہے یا کچھ فرق ہے۔ اگر کچھ فرق ہے تو از راہ کرم اس کو بھی واضح کر دیا جائے۔

جواب۔ حکم شرعی کے لحاظ سے الکحل کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ قسم اول وہ الکحل جو منقیٰ، انگور یا کھجور کی شراب سے بنایا گیا ہو یہ بالاتفاق ناپاک ہے جس دوا میں یہ ملایا گیا ہو وہ بھی ناپاک ہے اور اس کا پینا حرام ہے۔ البتہ شدید اضطراری حالت میں ایسی دوا پینے کی رخصت ہے اور شدید اضطراری حالت یہ ہے کہ ماہر معالج کا ظن غالب یہ ہو کہ اس مریض کو اسی دوا سے شفا ہوگی کسی اور دوا سے شفا نہ ہوگی۔ تو ایسی صورت میں اس قسم کا الکحل ملی ہوئی دوا پینے کی بقدر ضرورت گنجائش ہے۔ نفی النھایۃ عن الذخیرۃ الاستشفاء بالحرام یجوز اذا علم ان فیہ شفاء ولم یعلم دواء آخر (البحر الرائق ص۱۲۲ جلد نمبر۱) (ترجمہ از مصنف۔ نہایہ نے ذخیرہ سے لیا ہے کہ حرام چیز کا شفا کے حصول کے لئے استعمال جائز ہے۔ بشرطیکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں شفا ہے اور کوئی دوا اس کے سوا معلوم نہ ہو)

۲۔ قسم دوم وہ الکحل ہے جو مذکورہ بالا اشیا (منقیٰ، کھجور، انگور) کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً جو، آلو، شہد وغیرہ کی شراب سے بنایا گیا ہو اس کی طہارت و حرمت میں فقہا کا اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک یہ پاک ہے اور اتنی مقدار میں پینا بھی کہ جس سے نشہ نہ ہو حلال ہے (بشرطیکہ پینا بطور لہو و طرب نہ ہو) اور امام محمد کے نزدیک یہ نجاست خفیفہ ہے اور اس کی تھوڑی مقدار بھی پینی جائز نہیں۔ فتویٰ اگرچہ عام حالات میں امام محمد کے قول پر دیا گیا ہے مگر الکحل میں چونکہ ابتلاء عام ہے لہٰذا جس دوا میں قسم دوم کا الکحل ہو اس کے بارے میں گنجائش ہے کہ امام اعظم و ابو یوسف کے قول پر عمل کر لیا جائے۔ اگرچہ تقویٰ اور احتیاط امام محمد کے قول پر عمل کرنے میں ہے۔

۳۔ قسم سوم وہ الکحل جو کسی بھی شراب سے نہ بنایا گیا ہو بلکہ کسی اور پاک و حلال چیز مثلاً منقیٰ، کھجور، انگور، آلو، جو، شہد وغیرہ سے براہ راست بنایا گیا ہو۔ وہ بھی پاک اور حلال ہے۔

۴۔ اگر الکحل کی قسم معلوم نہ ہو تو چونکہ اس کے ناپاک ہونے کا ظن غالب نہیں بلکہ محض یہ شبہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ قسم اول سے ہو تو محض شبہ کی بنا پر اس کی نجاست یا حرمت کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ لہٰذا جس دوا میں ایسا الکحل ملا ہوا ہو جس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ (مذکورہ بالا تین قسموں میں سے کس قسم کا ہے) تو ایسی دوا کے کھانے اور پینے کی گنجائش ہے اور جس کپڑے کو یہ دوا یا الکحل لگ جائے اسے ناپاک نہ کہا جائے۔ دھوئے بغیر کوئی نماز پڑھے تو اس کی نماز ادا ہو جائے گی۔ البتہ جو شخص ایسے الکحل سے بھی اجتناب کرنے پر قادر ہو تو جس حد تک اجتناب کرے بہتر ہے۔ (خلاصہ) یہ کہ الکحل کی قسم یا تو معلوم ہوگی یا نا معلوم اگر معلوم ہو تو وہ قسم استعمال کی جائے جو پاک اور حلال ہو خصوصاً جبکہ قسم اول مہنگی اور قسم دوم سوم ارزاں

ہوتی ہے اور اگر قسم معلوم نہیں تو علاج میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے اور جس کپڑے یا بدن کو وہ لگ جائے اسے ناپاک نہ کہیں گے۔ دھوئے بغیر کوئی نماز پڑھ لے تو نماز ادا ہو جائے گی بہشتی زیور حصہ نہم (اصلی طبی جوہر) میں اسپرٹ کے مسائل تفصیل سے لکھے ہیں۔ اس کی مراجعت بھی آپ کے لئے مفید ہوگی۔ (۵) شرعاً الکحل اور اسپرٹ کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ الکحل کی جو تین قسمیں اوپر بیان ہوئیں وہی تین قسمیں اسپرٹ کی بھی ہیں۔ اور ہر قسم کا جو حکم بیان کیا گیا ہے وہی حکم اسپرٹ کا بھی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب کتبہ محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

آخر میں فنشنگ ٹچ کے طور پر ہم مولانا اشرف علی صاحب کے مولانا محمد یعقوب صاحب کے متعلق علم ریاضی۔ تفسیر وحدیث فقہ اور تصوف کے بارے میں ریمارکس پیش کرتے ہیں۔

محدث و مفسر و ریاضی دان مولانا محمد یعقوب صاحب

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں کہ "حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کو باوجود مفسر اور محدث ہونے کے ریاضی میں اعلیٰ درجے کا دخل تھا۔ سرکاری مدارس کے مدرسین لاینحل اشکالات مولانا سے حل کیا کرتے تھے۔" (الہادی ماہ رمضان ۱۳۵۷ھ صـ۲۶)

صوفی اور فقیہ مولانا محمد یعقوب صاحب

مولانا تھانوی سے رسالہ الہادی ماہ رمضان صفحہ ۲۷ پر روایت منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ مولانا محمد یعقوب صاحب فقیہ بھی تھے اور صوفی بھی۔

یہاں پہنچ کر ہم علمی اور فقہی باب کو ختم کرتے ہیں کیونکہ مکتوبات یعقوبی اور بیاض یعقوبی میں جس قدر علمی اور فقہی مسائل تھے۔ وہ ہم نے سب یکجا کر دیئے۔)

تاریخیات

بقلم خود مولانا محمد یعقوب صاحب

کسی شخصیت کے سوانح زندگی کا اس کے ماحول اور تاریخی واقعات سے چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ ان تاریخی واقعات سے اس دور اور اس زمانے کے حالات کا علم حاصل ہوتا ہے۔ ان تاریخی واقعات کی تصویریں آنکھوں کے سامنے آتی ہیں۔ جن سے اس کے گرد و نواح اور اطراف و جوانب کا نقشہ کھنچ جاتا ہے اور تاریخ کے ایک شوقین طالب علم کو ریسرچ اور تحقیق میں بہت مدد ملتی ہے اور خود قاری (کتاب کے پڑھنے والے) کو اس دور کے واقعات سے واقفیت بہم پہنچتی ہے۔ تاریخ کا فن ہی ایک ایسا فن ہے کہ اپنے عہد کو روشن اور حالات عصریہ کو اجاگر کرتا ہے۔ ہم آئندہ اوراق میں جو تاریخی واقعات پیش کر رہے ہیں یہ مولانا کے قلم کے لکھے ہوئے یا تو مکتوبات یعقوبی میں سے لے رہے ہیں اور یا بیاض یعقوبی میں سے پیش کر رہے ہیں اور بعض ملفوظات اشرفیہ میں سے ان تاریخی واقعات سے آپ کو مولانا کے عہد کے سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی۔ ہم تو ان تاریخی واقعات کو اپنی تحقیقات اور انتخاب کا زریں باب سمجھتے ہیں اور آپ کے مطالعہ کے لئے پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے اور معلومات حاصل کیجئے۔

دوسرے مکتوب مورخہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۸۴ھ کے بعد اور پانچویں مکتوب مورخہ ۲۹ شوال ۱۲۸۴ھ سے پہلے کے ایک خط میں لکھتے ہیں۔

اضلاع سہارنپور و مظفر نگر میں بیماری

"ان دنوں ان اضلاع میں بیماری بخار و لرزہ عام ہو رہی ہے۔ احقر بھی برائے چندے مبتلائے تپ اور لرزہ رہا۔" (مکتوب سوم ص۲۳)

گرانی غلہ و نرخ گندم

اس ملک میں گرمی کی شدت ہے۔ باوجود شروع موسم کے بارش کا پتہ نہیں۔ نرخ روز بروز گراں ہوتا جاتا ہے۔ یہاں کی تول سے نرخ گندم (ایک روپیہ کا) پندرہ سیر ہے۔ خدا کریم رحم فرمائے۔" (مکتوب گیارہواں مکتوب یعقوبی ص۴۲)

راقم الحروف مؤلف کتاب انوار الحسن عرض پرداز ہے کہ اس ایک سال ۱۹۰۳ء مطابق ۱۳۹۳ھ میں پاکستان جہاں چیزیں بڑی سستی ہوتی تھیں اب بڑی گرانی ہے۔ دسمبر ۱۹۷۳ء میں ادرک

بنلس روپیہ سیر، دال ماش پانچ روپیہ سیر، چاول باسمتی ڈھائی روپیہ سیر گندم تیس بتیس روپیہ فی من چینی عام بازار میں سات روپیہ سیر، چینی دیسی چار روپیہ سیر، گڑ دو روپیہ سیر اور ۱۹۷۴ء میں ڈھائی روپیہ سیر تک پہنچ گیا۔ گھی دیسی پندرہ روپیہ آٹھ آنے سیر، سونا ۵۴۴ روپیہ تولہ اور بعد ازاں ۱۹۷۴ء میں چھ سو روپیہ تولہ، دودھ ڈیڑھ روپیہ سیر اور ۱۹۷۴ء میں ڈھائی روپیہ سیر تک۔ پیاز پانچ روپیہ، تین روپیہ اور کسی دن ڈھائی روپیہ سیر، آلو ڈھائی روپیہ، دو روپیہ سیر، گوبھی ایک روپیہ، ڈیڑھ روپیہ سیر، میتھی دو روپیہ سیر ہے۔ یہ چند چیزوں کے بھاؤ ہیں۔ باقی تمام چیزیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ ہماری بداعمالیوں کی سزا ہے۔

اپنی بیماری اور آمد و رفت نانوتہ و دیوبند

آپ کے تین خط آئے۔ اول بار اتفاق سے بخار آیا تھا پھر کچھ نقاہت رہی...... بعد میں جو خط آیا تو میں پھر مکرر بیمار ہو کر کچھ نقاہت باقی تھی وطن ”نانوتہ“ دیوبند سے گیا تھا۔ خط یہاں رکھا رہا۔ جب پھر دیوبند واپس آیا تو پھر بیمار ہو گیا (ربیع الثانی ۱۲۸۶ھ کے بعد کا خط (مکتوبات ص۴۵)

سفر عرب کی بیتابی مگر محرومی

اوران دنوں کچھ احقر کو ایسی پریشانی پیش ہے کہ اس کے سبب اپنے قیام اور سفر میں متردد ہے۔ بلکہ جب تک میں خود اپنے مقام اور نشان سے اطلاع نہ دوں تم خط نہ لکھیو اور میں خدا چاہے تو ماہ شوال میں اس کے حال سے آگاہی دوں گا۔“ (مکتوبات۔ مکتوب چودھواں ص۴۶)

چودھویں مکتوب مورخہ ۱۹؍شعبان ۱۲۸۶ھ میں منشی محمد قاسم کو لکھتے ہیں:۔

دارالعلوم دیوبند سے قطع تعلق مگر نہیں

”احقر نے علاقہ مدرسہ کا بعض وجوہ سے چھوڑا۔ اب دیکھیئے تقدیر کدھر لے جائے۔ سر دست رمضان وطن میں گزرانے کا خیال ہے اور اس میں بھی تردد ہے۔ اس لئے انشاءاللہ میں اپنے حال سے بعد رمضان شوال میں تم کو اطلاع دوں گا اور اگر نوبت سیاحی پھر دیوبند میں آمد کی آئی تو کیا عجب وہاں تک بھی پہنچ رہوں۔“ (مکتوبات ص۱۷)

گرانی غلہ

وہاں (دیناگر) کی گرانی سن کر بہت تشویش تھی۔ اب الحمدللہ امید ارزانی کی ہے۔ یہاں اب دوسرا سال ہے کہ دس گیارہ سیر سے (گندم کے بھاؤ کی) نوبت نہیں بڑھتی۔ ان دنوں (روپیہ) کے دس سیر ہیں۔ گیہوں اور اس قیاس پر سب غلہ بلکہ تمام اشیا گراں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم کریں۔“ (مکتوب مورخہ ۱۶ شعبان ۱۲۹۶ھ)

پھر دیوبند میں آمد

در اصل مولانا حجاز کے سفر کی دل میں تڑپ رکھتے ہیں اور یہی وجہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند سے قطع تعلق کا باعث نظر آتی ہے۔ لیکن پھر ایک مکتوب میں ورود دیوبند کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں۔ رمضان بھر ارادہ کہیں کا نہوا اور نیت اعتکاف کی تھی۔ بعد رمضان بہت سے بکھیڑے کرکے پھر دیوبند کے مدرسے میں ناچار آنا پڑا۔ وہاں پہنچ کر یوں قصد رہا کہ اگر کچھ سبیل خرچ کی ہو توحج کو چل دوں مگر اس کی کوئی صورت بن نہ پڑی" (مکتوب پندرہ ص۴۸)

ارادۂ سفر حج لیکن مجبوری اور پھر قیام دیوبند نیز حالت دل اور افتاد طبع

منشی محمد قاسم صاحب کو ۱۲ ذوالحجہ ۱۲۸۹ھ کے خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ "تمہارا خط بعد رمضان کے جب میں وطن (نانوتہ ضلع سہارنپور) میں آیا تو مجھے ملا۔ ان دنوں کچھ ایسی طبیعت پریشان تھی کہ کسی کام کو جی نہ چاہتا تھا۔ طوعاً کرہاً (مجبوراً) مدرسہ کا کام شروع کیا بعد اس کے یہ خط آیا اور تقاضائے جواب مسطور تھا۔ وہ خط پہلا تمہارا بہت دنوں تو جیب میں پڑا رہا۔ مگر پھر کہیں کھویا گیا مضمون بھی کچھ اس کا یاد نہ رہا۔ یہ خط جب سے آیا تھا بہت ارادہ تھا کہ جواب لکھوں گا مگر کشاکشی طبع وحشی اور ہجوم کاروبار سے یا مہلت نہ ہوتی تھی یا کاہلی لکھنے سے کرتا تھا۔ اب آج اتفاق سے یہ خیال آیا کہ کچھ لکھوں"

اطراف دیوبند میں بیماری متعلقین کی علالت اور مولانا کی صحتمندی

"حال اس اطراف کا قبل رمضان کثرت بیماری تھی۔ مگر بحمد اللہ میں بذات خود اچھا رہا اور اکثر متعلقین بیمار رہے اور اس سال میں بہت کچھ دست و پا مارے مگر کوئی سبیل سفر کی نہ بنی ناچار مدرسے میں قیام کیا۔ اب پھر وہی جنون پختہ ہے اخیر برسات انشاء اللہ عزم سفر مصمم ہے اور اب کے بار کچھ فکر سامان اور قید کسی خیال کی نہیں۔ اللہ تعالیٰ راست لاوے اور مولوی محمد قاسم صاحب اخیر محرم سال گزشتہ ۱۲۸۸ھ میں حج سے واپس آئے تھے اور حضرت مخدوم پیر و مرشد مدظلہ کا شقہ بحکم قیام مدرسہ لائے تھے۔ بنا بریں نیت سفر ہر چند پختہ تھی مگر موقوف سامان پر رکھتا تھا کہ اگر ہوگیا تو جائے عذر ہے۔ مگر تقدیر الٰہی سے کوئی سبیل نہ ہوئی"

(مکتوب نمبر۴۰ مورخہ ۵ صفر ۱۲۸۸ھ)

پھر عزم حجاز مگر خرچ کی دشواری

"اور حال قصد عرب کا یہ ہے کہ ایک مہربان کے ہاتھ کچھ اپنا حال پریشان حضرت (مرشد) کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ آپ کی طرف سے ایسا ارشاد ہوا۔ کہ یعقوب اگر امسال یہاں آجاوے تو بہتر ہے۔ چنانچہ انہی مہربان نے مجھے لکھ بھیجا۔ اب اس وقت سے یہی عزم بندھا ہے اور خیال تو پہلے بھی تھا۔ مگر بے سامانی کے سبب رہ گیا تھا۔ اب کی بار بھی بظاہر صورت

سامان کی کچھ نہیں۔ دیکھئے کیا پیش آوے۔ اپنے ارادے سے کیا ہوتا ہے۔ جناب مولوی محمد قاسم صاحب امسال تشریف لے گئے تھے۔ عنقریب ان کے واپسی[1] تشریف لانے کی خبر ہے۔ ان کی معرفت غالباً کچھ اور بھی حال معلوم ہوگا اور جانا نہ جانا اس پر متحقق۔ انشاء اللہ ہو جائے گا۔ عذر چاہے تو وقت تصمیم عزم تم کو بھی اطلاع ہوگی اور بندے کا ارادہ تنہا ہے اور ارادہ قیام بھی بہت نہیں۔ اور اب عرب کیا دور رہا ہے۔ بیس روز میں بآرام تمام بذریعہ ریل و دخانی جہاز کے پہنچنا ممکن ہے۔ البتہ خرچ کثیر چاہیئے اور اس سال تو کرایہ جہاز و دخانی چالیس روپے سے زائد نہ تھا۔ بلکہ بعضے چالیس ہی دے کر گئے اور کرایہ ریل غالباً ۳۳ (تینتیس روپیہ) اس صورت میں خرچ بھی چنداں زیادہ نہیں مگر تہی دستوں کو اتنا بھی مشکل ہو رہا ہے اللہ کریم مدد فرماتے۔ اور انشاءاللہ جب میں روانہ ہوں گا تم کو اطلاع دوں گا۔ اور جو امورات اس وقت کے مناسب ہوں گے عرض کروں گا۔

مولوی محمد احسن (نانوتوی) اور مولوی محمد منیر صاحب بریلی کالج میں نوکر ہیں اور ان کا ایک چھاپہ خانہ ہے۔ جس کا نام مطبع صدیقی ہے۔ یہی ان کے لئے نشان ہے اور انشاءاللہ اگر میری صورت روانگی ہوئی تو مولوی محمد احسن صاحب کو تمہارے باب میں لکھ دوں گا" (ص۲۸-۲۹)

اصحاب کہف کے نام اور ان کے اعراب

اسمائے کہف کے نام اور ان پر زیر و زبر (اعراب) کے بارے میں مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

"اعراب اسمائے کہف کے یوں ہیں :۔ عَملِیخَا۔ مَکسَلِینَا۔ کَشتُفُوطُ ط۔ طَبیُونَس کُشتَا فَطیُونَسُ۔ ازمُ فَطیُونَسُ۔ یُوَانِسُوسُ۔ کلبہم (انکاکتا) قطمیر (سولہواں مکتوب ص۵)

بارش اور ارزانی غلہ

گزشتہ کسی خط میں گرانی اور گندم کا پندرہ روپیہ نرخ لکھا تھا۔ ستریں خط میں جو ۳ر صفر ۱۲۸۷ھ کے بعد کا غیر مورخہ ہے۔ اس میں مولانا صاحب یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"بارش یہاں بھی کم تھی۔ اساڑھ کا مہینہ خالی گیا۔ مگر دس بارہ روز سے خوب بارش ہوئی اور نرخ جو پندرہ سیر ہو گیا تھا اب اٹھارہ سیر (ایک روپیہ کا) ہے امید ہے کہ اللہ نے قحط سے بچا لیا (۵۲)

نرخ گندم و روغن زرد و روغن تلخ

"یہاں پر برسات بہت اچھی ہے۔ نرخ گندم ۲۴ (چوبیس) سیر گھی ۲½ (سوا دو) سیر (روپیہ کا) اور تیل (روپیہ کا) تین سیر ہے۔ (مکتوب ۱۹ ص۵۸)

اپنے ایک مکتوب بنام منشی محمد قاسم مورخہ ۲۵ ذوالحجہ ۱۲۸۸ھ میں لکھتے ہیں :۔

---

[1] گزشتہ خط میں ان کی آمد کی اطلاع درج ہے۔ مصنف

حال علاقہ اجمیر ذوالحجہ ۱۲۸۸ھ میں

"خط تمہارا بعد مدت آیا۔ احقر بتقریب عید الاضحیٰ وطن گیا ہوا تھا۔ وہاں سے آکر خط تمہارا ملا حال علاقہ اجمیر کا معلوم ہوا۔ اَلْخَیْرُ فِیْمَا وَقَعَ۔ میرے خیال میں محتاط آدمی کا وہاں گزارا مشکل ہے اور جو کچھ حال دیا اور بخار وغیرہ اس طرف کا لکھا۔ عزیز من یہ شامت اعمال ہم گنہگاروں کی پیدا ہوئی ہے عالم فتنہ و فساد سے ایسا پر ہے کہ کیا عجب قیام قیامت ہو جائے۔ یہ بھی رحمت ارحم الراحمین کی ہے کہ نہ آسمان سے پتھر برسے اور نہ کوئی طوفان آتا ہے اور نہ آگ برستی ہے یہ اس کی رحمت ہے"

اجمیر میں بخار کی وبا

(آگے لکھتے ہیں) وبا میں مرنا مسلمان کے حق میں شہادت ہے۔ ایسے اوقات میں راضی بقضا رہنا اور جزع فزع نہ کرنا عین ایمان ہے۔

(مکتوبات یعقوبی ص۶۱)

محمد صالح اور اس کا خواب

انوار میں لڑکپن میں ہر سال ایک اشتہار پڑھا کرتا تھا جس میں محمد صالح نامی کسی شخص کا خواب درج ہوتا تھا۔ کہ اس کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئے ہیں اور قیامت عنقریب آنیوالی ہے۔ حضرت مولانا منشی محمد قاسم کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"اور جو کچھ حال تم نے محمد صالح کے خواب کا پوچھا ہے۔ برادر عزیز یہ کوئی شخص کذاب مفتری ہے محمد صالح نام کوئی مدینہ شریف میں نہیں اور یہ کاغذ عرب سے آیا اور نہ عرب میں اس کی خبر واللہ اعلم یہ کون شخص ہے۔ دو تین سال کے بعد ایک اسی مضمون کا خط آتا ہے اور اکثر پنجاب کی طرف سے یہ شور اٹھتا ہے۔ اے برادر یہ بالکل جھوٹ اور افترا خدا و رسول پر ہے۔ اللہ اس شخص کو توبہ نصیب کرے۔ (مکتوب یعقوبی ۲۲ ص۶۲)

علامات قیامت

بے شک علامات قیامت کے بہت ظاہر ہیں۔ مگر دیکھئے کہ کب ہوا ابھی بہت باتیں باقی ہیں جن کا وعدہ صحیح حدیثوں میں ہوا ہے اور آفتاب کا

طلوع آفتاب از مغرب

مغرب سے طلوع ہونا سب سے پچھلی علامت قیامت کی ہے۔

(مکتوب ۲۲۔ مکتوبات یعقوبی)

۷ ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ میں غلے کے نرخ کی گرانی

اپنے مکتوب مورخہ ۷ ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ میں اشیا کی گرانی کا ذکر کرتے ہوئے مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

"اور اس ملک میں بھی۔ (ملک سے مراد ضلع سہارنپور) دو سال سے گرانی ہے۔ کچھ کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ ان دنوں نرخ گندم (ایک روپیہ کا جس کے ۱۶ آنے

یا ۶۴ پیسے پہلے ہوا کرتے تھے اور اب ہندوستان و پاکستان میں ایک روپیہ کے سو پیسے ہیں ۱۷ یا ۱۸ (سترہ یا اٹھارہ) ثار (سیر) ہے اور موٹھ ۳۰ (تیس) ثار ہے۔ باقی اشیاء بدستور گراں ہیں۔

دوسرے حج کے متعلق روانگی کی اطلاع

مرید عقیدتمند کو اپنے حج کے بارے میں جو ۱۲۹۴ھ میں کیا گیا ہے تحریر فرماتے ہیں "یہ خط آپ کا رمضان شریف میں آیا تھا جب فرصت نہ ملی۔ بعد عید ارادہ سفر عرب ارادہ مصمم ہو گیا۔ قافلہ دسویں تک روانہ ہونے والا ہے آج نویں تاریخ (شوال ۱۲۹۴ھ) ہے۔ احقر بھی روانہ ہونے والا ہے"۔ (مکتوب نمبر ۲۱ موصولہ ۱۲ شوال ۱۲۹۴ھ محررہ ۹ شوال)

روم اور روس کی جنگ ۱۲۹۴ھ

جس سال مولانا محمد یعقوب صاحب ۱۲۹۴ھ میں حج کے لئے روانہ ہو رہے ہیں جس کی تفصیلات گزشتہ اوراق میں ہم پیش کر چکے ہیں اس سال روس اور ترکی کی جنگ ہو رہی تھی۔ مرید صاحب پوچھتے ہیں کہ کیا یہ وہی تو جنگ نہیں جس کی پیش گوئی کی گئی ہے کہ قرب قیامت میں ہوگی۔ حالانکہ اس میں یہ پیش گوئی ہے کہ نصاریٰ کی قوم سلطان کی طرف سے جنگ لڑے گی۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ نے پوچھا ہے کہ یہ لڑائی روم اور روس کی وہی موعود لڑائی ہے یا نہیں؟ یہ زمانہ بسبب ظہور علامات قرب وہی ہے مگر سورت اس لڑائی کی ویسی نہیں۔ کوئی قوم نصاریٰ سلطان کی طرف ہو کر —— لڑتی نہیں۔ جب یہ امر ظہور ہوگا تب البتہ وہی صورت ہے۔ وہ اللہ جانے کب ہو جاوے۔ باقی پریشانی لاحاصل ہے۔ بے شک زمانہ فتنے کا خوفناک ہوتا ہے۔ مگر خداوند کریم جس کو چاہتا ہے محفوظ رکھتا ہے تدبیر اس کی سوائے دعا اور التجا جناب باری میں اور کیا اور ہر وقت ڈرنا اور پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں یہ دعا منقول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی ہے۔

نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ جَمِیْعِ الْفِتَنِ	پناہ مانگتے ہیں ہم ساتھ اللہ کے سب فتنوں
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ	سے جو ظاہر ہوں ان میں یا باطن

(مکتوب یعقوبی نمبر ۲۸ ص ۱۷)

بعض اہل کشف اور مولانا کی رائے ظہور امام مہدی پر

امام مہدی کے ظہور کے متعلق منشی محمد قاسم کے جواب میں لکھتے ہیں "بعضے اہل کشف کا گمان ہے کہ اگلی صدی کے شروع میں ظہور مہدی اور آثار قیامت موعودہ ظاہر ہوں گے اور بعضوں نے یوں کہا ہے کہ وہ زمانہ ابھی دور ہے۔ واللہ اعلم

مولانا کا تبصرہ ظہور امام مہدی پر

اگلی بات کہنی فضول ہے جو خدا چاہے سو ہو (مکتوب نمبر ۲۸

محررہ ۹ر شوال سنہ ۱۲۹۴ ہجر) الغرض یہ چودھویں صدی ہے۔ مولانا کے اس خط کو پورا سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ چنانچہ امام مہدی کے متعلق کچھ کہنا مناسب نہیں ہے۔ بات وہی ہے جو مولانا نے فرمائی کہ اگلی بات کہنی فضول ہے جو خدا چاہے سو ہو۔ اس سال سنہ ۱۲۹۳ ہجر میں بھی بعض لوگوں سے میں نے سنا ہے کہ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں۔ چودھویں صدی کے ختم ہونے میں سات سال باقی ہیں۔ بعدازاں ان کا ظہور ہوگا۔ (مکتوب ۲۹ ص ۷۱)

شوال سنہ ۱۲۹۴ ہجر میں بارش کی قلت اور گرانی

" بارش کی اس طرف نہایت قلت ہوئی شروع اساڑھ میں کچھ برس کر پھر تمام مہینے نہ برسا اور ساون بالکل خالی گیا۔ آخری جمعہ کو نماز کے بعد اول آندھی اٹھی اور پھر عید تلک خوب برسا۔ امید آگے کی ہوگئی۔ ساونی نہایت کم کیا بالکل نہیں ہوئی۔ ایکھ (گنے کی فصل) ضائع ہوگئی۔ اناج اگر پیدا ہو جاوے خلق جی جاوے (گیہوں کا) نرخ یہاں (ایک روپیہ) کا دس سیر تھا۔ اب بارہ سیر ہوگیا اور ایک حال پر ٹھہرا ہوا ہے۔ (مکتوب نمبر ۲۹ ص ۷۱-۷۲)

سفر لکھنؤ اور ڈاک کی طلبی

جو تم نے بھیجا تھا پہنچا۔ مدرسے میں صرف ہوا۔ اب اگر خط لکھو مجھے لکھنؤ معرفت مولوی عنایت اللہ صاحب کے لکھو" (مکتوب ۲۹ ص ۷۲)

حج کو روانگی میں تاخیر کرایہ جہاز

" اب تلک صورت روانگی (حج) کی نہیں ہوئی تھی۔ اب ٹول مرکب دخانی کا کیا ہے۔ اول تق کے پچیس روپیہ اور چھتری کے ۳۵ اور کوٹھری میں ایک آدمی کے ساٹھ روپے ہوئے تھے۔ اب نرخ (کرایہ جہاز دخانی) گراں ہوگیا ہے اور جہاز بھر گیا ہے۔ بظاہر خبر روانگی کی اٹھائیسویں شوال کو مشہور ہے۔ مگر گمان غالب یوں ہے کہ یکم ذیقعدہ (سنہ ۱۲۹۴ ہجر) کو چلے۔ اس جہاز کا نام اگست ہے اور حاجی قاسم کے ٹھیکے میں یہ معاملہ مولوی عنایت اللہ صاحب اور ان کے دلالوں کی معرفت ہوا ہے۔ دو جہاز اور قریب ہی روانہ ہونے والے ہیں۔ نرخ یہاں اب کسی قدر ارزاں ہے۔ آٹا گیہوں کا (ایک روپیہ کا) ۹ ثار (سیر) ہے مگر موسم نہایت گرم ہے۔ مینہ بعد عید کے نہیں برسا (مکتوب ۲۹۔ موصولہ ۲۵ر شوال سنہ ۱۲۹۴ ہجر ص ۷۲)

دارالعلوم دیوبند کے سالانہ امتحانات شعبان سنہ ۱۲۹۶ ہجری قبل رمضان

دارالعلوم دیوبند اور تمام مدارس عربیہ میں سالانہ امتحانات شعبان میں ہوا کرتے ہیں۔ شعبان سنہ ۱۲۹۶ ہجر کے امتحانات کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں مولانا کا یہ مکتوب ۱۵ر شعبان سے پہلے کا لکھا ہوا ہے جو منشی محمد قاسم کو ۱۵ر شعبان کو موصول ہوا

" امتحان تحریری کل شروع ہونے والا ہے اور امتحان تقریری دس روز سے شروع ہے۔ اس لئے

جواب خط آج جمعہ کو ہی لکھ کر روانہ کرتا ہوں۔ کیونکہ جمعہ کو چھٹی ہوتی ہے (مکتوبات یعقوبی مکتوب ۲۱ صہ [illegible])

دارالعلوم دیوبند میں ایک طالب علم کا ماہانہ خرچ

" میاں دوست محمد نے جو (مدرسہ دیوبند میں کسی طالب علم کے کھانے کے بند و بست کے متعلق پوچھا ہے۔ اس کا حساب یہ ہے کہ ان دنوں قحط کے سبب کہ (روپیہ کے) ۱۲ ثار (۱۲ سیر) گیہوں ہیں سوا یا ڈیڑھ روپیہ کا اناج فی آدمی صرف ہوتا ہے اور ایک روپیہ کا گھی، ایک روپیہ سے کچھ زائد مصالحہ۔ ایندھن پکوانے کی مزدوری غرض تخمیناً چار روپیہ مہینہ میں صرف خوراک کی صورت ہے اور کھانا پکنے کی دو صورتیں ہیں ایک بھٹیاری کے گھر اور دوسری کسی عورت کو پکانے کو مقرر کر دیں کہ وہ اپنے گھر پکا دیا کرے۔ ہر چند تدبیر کی ہے مگر اب تلک اس باب میں پورا انتظام نہیں ہے۔ جیسے جی چاہتا ہے ویسا بند و بست اس کا نہیں ہے۔ مگر صورت گزارہ کی ہے۔ اگر شوقین ہو تو اس کے لئے راحت ہے۔ ورنہ گھر کی آسائش دیوبند میں کہاں " (مکتوب ر ۳۲ صہ ۷۴-۷۵)

ایک اور جگہ انہی دوست محمد کو لکھا ہے۔

" میاں دوست محمد بعد سلام معلوم فرماویں یہاں طلبا کے کھانے کی وہی ایک صورت ہے کہ جب کوئی جگہ خالی ہو کہیں کسی کے گھر روٹی مقرر ہو جاتے۔ (اکثر دیوبند کے لوگ) غریب غرباء ہیں۔ جو، جوار، باجرہ، جو، چنا ان کو میسر ہے جو آپ کھاتے ہیں۔ طالب علموں کو دیتے ہیں جب کبھی ہو سکتا ہے یہی ہو سکتا ہے۔ اور ہم لوگوں سے کیا ہو سکتا ہے جو بندگان خدا تھوڑا تھوڑا ہر طرف سے بھیج دیتے ہیں وہ ہم ایک انتظام سے اس کو کار خیر میں خرچ کر دیتے ہیں۔ (مکتوب ر ۳۲ صہ ۷۹)

(انوار) معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مطبخ کا انتظام نہ تھا۔

مولانا کے فرزند معین الدین کا سلسلہ روزگار

" تم نے معین الدین کے جودھ پور جانے کی وجہ پوچھی ہے بھائی! معین الدین مدتوں سے بیہودہ گھر بیٹھا تھا۔ ہر کام سے جی چراتا تھا۔ اتفاقاً میرے مہربان مکرم منشی عنایت حسین ساکن بلگرام ضلع فرخ آباد جو نرسنگھ گڑھ کی ریاست کے مدار ہیں۔ اجمیر سے ملنے کو آئے اور اپنے لڑکے کو مدرسے (دارالعلوم دیوبند) میں چھوڑنا منظور تھا ان کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ اپنی ریاست کی جانب سے جودھ پور جاتے ہیں۔ یہ نرسنگھ گڈھ بھوپال کے پاس ہے اور جودھ پور والے سے وہاں کی قرابت ہے شاید لڑکی بیاہی ہے اور ایسا ہی رشتہ اودھے پور سے ہے۔ بالجملہ معین الدین کو انہوں نے اپنے ساتھ لے لیا کہ جہاں موقع ہوا کسی نہ کسی جگہ ان کا تعلق ہو جاوے گا۔ جودھ پور جانے کا خط آ لیا ہے۔ ابھی راجہ

کی ملاقات نہیں ہوئی۔ وہ ایجنٹ کے ساتھ ہے۔ راہ میں ملے تھے۔ جب وہ جودھپور آوے تب کچھ تجویز ہو۔" (مکتوب نمبر ۳۲ ص ۸۱-۸۲ مکتوب بلا تاریخ۔ غالباً ۱۲۹۹ھ کا ہے)

رمضان میں قدرے بارش اور سخت گرمی رویت ہلال رمضان میں اختلاف

"بارش اول رمضان سے قدرے ہوئی تھی پھر شروع رمضان میں ایسی تیز گرمی ہوئی کہ اللہ پناہ دے۔ پھر بارش متواتر ہوتی رہی ہے۔ ہرچند جھڑی لگ کر شدت گرمی کی فرو کرنے والی بارش نہیں ہوئی۔ مگر بہرحال جائے شکر ہے۔ رمضان کے چاند میں اختلاف رہا آخر بدھ کا غرہ ثابت ہوگیا۔ اور عید بلا خلاف جمعہ کو ہوگئی الحمد للہ علی کل حال۔" (مکتوب ۳۸ ص ۸۹)

مولانا کے پرانے دوست الٰہی بخش کا انتقال

میاں الٰہی بخش مرحوم کے انتقال سے رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ بخشے ہمارے پرانے یار تھے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں عالی مقام عطا فرمائے۔ علاؤالدین (مولانا کا صاحبزادہ) سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ جب ہو سکے اس سامان کو بنوا کر روانہ کر دو۔ فقط اور سب کو سلام کہیو۔ اپنے والد اور بھائیوں کو اور میاں اولاد علی اور عبداللہ اور سب احباب کو۔ بندہ الٰہی خان جمعدار کا ایک خط آیا تھا۔ یہ ان کو بعد سلام فرما دو کہ جو وظیفہ تم پڑھ رہے ہو جتنا ہو سکے کرتے رہو۔

حج کو جانے کی تردید

علاؤالدین (مولانا کے صاحبزادے صاحب) دہلی گیا ہوا ہے ایک ہفتہ میں لوٹ آنے کا ارادہ تھا۔ بہت دنوں کے بعد آج یہ خط پورا ہوا جو تقریباً دو صفحے کا ہے۔ (انوار) احقر اس سال (از ربیع الثانی ۱۳۰۰ھ تا ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ) کسی طرف نہیں گیا۔ سال بھر سے یہیں دیوبند ہے۔ شاید حجاج کے جانے سے کسی کو شبہ ہوا۔ یہ خبر کس نے کہی؟"

(مکتوب موصولہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ ص ۸۶)

۱۲۸۹ھ میں کثرت ہیضہ

مکتوب مورخہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ

"اس سال میں اس اطراف میں ہیضہ وبائی کی کثرت ہوئی خاص اس بستی میں بھی قریباً دو مہینہ اس مرض کا زور شور رہا جس میں تین چار روز کمال شدت رہی مگر بچنے والے مرنے والوں سے بہرحال زیادہ رہے۔ یہ ناکارہ مع جملہ متعلقین اس آفت سے محفوظ رہا الحمد للہ علی کل حال (مکتوبات یعقوبی مکتوب نمبر ۴۱ ص ۹۳)

زیارت شاہ راج خان صاحب

"احقر نے جناب مخدومی شاہ راج خان صاحب کی زیارت

میرٹھ میں کی ہے۔ نہایت بزرگ آدمی ہیں اور کمال متبع شریعت۔ احقر ان کو اس زمانے کے مستثنیٰ لوگوں میں سمجھتا ہے۔" (مکتوب نمبر ۴۱ ص ۹۳ مورخہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ)

روئداد دارالعلوم دیوبند کی تکمیل اور تعمیر مدرسہ

"کیفیت (رپورٹ) سالانہ مدرسے کی تیار ہوچکی ہے اور روانہ بھی ہوئی پہنچی ہوگی۔ اور کیفیت تعمیر اب تلک تیار نہیں ہوئی اس سال میں بسبب کمی آمدنی کے تعمیر میں قرضہ بڑھ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔" (مکتوب نمبر ۴۴ ص ۹۵)

النوار معلوم ہوا کہ اس وقت تعمیر کی آمدنی اور صرف کی رپورٹ علیحدہ چھپا کرتی تھی۔ چنانچہ جب چھپ گئی تو روانہ کی گئی لکھتے ہیں۔

"کیفیت مدرسہ (رپورٹ) اس سبب روانہ ہوسکی کہ انتظار تیاری کیفیت تعمیر مدرسہ کا رہا وہ اب تیار ہوئی ہے اور تمہاری طرف سے تائید (مدد) مد تعمیر میں ہی ہوئی تھی۔ اس لئے مہتمم صاحب نے بدون کیفیت تعمیر روانہ کرنا کیفیت سالانہ کا مناسب نہ سمجھا۔ اب تمہارے محصول بھیجے ہوئے میں۔ سے جے لنسخے دونوں کیفیتوں کے روانہ ہوسکیں گے آج روانہ ہونگے (مکتوب ۴۵ ص ۹۵)

دیوبند میں بیماری

اخر ذیقعدہ (یعنی ۳۰ ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ) کے تحریر کردہ خط میں لکھتے ہیں۔ "حال بیماری کا یہاں بدستور ہے اگرچہ وہ زور شور نہیں بالکل نجات بھی نہیں۔ نرخ کا رخ بھی گرانی کی طرف ہے اللہ تعالیٰ اپنے عاجز بندوں پر رحم و کرم فرمادے۔" (مکتوب یعقوبی ص ۹۸)

گرانی غلہ

۳ صفر ۱۲۹۶ھ کے مکتوب بنام منشی محمد قاسم میں لکھتے ہیں:۔

"نرخ یہاں دیوبند بھی گراں ہو رہا ہے ۱۲ (دلونے بارہ سیر) گیہوں ہے۔ باقی غلہ اسی کے قریب ہے۔ (مکتوب نمبر ۴۸)

اسی مکتوب میں مولانا اپنے مرید کو لکھتے ہیں۔ "میر امداد علی جو یہاں آئے تھے۔ تو اس زمانے میں طبیعت جناب مولوی محمد قاسم صاحب کی بدرجہ علیل تھی۔ وہ مولوی صاحب کے ملنے کے لئے گئے تھے اور حکیم جناب مولوی رشید احمد صاحب بھی تھے کہ احقر نے جب مولوی صاحب کی طبیعت کا حال پریشان دیکھا۔ تب ان کو بلا لیا تھا۔ اب بحمد اللہ مولوی صاحب بالکل صحیح و سالم ہیں۔ نقاہت اب تلک باقی ہے۔" (۳ صفر ۱۲۹۶ھ)

مولانا محمد یعقوب کے بھانجے مولانا عبداللہ اور مولانا خلیل احمد صاحبان" اور مولوی

عبیداللہ کا حال پوچھا ہے وہ گلاوٹھی کے مدرسے میں بیس روپیہ مشاہرہ پر مدرس ہیں اور وہاں خوش ہیں اور دوسرا بھانجہ میرا مولوی محمد خلیل سکندرآباد میں مدرس ہو گیا ہے۔ اولاد خاص میں سے میرے کوئی بچہ کچھ پڑھا نہیں اور نہ لائق کسی کام کے۔ قطب الدین نے کچھ ریاضی سیکھی شاید کوئی مدرسی دیہاتی مدرسوں کی مل رہے گی۔" (مکتوب ۴۵ ص ۹۵-۹۶) (یہ غیر مورخہ خط اس وقت کا ہے۔ جب مولانا کی اولاد میں کوئی اس قابل نہ ہوگا۔ بعد میں ہوئے الوارم)

حال دارالعلوم دیوبند ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ

"قلت آمدنی کے سبب یہ تمام سال (یعنی شوال ۱۲۹۴ھ تا شعبان ۱۲۹۵ھ) تنگی سے گزرتا نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دستگیری فرماوے تعمیر جاری ہے مگر بقدر ضرورت۔ اگر روپیہ کافی ہوتا اب تلک تعمیر ختم ہوتی۔ خیر جو اس کی مرضی وہی ہوتا ہے" (مکتوب ۴۶ ص ۹۶ مکتوبات یعقوبی)

قلت باراں و گرانی غلہ

صفر ۱۳۰۱ھ کے بعد کے کسی مہینے میں مولانا نے اپنے مرید کو لکھا ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں:- "بارش کی اس اطراف میں بھی کمی ہے۔ خاص دیوبند اور جگہ کی بہ نسبت بارش زیادہ ہے مگر نرخ غلہ گراں ۱۶ آثار (۱۶ سیر) روپیہ کا یہاں بھی غلہ ہے مگر یہاں کی تول انگریزی تول سے چھٹانک بھر زیادہ ہے۔ اس حساب سے سترہ سیر ہوتے" (مکتوب ۶۲ ص ۱۲۱)

عید کے چاند میں اختلاف

عید کے چاند میں اب کے بہت اختلاف ہوا۔ ہمارے اطراف میں کہیں شنبہ کی شام چاند نظر نہ آیا بعض جا ابر قلیل اور بعض جا صاف تھا اس لئے اتوار کو تیس پورے کر کے پیر کو عید کی۔" (یہ معاملہ رویت ہلال کا شوال ۱۳۰۱ھ کا معلوم ہوتا ہے۔ الوارم مکتوب ۶۲)

جلسۂ دستاربندی دارالعلوم دیوبند کا دعوت نامہ بنام منشی محمد قاسم نیانگری

دارالعلوم دیوبند کا دستاربندی کا خاص جلسہ جس میں مولانا محمود حسن صاحب اسیر مالٹا۔ مولانا فخرالحسن صاحب گنگوہی وغیرہما کے دستار فضیلت باندھی گئی دارالعلوم دیوبند کا مشہور جلسہ ہے۔ اسی جلسے میں شرکت کے لئے مولانا نے اپنے مرید منشی محمد قاسم صاحب مرحوم کو شرکت کی دعوت دی ہے لکھتے ہیں:-

> "تاریخ جلسہ دستاربندی کی مدرسے کی طرف سے اطلاع پہنچی ہوگی۔ اگر گنجائش سرایہ ہو تو ارادہ کیجیو۔ اس میں بزرگوں کی زیارت ہو جاوے گی اور ملاقات احباب سے جی خوش ہو جانے کا اور یہ جلسہ قابل دید ہے۔" (مکتوب ۶۳ ص ۱۲۳)

یہ دستاربندی کا جلسہ جیسا کہ دارالعلوم دیوبند کی رپورٹ سے ظاہر ہے ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۴ء

مولانا محمد یعقوب اور مولانا گنگوہی کی باہمی تواضع اور سادگی کا واقعہ

مولانا اشرف علی صاحب کے ملفوظات جلد چہارم ملفوظ نمبر ۹۰۳ میں اس طرح مذکور ہے۔ حضرت تھانوی نے فرمایا کہ:

"ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدل سفر کرکے گنگوہ پہنچے۔ جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ نماز شروع ہونے کو تھی کہ لوگوں نے دیکھ کر خوشی میں کہا کہ مولانا آگئے، مولانا آگئے۔ حضرت مولانا (رشید احمد) گنگوہی مصلے پر پہنچ چکے تھے۔ یہ سن کر نگاہ اٹھاکر مولانا کو دیکھا تو مصلے سے واپس ہوکر صف میں آکھڑے ہوئے اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نماز پڑھانے کے لئے فرمایا۔ مولانا سیدھے مصلے پر پہنچے۔ چونکہ پیدل سفر کرکے تشریف لے گئے تھے پاجامے کے پائینچے چڑھے ہوئے تھے اور پیر گرد آلود تھے مگر غایت سادگی سے اسی ہیئت میں مصلے کی طرف چلے۔ جب حضرت مولانا گنگوہی کی محاذات (برابری) میں پہنچے تو مولانا نے صف میں سے آگے بڑھ کر رومال سے پہلے پیروں کی گرد صاف کی اور پھر پائینچے اتارے اور فرمایا اب نماز پڑھائیے اور خود واپس صف میں آکھڑے ہوئے۔ مولانا محمد یعقوب نے نماز پڑھائی۔ حالانکہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے نماز پڑھائی۔ حالانکہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ جیسا استاد کا ادب کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھ کو اس سے بے حد مسرت ہوئی کہ مولانا نے میری خدمت سے انکار نہیں فرمایا قبول فرمالی سچ تو یہ ہے کہ ایسے حضرات اور ایسی جماعت نظر سے نہیں گزری جنہوں نے عالم کی سیاحت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ عالم میں ایسی جماعت نہیں۔ سو میں نے تو ان حضرات کو دیکھا ہے۔ ان حضرات کی طرز معاشرت میری آنکھوں میں ہیں۔ اس لئے وہی باتیں پسند ہیں۔" (ملفوظات ص ۵۶۹)

میں ہوا۔ قابل دید کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ جلسہ وہی قابل دید تھا جس میں دارالعلوم دیوبند کے فضلاء کی پہلی پارٹی فارغ التحصیل ہونے کے بعد دستار فضیلت سے نوازی گئی۔

تاریخی حالات کا اختتام

اس مقام تک پہنچ کر مکتوبات یعقوبی اور بیاض یعقوبی میں جسقدر تاریخی واقعات اور نوٹس تھے وہ ہم نے اس تاریخی عنوان کے ماتحت مکمل طور پر درج کر دیئے ہیں۔ گویا یہ تاریخی واقعات آپ کے عہد اور اطراف زمانہ سے متعلق حالات کا ایک خاکہ ہیں جن سے ہمیں مولانا کی زندگی اور آپ کے احباب اور متعلقین سے متعلق بہت سے حالات ملتے ہیں جو یقیناً آپ کے سوانح زندگی سے وابستہ ہیں۔ یہ وہ تاریخی سندات ہیں جو قطعی اور یقینی ہیں اور مولانا کے دست مبارک سے لکھی ہوئی ہیں۔ لہٰذا ان تاریخی بدست خود لکھے ہوئے حالات کو ہم ختم کرتے ہیں۔

طبّیات

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

علم دو ہیں، مذاہب کا علم اور انسانی بدنوں کا علم	اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَدْیَانِ وَعِلْمُ الْاَبْدَانِ

اور یہ دل کو اپیل کرنے والی حقیقت ہے۔ کیونکہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک روح دوسرا جسم بالفاظ دیگر یوں کہیئے کہ انسان روح اور جسم کا مجموعہ ہے۔ اس اشرف المخلوقات کی روح اور جسم دونوں کو عوارض پیش آتے رہتے ہیں۔ روح کو بھی متعدد بیماریاں مثلاً چوری، شراب خوری، غیبت، چغلخوری، بدگوئی غصہ، بخل۔ بے دینی لاحق ہوجاتی ہیں اسی طرح جسم کو بھی بخار، کھانسی۔ زکام، نزلہ۔ نمونیہ ہیضہ وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا قدرت نے انسان کی روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج اور درستی کا بھی سامان فراہم کیا ہے۔ روحانی بیماریوں کے علاج کے لئے روحانی معالجین بھیجے جن کو انبیا کہا جاتا ہے اور جسمانی علاج کے لئے اطبا پیدا کئے اور حکما کو فہم و فراست دی کہ وہ نباتات، جمادات اور حیوانات کی مختلف اشیا کے حقائق و فوائد اور خواص معلوم کریں۔ چنانچہ ان دونوں کے لئے خالق کائنات نے علاج کا سامان فراہم کیا اور یہ فطرت کا صحیح تقاضا تھا کہ روح اور جسم کی شفا اور علاج کی تدبیریں مہیا کی جائیں۔ چنانچہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جہاں روحانی طبیب تھے وہاں جسمانی امراض کے بھی بے پناہ معالج تھے۔ اس لئے روح کے معالج کے بعد جسم کے معالج کا بڑا اونچا مقام ہے۔

مولانا محمد یعقوب صاحب ایک حاذق طبیب

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علوم و فنون کے سیکھنے کا بے حد شوق تھا فن طب کے بارے میں کوئی تحریر ایسی نہیں دیکھی جس سے معلوم ہو کہ آپ نے طب کو کسی سے پڑھا ہے۔ چونکہ عالم بے بدل تھے اس لئے علم طب بدیہی ہے اور اس کا تجربہ نظری اس لئے اس علم کو اپنے مطالعہ اور شوق سے حاصل کیا اور تجربات علاج سے مہارت حاصل کر لی۔ چنانچہ آپ کے نسخوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے زمانے کے ماہر طبیب تھے یہی حال طب میں مولانا گنگوہی کا تھا کہ ذاتی مطالعہ اور علاج کے تجربوں سے حضرت گنگوہی کو طب میں ماہرانہ حذاقت حاصل ہو چکی تھی۔ جب آپ کے صاحبزادہ حکیم مسعود احمد دہلی سے باقاعدہ طبابت پڑھ کر واپس آئے تو مولانا گنگوہی نے پھر طبابت کا کام اپنے فرزند ارجمند کے سپرد کر دیا تھا الغرض ان حضرات کو طب کا علم دشوار

نہ تھا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے ۔ بہت سے مریضوں کے کامیاب علاج کئے ہیں۔ خود حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے مرض موت میں بھی مولانا نے علاج کی خدمات سرانجام دی ہیں۔ انہیں جہاں مطالعۂ طب اور تجربات کا ذوق تھا۔ وہاں دوسرے حاذق اطباء کے مفید اور مجرب نسخے حاصل کرنے کا بھی شوق تھا۔ اپنے مرید سعادت مند کو مولوی ارشاد حسین سے نسخے حاصل کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> ”جب بندہ اجمیر میں تھا۔ ان دنوں مولوی ارشاد حسین صاحب نے چار نسخے مختلف امراض کے نہایت مجرب بتلائے تھے۔ ایک نسخہ تو خوب یاد ہے اور میرا معمول ہے۔ تین نسخے بھول گیا اور دو نا تمام یاد ہیں۔ ایک نسخہ جو یاد ہے دانتوں کا منجن ہے اور دو نا تمام۔ ایک طلا ہے اور ایک آتشک کا ہے اور جو کاغذ مولوی صاحب نے عنایت فرمایا تھا وہ کھو گیا۔ غرض یہ ہے کہ اگر کبھی مولوی صاحب سے ملاقات ہو تو یہ چاروں نسخے تحقیق کر کے مولوی صاحب سے لکھوا کر بھیج دیجیو۔“ (مکتوب ۱۲ ص ۵۲ مکتوبات یعقوبی)

معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے ملازمت سے ہی علم طب کے حصول کا رجحان ہو گیا تھا۔ کیونکہ مولانا کی ملازمت کی ابتدا اجمیر کالج سے ہوئی ہے بہرحال جس طرح مولانا نے مرشد کامل کی سعادت حاصل کر کے سینکڑوں کو روحانی شفا کا سامان فراہم کیا۔ اسی طرح جناب موصوف نے مخلوق خدا کے جسمانی علاج کا فیض جاری فرمایا بہت سے مریضوں کے علاج کئے۔ درحقیقت پہلے زمانے کے شرفاء اور رؤسا اپنے بچوں کو دینی اور طبی تعلیم دلا کر فیض کا سامان بہم پہنچاتے تھے۔ مفت علاج کر کے خلق خدا کو فائدہ پہنچاتے تھے یہ لوگ گھر کے زمیندار اور صاحب جاہ و مال ہوتے تھے۔ کسی مریض سے فیس لینا اس دور میں معیوب سمجھا جاتا تھا مگر آج کے دور میں ڈاکٹروں اور اطباء کا مقصد کسب زر کے سوا کچھ نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ بیماری سے بچائے کہ ڈاکٹروں کی ضرورت نہ ہو۔ الغرض مولانا محمد یعقوب صاحب بڑے ماہر معالج تھے۔ ہم ذیل میں ان کی طبابت سے فائدہ اٹھانے کے لئے چند عام اور ضروری نسخے پیش کرتے ہیں۔ جو بیاض یعقوبی میں درج ہیں۔

ہاتھ پاؤں میں درد کا علاج
نسخہ مجوزہ از مولانا

”اور بھائی کو جو تم نے لکھا ہے کہ درد ہاتھ پاؤں میں ہو جاتا ہے اور ان کی آنکھوں کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ ان کو اب سردی میں گھی کوار حلوہ بنا کر کھلاؤ ترکیب یہ ہے کہ۔

ترکیب حلوہ گھی کوار استعمال در موسم سرما

لعاب گھی کوار ایک ثار (سیر) صاف کر کے دودھ پانچ سیر کے ساتھ پکا لو جب (پکتے پکتے) کھویا ہو جائے شکر سفید (جسے بورا کہا جاتا تھا) ۲ ثار (سیر) اور گھی ایک ثار ڈال کر حلوہ بنا لو اور مغزیات اور خوشبو تولہ تولہ بھر جیسے دونوں الائچیاں، بادام، پستہ، کشمش، جائفل، جوتری، لونگ کوٹ کر اس میں ملا

دوا اور کوئی ۵ (پانچ) تولہ (ایک چھٹانک) کی قدر کھاؤ۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت مفید ہوگا۔

(مکتوب موصولہ ۲۹، ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۱ھ بجہ ص۸۷)

نسخہ کھانسی منشی محمد قاسم کے بچوں کو کھانسی کی شکایت ہوگئی تھی اس کے علاج کے لئے لکھتے ہیں

"لڑکوں کی کھانسی کی طرف سے تردد ہوا تم ان کو شہد کھلاؤ۔ انشاء اللہ تعالیٰ نفع ہوگا۔ اس وقت یہی اچھی معلوم ہوتی ہے اور شاید وہ اچھے ہوگئے ہوں تب بھی چندروز شہد کھلا دو۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے۔" (مکتوب نمبر ۱۶ ص۸۸ موصولہ ۲۹، ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۱ھ جم)

قرآن کریم نے شہد میں شفا کا ذکر کیا ہے اور فرمایا "فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ" شہد میں لوگوں کے لئے شفا ہے بظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مرض کے لئے شہد میں قدرت نے شفا رکھی ہے اگر اعتقاد سے کھائے تو شفاء کا یقین ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے اپنے بھائی کے اسہال کی شکایت کی۔ آنحضورؐ نے شہد کھانے کو فرمایا۔ اس نے کھلایا مگر اسہال نہ رکے اس نے پھر عرض کیا پھر بھی اسہال نہ رکے۔ آپ نے پھر شہد کھلانے کی تجویز فرمائی اس نے پھر نہ رکنے کی شکایت کی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ "صدق اللہ وکذب بطن اخیک" اللہ نے توسچ فرمایا ہے کہ شہد میں شفا ہے۔ البتہ تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ پھر شہد کھلاؤ چنانچہ تیسری دفعہ شہد کھلایا تو اسہال رک گئے۔

دوا ناخونہ چشم "تم نے آنکھوں کے لئے لکھا ہے اس کی آسان صورت یہ ہے کہ مصری باریک سرمہ سا (سرمے کی مانند باریک) پیس کر رکھ لو ایک چاول بھر احتیاط سے ناخونہ پر لگایا کرو۔ چندروز میں ناخونہ انشاء اللہ دفع ہوجاوے گا اور التزام سرمہ لگانے کا آنکھ میں رکھو تاکہ آنکھ میں قوت ہو۔ اور کوئی تیز دوا آنکھ میں مت لگائیو۔ اس سے اتنی نفع کی امید نہیں۔ جتنا خوف ضرر کا ہے ناخونہ میں اکثر معمول تیز دواؤں کا ہے۔" (مکتوب نمبر ۵۰ ص۱۰۲)

دوسرا نسخہ ناخونہ چوڑی نیلی کنچ کی باریک پیس کر کہ سرمے کی طرح ہوجائے اس میں چار گنا مصری باریک پیس کر ملا لو۔" (مکتوب نمبر ۵۴ ص۱۱۱)

دوا چوتھیا مرکب یعنی چوتھے روز جاڑا بخار کی دوا "اور برخوردار امام الدین کا جو حال تم نے لکھا ہے یہ بخار غالباً چوتھیا مرکب ہے۔ اگر تلی پر ورم ہو تو دلیل قوی ہے۔ بہرحال یہ (حسب ذیل) دوا نہایت نافع ہے اس کو کھلائیو۔ کوپل بیدانجیر یعنی ارنڈ اور نمک سانبھر دونوں مساوی اور آدھے وزن سیاہ مرچ۔ ان سب کو باریک پیس کر بقدر کنار دشتی کے گولی بنالیوے اور ایک گولی ہر دو وقت کھانا کھانے کے اور جب وقت تپ کا قریب آوے تو بفاصلہ دو دو گھڑی کے تین گولیاں

کھلا دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہفتے کے استعمال میں یہ مرض بالکل رفع ہوجائے گا۔" (مکتوب ر۱۴ صہ۹۳)

افیون کی عادت ترک کرنے کی تدبیر اور کچلہ بنانے کی ترکیب

میاں بھورے خاں نیا نگر کے کوئی صاحب کو افیون کھانے کی سخت عادت ہے۔ انہوں نے ترک افیون کی تدبیر پوچھی ہے۔ مولانا لکھتے ہیں۔ "افیون چھوٹنے کے لئے تھوڑی سی ہمت درکار ہے اور علاج یہ ہے کہ وزن افیون سے جو عادت ہو کسی قدر کم کرو اور اتنے وزن کچلہ کی گولیاں کھاؤ۔ یہاں تک کہ افیون نہ رہے اور گولیاں اس کے قائم مقام ہو جاویں۔ پھر ایک ایک گولی پہلے کی کم کرو کہ وہ گولیاں بھی چھوٹ جائیں۔ اس ترکیب سے افیون بھی چھوٹ جائے گی اور خلل بھی کچھ نہ ہوگا۔

کچلہ کسی قدر لے کر گنوار کے پٹھے کے لعاب میں تر کر دو اور لعاب کو ہر روز بدلتے رہو۔ چودھویں دن کچلے کو چھیل کر گرم پانی سے دھو ڈالو اور ہم وزن سیاہ مرچ پیس کر اور ہم وزن مغز بادام کے ساتھ کوٹ لو۔ جب کٹ جاوے لعاب گنوار پٹھا ڈال کر کوٹتے رہو جب قابل گولی بندھنے کے ہو گولیاں بقدر سیاہ مرچ بنا لو اور یہ گولیاں نزلے کو بھی مفید ہیں۔" (مکتوب ر۲۶ صہ۹۵)

نسخہ مقوی دماغ

"تم نے حال ضعف دماغ وغیرہ کا لکھا ہے۔ بھائی غریب آدمی کو مشکل ہے۔ اگر کسی قدر دھنیا اور بادام اور خشخاش جمع کر کے کچھ شکر ملا کر بطور سفوف یا حلوہ پکا کر کھاتے رہو۔ بہتر ہے اور گندم بریاں چبانا ان کا حلوہ پیس کر بنا کر کھانا مقوی دماغ ہے اور مجرب ہے اور عمدہ تجویز یہ ہے کہ آواز ذکر کی کم کر دو تاکہ خشکی کم ہو اور درود شریف کا وظیفہ زیادہ کر دو تاکہ راحت قلب کو ہو۔ کدو کا کھانا مقوی قلب و دماغ ہے کبھی کبھی کھاتے رہا کرو۔" (مکتوب ر۵۲ صہ۱۰۱)

ترکیب حلوہ گندم

گندم بریاں (بھنے ہوئے) ایک سیر (اثار) دھنیا صاف (یعنی دھنیے کے چاول پسے ہوئے) ایک پاؤ (۔ثار) خشخاش پاؤ بھر (۔ثار) مغز بادام (چھلے ہوئے) پاؤ بھر (۔ثار) شکر سفید (بورا یا چینی) ایک ثار (ایک سیر) روغن زرد (گھی) ۔ ثار (۶ چھٹانک) بطور حلوہ پکا لو اور اگر قدرے دانہ الائچی کلاں، سونٹھ ملا لو تو امید ہے کہ ہضم بھی خوب ہو۔ حلوے میں اگر مقوی چیز ہوگی تو کیا ڈر ہے موصلی وغیرہ۔ سیر بھر گیہوں ہو تو تولہ بھر کافی ہوگی۔ (مکتوب ر۵۲ صہ۱۰۹۔ مکتوبات یعقوبی)

ار تولہ ار تولہ

کتے کے کاٹنے کا نسخہ

عرق کیلا (۵ تولہ) تا ہفت روز متواتر بنوشانند و اگر جنون ظاہر شود میل کہ در نے حقہ جمع می شود بقدر (چار ماشہ) اگر زائد باشد (یعنی جنون) ورنہ (یعنی جنون زیادہ نہ ہو) (۲ ماشہ) در (۵ تولہ) عرق ہاتی سونڈی ورنہ در آب حل کردہ بنوشانند قے می آید تا آنکہ خلاصی حاصل شود۔

سانپ کے کاٹنے کا نسخہ تخم موٹھ (۲ تولہ) در آب سائیدہ مار گزیدہ را بخورانند تا قے آید کہ صاف شود یا ہضم شود و از سم (زہر) خلاص یابد۔

برائے سوزاک گیرو سہ و نیم تولہ (۳½ تولہ) سرمہ سا کردہ ہفت حصّہ سازد یک حصّہ در یک تولہ مسکہ گاؤ آمیختہ بخورانند۔ رطوبت از ذہن دفع خواہد شد و نان بیسنی (بیسن کی روٹی) بخورند۔ یا شیر یا برنج (چاول) و روغن مضائقہ ندارد (از مولوی کرامت علی صاحب)

آتشک طباشیر (شش ماشہ) تواکھیر (شش ماشہ) دانہ الائچی کلاں (شش ماشہ) کتھا سفید (شش ماشہ) عاقرقرحا (شش ماشہ) سم الفار (یک نیم ماشہ) در عرق پان پنجاہ عدد کھرل نماید بعد ازاں حب بقدر دانہ مکی ہمراہ عرق گاؤزبان نیم پاؤ روزانہ یک حب بخورانند۔ پرہیز از مرچ سرخ و دال ماش و ہمچنیں اشیاء بادی و روغن زرد۔

سرمہ مقوی بصر کافور ایک جز۔ نمک لاہوری ایک جز۔ سیاہ مرچ ایک جز۔ برگ نیب تین جز تمام کو اتنا پیسے کہ سرمہ کی مانند ہو جائے اور آنکھ میں لگائے۔ دیکھئے کتنا آسان نسخہ ہے جس سے بینائی جیسی قیمتی چیز کو فائدہ نصیب ہوتا ہے۔

حلوہ مقوی دماغ منشی محمد قاسم کو اوراد و وظائف کے پڑھنے کے باعث ضعف دماغ کی شکایت پیدا ہو گئی تو مولانا کو لکھا۔ آپ نے جو نسخہ تجویز کر کے بھیجا وہ بہت ہی سستا اور مفید ہے۔ لکھتے ہیں۔ دھنیا کسی قدر بادام، خشخاس جمع کر کے کچھ شکر ملا کر بطور سفوف یا حلوہ پکا کر کھاتے رہو تو بہتر ہے اور گندم بریاں چبانا ان کا حلوہ پیس کر بنا کر کھانا مقوی دماغ اور مجرب ہے۔

بواسیر خونی بادی رسوت ایک تولہ۔ مغز نبولی ایک تولہ۔ مغز تخم بکائن ایک تولہ۔ گیرو ۲ ماشہ مولی کے عرق میں باریک پیس کر چنے کے برابر گولیاں بنا لیں اور صبح و شام ایک ایک گولی کھائیں اور معمولی پرہیز کریں۔

برائے طاعون نیم کے پتے۔ کافور۔ سیاہ مرچ، لہسن (سب) ہم وزن خوب باریک پیس کر چنے کی برابر گولیاں بنا لیں اور سائے میں خشک کریں۔ قل اعوذ برب الفلق

اور قل اعوذ برب الناس مع بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر دم کرکے دو دو گولی حسب ضرورت مریض کو دیتا رہے یہ نسخہ شاہ صاحب کو از روئے کشف معلوم ہوا اور مخلوق کو اس سے بہت نفع ہوا۔

مسوڑوں کے ورم اور دانتوں کے درد کا نسخہ

نیلا تھوتھہ بریاں۔ مازو، دانہ الائچی سفید مصطگی رومی کوفتہ (کوٹ کر) بیختہ (چھان کر) سفوف سازند (سفوف بنائیں) بوقت خواب بمالند (سوتے وقت دانتوں کو ملیں) تا صبح کلی وغیرہ نسازند (صبح تک کلی نہ کریں)

نسخہ ضیق النفس

سیماب (۱ تولہ) مویز منقیٰ (۲ تولہ) جائفل (۳ ماشہ) جاوتری (۳ ماشہ) الائچی خرد (۳) برگ پان (۵۰ عدد) خوب کھرل نمودہ (کھرل کرکے) حب بندد مقدار نخود یک حب صبح بخورند

ذیابیطس پیشاب کی کثرت

ناگرموتہ (۵ ماشہ) بال چھڑ (۵ ماشہ) طباشیر (۷ ماشہ) دھنیا (۷ ماشہ) گل انار (تولہ) پوست خشخاش (۲ ماشہ) گیرو (۳ ماشہ) اگر گل ارمنی (۳ ماشہ) اندازند بہتر است کوفتہ بیختہ ۵ ماشہ ہمراہ آب تازہ بخورند یا ہمراہ شربت انار و ۵ ماشہ شام بخورند بعونہ شفا خواہد شد۔

فالج ولقوہ وحمی ربع (چوتھیا) وحمیات بلغمی و امراض باردہ

سیماب (۶ ماشہ) بچھناگ مدبر (۶ ماشہ) تخم دھتورہ (۶ ماشہ) مرچ سیاہ (۶ ماشہ) گوگل مدبر (ایک تولہ) ہمہ ادویہ کوفتہ در عرق بھنگرہ بمقدار دانہ مونگ حب بندد۔

برائے خارش بسیار مفید ہست

گندھک آملہ سار (۲ تولہ) نیلا تھوتھہ (۲ تولہ) نوشادر (۱ تولہ) اول روغن زرد (عقار بگیرد) وقند سیاہ (۶ ثار) ہر دو را پختہ نماید باز قند سیاہ دور کردہ وادویہ سائیدہ در روغن آمیختہ بر بدن بمالد وخوب مالش نماید و در آفتاب بنشیند پس گل مالیدہ غسل نماید۔ اگر یک بار کفایت نکند سہ بار بمالد۔

برائے آتشک نسخہ نمبر ۲

نیلا تھوتھہ و ہلیلہ خرد ہر یک یک تولہ در عرق لیموں کھرل تا عرق یک آثار (سیر) یا وبالا جذب شود پس گولی بندد بقدر (۶ ماشہ) و باجغرات یک حب شکستہ بخورد رفتہ و دست خواہد آمد نترسد در سہ روز شفا می شود۔ انشاء اللہ مجرب است۔

مذکورہ بالا نسخے ہم نے بیاض یعقوبی سے پیش کئے ہیں۔ ان سے آپ مولانا کی علم طب سے دلچسپی مہارت اور حذاقت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ہم قارئین سے پھر معذرت چاہتے ہیں کہ ہمارا مقصد حضرت سالک و مجذوب کے جملہ حالات اور علوم سے بحث کرنا ہے اس لئے ان کی پوری زندگی کو مختصراً پیش کرنے کے لئے طبابت، عملیات وغیرہ کو بھی سامنے لانا پڑا۔ اب ہم ان کے اردو، فارسی، اور اردو ادب کی کی طرف عنان قلم موڑتے ہیں۔

ادبیات

حضرت مولانا حافظ، عالم، طبیب اور مرشد کامل ہونے کے علاوہ اردو، فارسی اور عربی زبان کے شاعر بھی تھے۔ ان کی شاعری کا معمولی سا ذخیرہ اسی بیاض یعقوبی میں موجود ہے۔ اردو فارسی اور عربی نثر پر بھی مولانا کو قدرت حاصل تھی۔ ان چیزوں کو پیش کرنے کے لئے ہمارا ذریعۂ معلومات صرف یہی بیاض ہے اردو نثر کے انتخابات پیش کرنے کے لئے ہمارے پاس مکتوبات یعقوبی بیاض یعقوبی اور سوانح قاسمی کا ذخیرہ ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے ہم ان کی اردو نثر کے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

اردو نثر آپ کی اردو نثر کے متعلق ایک ناقدانہ نظر کے ماتحت یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں کوئی تکلف اور تصنع نام کو نہیں۔ جو کچھ قلم کی زبان پر آتا چلا جاتا ہے لکھتے چلے جاتے ہیں دوبارہ جملے کو دیکھنا اور فعل، فاعل، مفعول، مضاف، مضاف الیہ اور صفت و موصوف کو اپنی اپنی جگہ پر رکھنا ان کے خیال میں وقت کا ضائع کرنا اور ثقاہت کے خلاف ہے۔ یہ انیسویں صدی کا دور ہے جس میں اردو نہ صرف کافی صاف اور ہموار ہو چکی تھی۔ بلکہ غالب نے اس کو مانجھ کر اور صاف کر کے صیقل کر دیا تھا۔ تاہم مولانا کی اردو نثر میں کتنے ایک خطوط میں بالکل سادگی اور صفائی ہے۔ ہم مولانا کے مکتوبات میں سے ایک مکتوب بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ایک خط میں منشی محمد قاسم نے۔ مولانا محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند کے انتقال کا حال پوچھا ہے۔ مولانا ان کے جواب میں لکھتے ہیں۔

> در تم نے حال انتقال جناب مولانا محمد قاسم مرحوم کا پوچھا ہے۔ مولوی صاحب سہارن پور تشریف لے گئے تھے کسی قدر طاقت آگئی تھی۔ وہاں معمولی صفرا کا دورہ ہوا اور اس میں درد ذات الجنب بھی جب یہاں خبر ہوئی اسی وقت جا کر لے آئے۔ حرکت راہ سے درد نے شدت کی۔ یہاں تک کہ سانس بند ہو گیا۔ ناچار فصد لی۔ درد کو تخفیف ہوئی۔ رات کو پھر درد نے عود کیا۔ کچھ تدبیر کارگر نہ ہوئی اگلے روز کچھ طبیعت اصلاح پر آئی۔ ایک طبیب دہلی سے آتے تھے۔ انہوں نے کوئی مفرح اور کوئی کشتہ دیا۔ اس سے کچھ قوت تو نفع ہوا۔ مگر بخار کو شدت آگئی۔ پہلے ایک مسہل ہوا تھا اور اس کا نفع معلوم ہوا اس پر پھر مسہل کی رائے ہوئی مسہل دیا کچھ دن چڑھے تک ہوش رہا دو دست آئے۔ دوپہر کے قریب بے ہوشی نے غلبہ کیا اور دست بند ہو گئے۔ حرارت کی شدت تھی، اس وقت شربت وغیرہ دیا نفع نہ کیا بلکہ نفخ ہو گیا اور بے ہوشی ایسی ہوئی کہ نماز ظہر ادا نہ ہو سکی یہ منگل کا دن تھا۔ شام کو حالت نزع

کی سی ہوگئی۔ مگر پھر سانس درست ہوگیا یہ دورہ مرض کا تھا۔ رات بھر وہی کیفیت رہی اور بدھ کا تمام دن یہی حالت رہی۔ زبان بند ہوش مطلقاً مفقود البتہ سانس کے ساتھ پاس انفاس جاری۔ جمعرات کی صبح کو پھر فصد لی، سینگیاں لگائیں، اقسام علاج کئے مگر کچھ نفع نہ تھا۔ بدھ کے روز تشنج ہوا۔ آج (جمعرات کو) اس کی صورت لرزے کی سی ہوگئی۔ آخر بعد ظہر قریب تین بجے بروز جمعرات (بتاریخ ۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۵ اپریل سنہ ۱۸۸۰ء) رخصت ہوئے۔ ہم سب لوگ نماز کو گئے تھے اندر اول زنانہ تھا۔ پھر کچھ آدمی پہنچ گئے تھے کہ یکایک بلغم بول کر بلغم کی قے آئی اور سانس لمبا ہو کر منقطع ہوگیا جب ہی سے تجہیز و تکفین کا فکر کیا۔ بعد عصر نماز جنازہ ہوئی۔ بعد مغرب دفن کیا اور میرا حال کیا پوچھتے ہو۔ یہ صدمہ جانکاہ ایک جہان کو ہے۔ میں تو سخت دل سخت جان آدمی ہوں کسی کے مرنے کا رنج بہت نہیں ہوتا۔ مگر اتنا غم کسی کا نہیں ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اب زندگی تلخ ہوگئی۔ دو دن بعد (۶ جمادی الاول سنہ ۱۲۹۷ھ کو) جناب مولوی احمد علی صاحب کا انتقال ہوگیا۔ کئی ماہ سے بیمار تھے یہ سہارن پور کے رہنے والے محدث اور فقیہ مشہور تھے۔ ہمارے استاد تھے۔ بخاری و مسلم کتابیں حدیث کی دہلی میں۔ میرٹھ میں انہوں نے چھاپی ہیں۔ نہایت مشہور بڑے عالم تھے اور مولوی عبدالحیٔ لکھنؤ کے مشہور عالم ہیں مگر ان کی خبر انتقال غلط معلوم ہوئی۔ مولوی لطف اللہ صاحب لکھنوی کا انتقال ہوا یہ دھوکہ ہوگیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ جہان گزران جائے مقام نہیں آدمی کمربستہ رہے۔ جب کام درست ہو۔ اللہ تعالیٰ استقامت نصیب کرے۔ ۲۳ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ (مکتوبات یعقوبی)

مولانا کا مکتوب آپ کے سامنے ہے آپ ہی سوچئے کہ اس خط کی نثر کتنی سادہ بے تکلف اور بے تصنع ہے۔ زبان میں گھلاوٹ۔ الفاظ ہلکے پھلکے عبارت رواں، فصیح و بلیغ اور قلم برداشتہ ہے اظہار مطالب پر پوری قدرت، واقعۂ وفات اور حالت مرض کی کیا اچھی محاکات ہے۔ سرسید جو اس دور کے سادہ اور سہل نویس ہیں۔ ان کی کسی نثری عبارت سے مقابلہ کر لیجئے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب کے مکتوب کا یہ نثری ٹکڑا بہتر ہی ہوگا۔ حضرت مولانا جب پہلے حج کو براہ پنجاب و سندھ کراچی پہنچے تو جہاں انہوں نے اس سفر کی پوری ڈائری لکھی ہے جیسا کہ حج کے بیانات میں گزرا۔ وہاں مولانا نے بعض سفری جغرافیائی حالات علیحدہ لکھے ہیں جو بیاض میں درج ہیں۔ ہم وہاں سے اردو نثر کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ مولانا نے لدھیانے کا نقشہ بایں الفاظ کھینچا ہے:

> "لدھیانہ بہت اچھا شہر ہے۔ ہر قسم کی اجناس وہاں دستیاب ہوتی ہیں علی الخصوص پشمینے کا وہاں کارخانہ ہے۔ فیروز پور بڑا شہر ہے۔ مگر لدھیانے کی نسبت وہاں اجناس بہت کم ملتی ہیں اور چھاونی

سے شہر کچھ فاصلے پر واقع ہے مگر چھاؤنی کچھ چنداں آباد نہیں۔ بخلاف انبالے کی چھاؤنی کے۔ باوجودیکہ شہر سے چار پانچ کوس ہے مگر نہایت پررونق۔ لاہوری نمک اس ملک میں بکثرت ملتا ہے اور سانبھر (سمندری نمک) کم۔ لدھیانے میں گڑ بہت اچھا ملتا ہے۔ وہاں سے آگے پھر مٹھائی اچھی نہیں ملتی۔ اور جفت پاپوش پنجابی جتنے خوش وضع لدھیانہ اور اس کے اطراف میں ملتے ہیں۔ ایسے آگے نہیں ملتے۔ لدھیانے میں پنجابی لنگیاں بہت اچھی ہوتی ہیں۔" (بیاض ص۱۴۳)

مولانا کی نثر کا یہ ٹکڑا کس قدر سادہ، رواں، برجستہ اور فصاحت سے لبریز ہے کہ اس سے زیادہ اچھا اور لدھیانے کی جغرافیائی پوزیشن کے بیان کا بہتر انداز اور کیا ہو سکتا ہے۔ فیروزپور کے گھاٹ سے کشتی کے ذریعہ سکھر کی طرف روانگی کے بارے میں مولانا اپنی کشتی اور اس میں مردوں اور عورتوں کی نشستوں اور آرام گاہوں کے متعلق لکھتے ہیں:

" ہماری کشتی جس میں ہم سوار ہوئے ہیں۔ تین گز عرض اور دس گز طول (کی) بیچ میں ایک نالی قریب گز بھر کے پانی نکالنے کے لئے بنی ہوئی ہے اور اس کے ایک جانب کوئی چار گز طول اور تین گز عرض میں مردانہ مکان مقرر کیا اور اس میں بارہ آدمی کے لیٹنے کی گنجائش اس طرح نکلی کہ اسباب کو ایک دو بلیاں کر ایک پہلے سے لگی ہوئی تھی اور ایک ہم نے لگائی، ان پر لگایا اور ایک دو بانس چھت میں لگا کر ایک جانب ایک مختصر ٹانڈ بنایا۔ اس پر بعضا ہلکا اسباب رکھا اور کپیاں گھی اور تیل کی چھپر میں اور ٹلیوں میں لٹکا دیں اور نالی چھوڑ کر باقی ۵ گز سے کچھ زیادہ طول میں (زنانہ) مکان (حصہ) تھا جس میں پندرہ عورتیں اور چھ بچے شیر خوار اور تین لڑکے دس گیارہ برس کی عمر کے لئے جگہ مقرر ہوئی اور کشتی میں نہایت آسائش ہے اور سفر بہت آسان مگر جگہ کی گنجائش شرط ہے۔ حتی المقدور زیادتی کرایہ پر لحاظ نہ کرے جتنے آدمی کم ہو سکیں اتنی خوبی ہے۔ یہ کشتی ایک سو تیس روپیہ کو کرایہ ہوئی۔" (بیاض ص۱۴۵)

کشتی کی کیفیت اس کا طول و عرض، درمیان میں نالی، سامان کے لٹکانے کی کیفیت، مردانہ اور زنانہ حصوں کی صورت حال کو جس اردو عبارت میں مولانا نے ادا کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے اگرچہ عبارت چست نہیں جیسی کہ پہلی ہیں مگر بے ساختگی میں کشتی کی جو کیفیت لکھی ہے۔ وہ اپنی جگہ کامیاب ہے۔ عبارت سادہ ہے۔ کہیں کہیں الفاظ کی ترتیب اور جملوں کی ترکیب میں جھول ہے۔ مگر پھر بھی عبارت سادہ اور بے تکلف ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریر کشتی میں بیٹھ کر لکھی ہے۔ اب ہم مولانا کے نثری قطعات میں سے سوانح قاسمی کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں، مولانا محمد یعقوب صاحب، مولانا محمد قاسم صاحب کی تعلیم و تحصیل کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں۔

> „جب والد مرحوم (مولانا مملوک علی صاحب) حج سے تشریف لائے اور وطن آئے۔ تب مولوی (محمد قاسم) صاحب سے کہا کہ میں تم کو ساتھ لے جاؤں گا۔ بعد اجازت والدہ کے دہلی روانہ ہوگئے۔ ذی الحجہ ۱۲۵۹ھ کے آخر میں وطن سے چلے اور دوسری محرم ۱۲۶۰ھ کو دہلی پہنچے۔ چوتھی کو سبق شروع ہوئے۔ مولوی صاحب نے کافیہ شروع کیا اور احقر نے میزان اور گلستان۔ والد صاحب مرحوم نے میرے ابواب کا سننا اور تعلیلات کا پوچھنا ان کے سپرد کیا۔ یاد ہے کہ مولوی (محمد قاسم) صاحب سب میں عمدہ رہتے تھے۔ اسی زمانے میں ہمارے مکان سے قریب مولوی نوازش علی کی مسجد میں طالب علموں کا مجمع تھا۔ ان سے پوچھ پاچھ اور بحث شروع ہوئی۔ مولوی (محمد قاسم) صاحب کی جب باری آتی سب پر غالب آتے اور جب گفتگو ہوتی اس میں مولوی صاحب کو غلبہ ہوتا۔ بلکہ ہم میں سے جو کوئی مغلوب ہوتا مولوی صاحب سے مدد چاہتا یا مولوی صاحب خود اس کو مدد دیتے۔ پھر تو مولوی صاحب ایسے چلے کہ کسی کو ساتھ رہنے کی گنجائش نہ رہی۔ یہ معقول (منطق و فلسفہ) کی کتابیں میر زاہد، قاضی، صدرا، شمس بازغہ ایسا پڑھا کرتے تھے جیسے حافظ منزل سناتا ہے۔ کہیں کہیں کوئی لفظ فرماتے جاتے اور ترجمہ تک نہ کرتے۔ والد صاحب کے بعض شاگردوں نے کہا بھی کہ حضرت یہ تو کچھ سمجھتے نہیں معلوم ہوتے۔ جناب والد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ میرے سامنے طالب علم بے سمجھے چل نہیں سکتا۔ اور واقعی ان کے سامنے بے سمجھے چلنا مشکل تھا۔ وہ طرز عبارت سے سمجھ لیتے تھے کہ یہ مطلب سمجھا ہوا ہے۔ یا نہیں (سوانح قاسمی مصنفہ مولوی محمد یعقوب ص۸)"

مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کی یہ اردو نثر کا ٹکڑا جو ہم نے سوانح قاسمی سے لیا ہے اپنی سلاست بے ساختہ پن، سادگی، فصاحت و بلاغت، روانی اور واقعے کی تصویر کھینچنے میں لاجواب ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰ویں صدی کے وسطی دور کا کوئی انشا پرداز انشائے اردو کے موتیوں کی لڑیاں پرو رہا ہے۔ ان اردو نثروں سے مولانا کی انشا پردازی کا اندازہ لگانا آسان ہے۔ نثر کے سلسلہ میں، ہم ایک اور عبارت سوانح قاسمی کو پیش کرتے ہیں جو مولانا کی اردو نثر کا شاہکار ہے۔ ایک موقعہ پر ۱۸۵۷ء کے ہنگامۂ آزادی کے ذیل میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت استقلال اور بے باکی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

> „اس طوفان بدتمیزی سے سب لوگ گھبراتے تھے لیکن ہم نے مولانا محمد قاسم کو کبھی گھبراتے نہیں دیکھا خبروں کا اس وقت چرچا تھا۔ جھوٹی سچی ہزاروں گپ شپ اڑا کرتی تھیں مگر مولوی صاحب اپنے معمولی کام بدستور انجام فرماتے تھے۔ چند بار مفسدوں سے مقابلے کی نوبت آگئی اللہ رے مولوی صاحب ایسے ثابت قدم کہ تلوار ہاتھ میں اور بندوقچیوں کا مقابلہ۔ ایک بار گولی چل رہی تھی یکایک

> سر پکڑ کر بیٹھ رہے۔ جس نے دیکھا جانا کہ گولی لگی ہے۔ ایک بھائی دوڑے پوچھا کیا ہوا۔ فرمایا کہ سر میں گولی لگی۔ عمامہ اتار کر سر جو دیکھا تو کہیں گولی کا نشان تک نہ ملا اور تعجب یہ کہ خون سے سارے کپڑے تر مگر حفاظت الٰہی بر سر تھی کچھ اثر نہ ہوا۔ اس زخم کی خبر بعض دشمنوں نے جو سنی تو سرکار میں مخبری کی کہ تھانہ بھون کے فساد میں شریک تھے حالانکہ مولانا فسادوں سے دور تھے۔ ملک و مال کے جھگڑے اگر سر رکھتے تو صورت ہی کیوں ہوتی کہیں کے ڈپٹی یا صدر الصدور ہوتے۔ (سوانح قاسمی ص۱۸-۱۹)

سوانح کی یہ عبارت مذکورہ عبارتوں کی اردو نثروں سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ ہے اگر اس نثر کو سہل ممتنع کہنے میں مضائقہ نہو تو مولانا کی نثر کا یہ حصہ یقیناً سہل ممتنع نہایت صاف، شستہ، سادہ، بے تکلف۔ رواں اور چست ہے۔ جہاں تک گولی لگنے کا تاریخی واقعہ ہے تو یہ صحیح ہے کہ شاملی کے جہاد میں آپ کی کنپٹی پر گولی لگی تھی، مگر یہ آپ کی کرامت تھی کہ کپڑے خون میں تر تھے اور زخم کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اللہ رے کرامت۔ ہم نے مولانا کی نثر سے جو عبارتیں پیش کی ہیں۔ ان میں سے بعض انشا نگاری یعنی خط نویسی سے متعلق ہیں اور بعض تصنیفی نثر سے۔ اردو نثر کی یہ تحریریں قاری کو رائے قائم کرنے کے لئے تنقید کا بہترین سامان فراہم کر سکتی ہیں۔ اس لئے طوالت کے پیش نظر ہم اردو نثر کے سلسلہ کو ختم کرنے سے پہلے مولانا کی نثر کا ایک ٹکڑا اور پیش کرتے ہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب کی روحانی بلندی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ــ

> "باوجودیکہ کشف تام تھا مگر کبھی زبان سے کچھ نہ فرماتے تھے۔ ادنیٰ ادنیٰ اہل نسبت کے پاس بیٹھنے سے اثر ہوتا ہے مگر مولانا کا یہ ضبط تھا کہ کبھی کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ ایک بار مولوی (محمد قاسم) صاحب نے میرٹھ میں مثنوی مولانا روم پڑھانی شروع کی۔ دو چار شعر (سبق کے) ہوتے اور عجیب و غریب مضامین بیان ہوتے۔ ایک صاحب کہ کچھ رنگ باطنی رکھتے تھے (درس) سن کر یہ سمجھے کہ یہ تبحر علمی کا اثر ہے اور چاہا کہ کچھ مولانا کو فیض باطنی دیا جائے درخواست کی کہ کبھی تنہا ملئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے کار چھاپہ خانے کا اور پڑھانا طلبا کا رہتا ہے۔ تنہائی کہاں۔ آپ جب چاہیں تشریف لائیں۔ وہ صاحب ایک روز تشریف لائے اور کہا کہ آپ ذرا میری طرف متوجہ ہوں اور خود آنکھ بند کر کے مراقب ہوئے۔ مولانا سبق پڑھا رہے تھے۔ سبق البتہ موقوف کر دیا۔ مگر مولانا محمد قاسم کی کبھی آنکھ کھلی اور کبھی قدرے بند۔ انکی طرف متوجہ ہوئے ان کا یہ حال ہوتا تھا کہ کبھی قریب گرنے کے ہو جاتے تھے اور پھر سنبھل بیٹھتے تھے کچھ دیر معاملہ یہ رہا پھر وہ اٹھ کر نیچی نگاہ کئے چلے گئے پھر بہت معذرت کی (سوانح قاسمی مولانا محمد یعقوب ص۱۶-۱۷)

مولانا کی اس عبارت میں وہی سادگی، بے تکلفی اور خطابت کا سا رنگ ہے گویا لکھ نہیں رہے ہیں۔ بلکہ باتیں کر رہے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب مولانا محمد قاسم صاحب کے درس مثنوی کے بھی شاگرد تھے،

اُردو شاعری

مولانا نے اردو شعر و سخن میں، جہاں تک ہماری تحقیق کی رسائی ہے کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا اور اس فن کو اپنے لئے کوئی خصوصی صفت سمجھ کر حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں دی۔ اس لئے سلسلہ شعر و سخن میں ان کے لئے کسی کو استاد بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب صرف یقین کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ آپ نے جو کچھ نظم و غزل کا شوق فرمایا وہ شاعری کے خداداد فطری ذوق کے ماتحت تھا اور یوں تو آپ کے ہم عصروں میں الا ماشاء اللہ سب ہی شاعر تھے اگرچہ شاعری ان کا بھی مقصود زندگی نہ تھا۔ بس اتنا ہی شغل تھا کہ کبھی جب دل میں کسی اثر نے ولولہ پیدا کیا تو اس نے شعر کی شکل اختیار کر لی

مولانا کے والد محترم جناب مولانا مملوک علی صاحب خود بھی بہترین شاعر تھے۔ اس لئے مولانا محمد یعقوب صاحب کے ماحول نے ان کو شعر و سخن کی طرف مائل کیا۔

تخلص

ابتدائی صفحات میں ہم نے آپ کے تخلص کا اظہار کیا تھا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ آپ نے اپنا تخلص گمنام کیوں رکھا ورنہ اس جماعت کے پہلے دور کے شاعر علما یا تو اپنا نام ہی استعمال کرتے تھے اور یا پھر تخلص ہی نہ رکھتے تھے۔ حاجی امداد اللہ صاحب امداد اور مولانا محمد قاسم صاحب قاسم ہی تخلص کرتے تھے۔ لیکن مولانا محمد یعقوب صاحب نے تخلص کے لئے شاعرانہ شان کے برعکس کوئی اسم استعمال کیا تو وہ گمنام اختیار کیا۔ گزشتہ شعر میں آپ نے ان کا تخلص دیکھا ہے۔ لکھتے ہیں۔ ؎

یا فرشتے کا بھی جس جا پہ پھسلتا دیکھا　　ہم نے گمنام وہاں پاؤں جمائے اپنے

شاعری کا رنگ

آپ کی شاعری خالص اسلامی شاعری ہے۔ کیونکہ آپ کا جس قدر کلام ہے اس میں حمد و نعت، مدح مرشد، شوق دیدار الٰہی، شوق زیارت حرمین یا معرفت کے سوا اور کچھ نہیں، غزل میں بھی معرفت کا ہی جلوہ نظر آتا ہے اور بات تو وہی ہے جس کا تذکرہ میں ابھی کر چکا ہوں۔ کہ ان صاحبان کا معاملہ فن شعر کے ساتھ ایک زائد اور دور از کار کا سا معاملہ تھا۔ کبھی کوئی محرک سامنے آیا اور بے ساختہ پن میں، فن شعر کا لحاظ رکھے اور کانٹ چھانٹ کئے بغیر جو کچھ قلم کی زبان پر آتا چلا گیا لکھ دیا۔ لیکن ان تمام خیالات کے باوجود ان کے کلام سے فن شاعری کا پتہ چلتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ان کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مختلف عربی، فارسی اور اُردو شعرا کے دیوان دیکھے ہیں۔ اپنے ایک خط بنام منشی محمد قاسم میں لکھتے ہیں۔ ۱

درمیاں اشعار دیوان حافظ اور مثنوی وغیرہ اور شعرا میں سے خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ، سودا ذوق کا دیوان لے کر کچھ اشعار متفرق لے لو (مکتوبات یعقوبی ص۱۱۲)

مولانا کا مقصد مذکورہ اشعار میں تصوف اور معرفت کا کلام ہے۔ چنانچہ حافظ، مثنوی اور خواجہ میر درد کا اکثر کلام اسی معنی میں ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کو مذکورہ شعرا کے کلام سے دلچسپی تھی اور مثنوی مولانا روم تو آپ کی جان تھی۔

ذوق شعری آپ کے مکتوبات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بہت سے اردو اور فارسی کے منتخب اشعار یاد تھے۔ یہ ان کے ذوق کی دلیل ہے۔

ذخیرۂ شعری آپ کی شاعری کا مجموعہ جو ہمارے سامنے ہے وہ حسب ذیل تفصیل کے ساتھ بیاض یعقوبی سے معلوم ہوا ہے اس بیاض میں۔

۱۔ ایک قصیدہ میمیہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ محبت اور عشق کا نتیجہ ہے اس قصیدے کے (۲۴۵) اشعار ہیں۔ (۲) ایک اور قصیدہ نعتیہ ہے جس کے (۲۲) اشعار ہیں۔

۳۔ ایک اور مدحیہ قصیدہ ہے جو اپنے مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کی شان میں ہے جس کے دو سو تین اشعار ہیں۔

۴۔ ایک غزل عشق حقیقی میں ہے جس کے چھیاسی (۸۶) اشعار ہیں۔

۵۔ ایک اور غزل توحید میں ہے جس کے دس اشعار ہیں۔

۶۔ ایک اور غزل توحید پر ہے جس کے پندرہ اشعار ہیں۔ اسکے علاوہ اور چار اشعار توحید میں ہیں

۷۔ ایک شجرۂ بیعت ہے جس کے پچیس (۲۵) اشعار ہیں یہ تو اردو شاعری کا مجموعہ ہے۔ جو بیاض یعقوبی میں درج ہے لیکن فارسی اشعار کی تعداد یہ ہے۔

فارسی کلام ۱۔ حج بیت اللہ کے زمانہ میں سفر مدینہ کے دوران میں نعتیہ اور عشقیہ اشعار تیرہ (۱۳) ہیں جو فارسی زبان میں ہیں۔

۲۔ اسی طرح ایک اور فارسی نعت کے اشعار کی تعداد نو (۹) ہے۔

۳۔ فارسی میں منظوم شجرہ قادریہ پچاس (۵۰) اشعار پر مشتمل ہے۔

۴۔ فارسی کے چند قطعات ہیں۔

۵۔ چند فرد اشعار فارسی میں ہیں

۶۔ دو تین فارسی رباعیاں ہیں۔

ہمارے خیال میں صرف یہ قطعات، فرد اور رباعیاں باباطاہر عریاں کی ہیں۔ ان سے اول میں از بابا رحمۃ اللہ لکھا ہے

عربی کلام مولانا نہ صرف اردو اور فارسی کے ہی شاعر ہیں بلکہ عربی زبان میں بھی بے تکلف لکھتے ہیں۔ چنانچہ بیاض یعقوبی میں آپ کے اپنے لکھے ہوئے عربی کے نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے روضۂ اقدس پر پڑھے ہیں یہ کل چھ شعر ہیں۔ البتہ قصائد قاسمیہ میں سلطان عبدالحمید خاں خلیفۂ ترکی کی شان میں ایک طویل قصیدہ عربی زبان میں ہے۔ جس کو ہم آخر میں درج کر رہے ہیں اس کے سوا آپ کا کلام ناپید ہے۔

اصناف سخن ان اشعار میں صنف شعر کے لحاظ سے اگر نظر ڈالی جائے تو قصیدہ، نعت، حمد، غزل رباعی، قطعہ۔ فرد وغیرہ مختلف اصناف ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو صنف سخن پر قدرت اور بصیرت حاصل تھی۔ پھر نہ صرف اصناف بالا میں ہی ذوق تھا۔ بلکہ تاریخ نکالنے میں بھی آپ کو خوب مہارت حاصل تھی۔ چنانچہ ایک مکتوب بنام منشی محمد قاسم صاحب نیانگری میں لکھتے ہیں۔

> "مکان کی تعمیر کا حال معلوم ہوا جی خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور موضع برکت وخیر اور جائے عبادت وتقویٰ کرے اور مدام آباد رکھے۔ تم نے قطعۂ تاریخ کو لکھا تھا۔ ایک بے جوڑ سا مضمون تاریخ کے چار مصرعہ میں سر دست بھیجتا ہوں۔ اب فکر شعر گم ہے اور طبیعت لگتی بھی نہیں اگر کچھ حسب حال کوئی بیت ہو جائے تو یاد کرنا اور لکھنا کہاں (نصیب) بالجملہ وہ چار مصرعے یہ ہیں"

میاں قاسم نے اپنے رہنے کو   کیا مکاں یہ بنایا ہے انمول
پھر تاریخ یہ اشارہ ہوا   برکت کی ہے جائے خوبی لول

(مکتوبات یعقوبی ص۱۱۶-۱۱۷)

ان مصرعوں میں فن شاعری سے بحث نہیں بلکہ تاریخ نکالنے کے فن میں مولانا کی طبیعت کا انداز معلوم کرنا ہے کہ مکان کی تاریخ کے زمانے میں آپ کی طبیعت شاعری کی طرف بالکل مائل نہ تھی یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے مصرعوں میں جان نہیں البتہ تاریخ ضرور ہے۔ آپ نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ کی جو تاریخ وفات لکھی ہے اس کا ذکر فرماتے ہیں۔

> "بعد انتقال جناب مولوی صاحب بہت سی تاریخیں اکثر صاحبوں نے نکالیں سب کا یہاں ذکر کرنا طول ہے ان میں دو مادے پسند احقر ہوئے ہیں ان کا ذکر کرتا ہوں ایک خود احقر نے نکالا ہے "کیا چراغ گل ہوا" اور اس کو نظم بھی کیا ہے۔ کئی طور پر" (سوانح قاسمی ص۳۲، ۱۲۹۷ھ)

مولانا محمد قاسمؒ کی تاریخ وفات جو مولانا نے نکالی ہے وہ تاریخ نکالنے کے فن میں پوری مہارت کا پتہ دیتی ہے پھر اس تاریخ کو آپ نے اپنے اشعار میں کئی طرح سے نظم فرمایا ہے جیسا کہ

مذکورہ عبادت بتاتی ہے۔ لیکن یہ تاریخی اشعار بیاض یعقوبی میں موجود نہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی شاعری کا کافی حصہ ضائع ہو چکا ہے۔

ترجمہ اشعار میں

مولانا محمد یعقوب صاحب کے مکتوب ۱/۶ بنام منشی محمد قاسم صاحب نیانگری سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بعض حدیثوں اور قرآن کریم کی آیتوں کا آپ نے رباعیوں اور اشعار میں ترجمہ کیا ہے یا ان کے مضامین کو اپنے اشعار میں ادا فرمایا ہے۔ چنانچہ اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں۔

”دل بدست آور کہ حج اکبر ست“ اس سے مراد اہل اللہ کا دل ہے۔ احقر نے ایک رباعی میں یہ مضمون کہا ہے۔ ؎

جس کو نہ سما سکا ہو یہ ارض و سما   اس جائے میں کس طور سے وہ جائے سما
گمتام یہ بھید اور کچھ ہے ورنہ   اک مضغۂ گوشت کی حقیقت ہی کیا

یہ ترجمہ ہے حدیث قدسی کا لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن۔ یعنی نہیں وسعت رکھتے ہیں میرے لئے میری زمین اور میرا آسمان مگر وسعت رکھتا ہے میری۔ میرے بندۂ مومن کا دل۔ مومن سے مراد کامل ہے اور یوں یا جنت رسانی ہر دل کی اچھی ہے۔ یہاں تک کفار، فجار اور سگ و خوک تلک کی“ (مکتوبات ص۱۱۸ ص۱۱۹)

اس رباعی میں ترجمۂ حدیث قدسی سے مولانا کا فن شعر گوئی سے شغف تو نہیں لیکن ذوق ضرور معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ شعر گوئی کا ایسا مذاق ایسے امور میں جہاں طبیعت خود بخود راہ پاتی چلی جائے ضرور تھا۔ اب ہم آپ کے سامنے آپ کا کلام پیش کرتے ہیں۔ اور مذکورہ قصائد غزلیات قطعات وغیرہ میں سے منتخب اشعار قاری کی ضیافت طبع کے لئے لکھتے ہیں۔ مولانا کی نظم پڑھئے

نظم

دیدہ جویائے دید ہے ہر دم   آہ حسرت مزید ہے ہر دم
چشم بر راہ گوش بر آواز   بے سبب انتظار کے انداز
کس کی حسرت کروں رہا کیا ہے   غم کروں کا ہے کا گیا کیا ہے
آہ باقی ہے کا ہے کی امید   چشم یعقوب ہوگئی ہے سفید
بوئے یوسف کہیں سے آجائے   جس سے چشم سفید کھل جائے

نہیں آتے بہت ہوئی دوری   کب تلک یہ رہے گی مہجوری
کام بنتا نہیں کوئی ہم سے   ربط رہتا ہے درد اور غم سے
کوئی صورت نہیں یہاں ظاہر   جس سے ہو کچھ تسلی خاطر
کوئی مشفق کہ چارہ ساز رہے   کوئی محبوب جاں نواز رہے
جب یہ سب کچھ نہیں تو اے گمنام   کیا عجب ہے کہ تو رہے ناکام

شاعر عشق حقیقی میں مبتلا ہے۔ محبوب کی حریم ناز تک رسائی چاہتا ہے۔ اس کو اس کی تلاش ہے اور اس کی جدائی شاق ہے۔ جذبۂ بے اختیار شوق میں بیتاب ہے لیکن ایک دم مایوسی سے دوچار ہوتا ہے اور اپنی ناکامی کا اعلان کر دیتا ہے۔ اشعار میں درد، مایوسی، اور شوق طلب کے علاوہ روانی، سادگی اور سلاست ہے۔ مذکورہ بالا نظم کے بعد کے اشعار بھی ملاحظہ کیجئے۔ بقیہ نظم

کہتے ہیں یاس کو کہ راحت ہے   کیا ہے راحت کہ اک جراحت ہے
پھر وہی اضطراب دل کا ہے زور   ایک سینے میں پھر مچا ہے شور
پھر بہار آئی اے جنوں خوش ہو   موسم گل ہے جوش خوں خوش ہو
اے جنوں عقل سے رہائی دے   دستگیری کر اور ثواب تو لے
عقل کی قید سے ہو آزادی   کب تلک عقل کا ہوں فریادی
فکر سے ہر گھڑی کے ہو آرام   خواہ ہوں کامیاب یا ناکام
یہ تردد تو ہر گھڑی کا نہ ہو   یہ تماشا تو پھر کسی کا نہ ہو
ہاں خبر لے شتاب سن فریاد   حد سے گزری ہے عقل کی بیداد
کر گریباں کو تار تار تمام   سر سے اترے یہ بار ننگ و نام
خاک پر لوٹ، خاک منہ پر مل   خاک پر خاک، خاک سے مل دل
سینہ کر دے خراش ناخن سے   دل کو کر پاش پاش ناخن سے
چشم جاری جو کر دے چشمۂ خوں   مصرع عشق خوب ہو موزوں
باندھ دے تار اشکباری کا   گرم بازار بے قراری کا
آہ کرنے سے ربط ہر دم ہو   ضبط کا کام دمبدم کم ہو
آؤ گمنام بیٹھے تم کیا ہو
چل بھی دو کس کا راز افشا ہو

حالات حافظ محمد ضامن شہید ان کا سراپا اور مولانا کی قدرت کلام

اگر آپ مولانا محمد یعقوب صاحب کی نظم و شاعرانہ قدرت کا اندازہ لگانا چاہتے ہیں تو آپ مولانا کا وہ سراپا پڑھیے جو شاملی ضلع مظفر نگر یو۔ پی کے جہاد کے سپہ سالار حافظ محمد ضامن شہید پر مولانا نے لکھا حافظ صاحب، صاحب کشف و کرامت، صاحب ولایت، عاشق خدا، دریائے وحدت و معرفت میں غرق بزرگ تھے۔ جب کوئی قمری حق سرہ کہتی تو وجد میں تڑپ اٹھتے اور لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ آپ حضرت میانجی نور محمد جھنجھانوی (ضلع مظفر نگر) سے بیعت تھے۔ حاجی امداد اللہ صاحب، مولانا شیخ محمد محدث اور حافظ صاحب تینوں حضرات تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے۔ مسجد پیر محمد والی میں تینوں حضرات نے شریعت و طریقت کے دربار سجا رکھے تھے۔ ان تینوں میں بڑے حافظ محمد ضامن صاحب تھے۔ حاجی صاحب ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۴ء میں پیدا ہوئے اور حافظ صاحب دو تین سال بڑے ہوں گے۔ مولانا محمد محدث کی پیدائش ۱۲۳۰ھ کی ہے۔ قیاس کہتا ہے کہ حافظ محمد ضامن شہید ۱۲۲۵ھ اور ۱۲۳۰ھ کے درمیان پیدا ہوئے ہیں کیونکہ آپ مولانا محمد محدث تھانوی سے بھی عمر میں بڑے تھے۔ آپ معمولی تعلیمیافتہ تھے لیکن اذکار و اشغال، عبادات و ریاضت میں سب سے آگے تھے۔ تقویٰ اور طہارت میں بے مثال اور روحانیت میں بلند مقام پر تھے۔ ۱۸۵۷ء میں جب کمپنی کی انگریزی حکومت کے خلاف علم حریت بلند ہوا تو شاملی میں حاجی امداد اللہ صاحب کی امارت میں جہاد کیا گیا۔ حافظ محمد ضامن صاحب فوج کے سپہ سالار تھے اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولانا محمد قاسم صاحب میمنہ اور میسرہ پر متعین تھے۔ تا آنکہ حکومت کے بہت سے لوگوں کو قتل کر کے حافظ محمد ضامن شہید ہو گئے۔ آپ کی ناف کے نیچے گولی لگی یہ ۲۴ محرم ۱۲۷۴ھ پیر کا دن اور ظہر کا وقت تھا۔ آپ کی لاش تھانہ بھون لائی گئی اور وہیں دفن ہوئے۔ وقت شہادت کوئی ۴۵ سال کی عمر ہوگی مولانا محمد یعقوب صاحب نے حافظ صاحب کا سراپا اپنے اشعار میں لکھا ہے۔ ہم نے یہ اشعار رسالہ تذکرہ دیوبند نومبر ۱۹۶۲ء مولانا نسیم احمد فریدی کے مضمون سے لئے ہیں اور انہوں نے قلمی رسالہ مونس مہجوراں از حکیم ضیاء الدین رامپوری مہاجر مکہ سے نقل کئے ہیں۔

سراپا حافظ محمد ضامن صاحب شہید

حلیۂ پاک ان کا لکھے ہے قلم　　ہیں ید قدرت کے جو نادر رقم
صورت و سیرت میں وہ سب سے نبیہ　　حضرت فاروق کی بالکل شبیہ
قامت زیبا جو ہے طوبیٰ مثال　　اس کی صفت ہوگئی لکھنی محال
قد ہے وہ اسلام کا قائم علم　　جس کے ہوئے سر پہ سرو مہر ضم
قد متوسط ہے، نہ کوتہ دراز　　سامنے جس کے کرے طوبیٰ نیاز
چہرۂ پُر نور کا عالم ہے اور　　چاہیئے یاں دیدۂ حق بیں کو غور

یہ قلمی رسالہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے کتب خانے میں ہے۔ مصنف

نور خدا اس میں نظر آئے ہے   سامنے کیا برق ہو، شرمائے ہے
چہرۂ پر نور میں یوں ہے دمک   نور تجلی کی ہو جیسے چمک
چاند کہاں چہرۂ نیکو کہاں   چشم کہاں نرگس جادو کہاں
چشم نہیں نسخ کی یہ صاد ہے   صَلِّ عَلیٰ کیا عجب ایجاد ہے
بندۂ بیدام ہے بادام واں   صاد ہے یا صَلِّ علی کا نشاں
سرخی چشم اس کی جو یاد آئے ہے   آنکھوں سے یاں خوں ہی بہا جائے ہے
ابروؤں میں جو نہیں پیوستگی   اس میں ہے اک اور ہی دل بستگی
ان کے محاسن میں وہ چمکے عذار   شعلے کی جوں دود سیہ میں بہار
موج تبسم نے یہ عالم کیا   گوہر و مرجان کو بیدم کیا
لطف تبسم کا ہے لولو غلام   حلقہ بگوش اس کا ہے یاقوت نام
بات ہے کیا، بات پر اسرار ہے   بات ہے یا مطلع انوار ہے
رمز و کنایہ سے لطیفوں سے پُر   جیسے مرصع ہو کوئی سلک دُر
چہرے پہ چیچک کے جو دیکھو نشاں   قطرۂ شبنم گل تر پر عیاں
کیا کہوں ایسی ہے وہ گردن بلند   زلف کی پہنچے نہ جہاں تک کمند
عشق الٰہی میں جو ہمت بڑھی   سر کو عجب طرح کی گرمی چڑھی
تاب نہ تھی سر پہ ذرا رکھیں بال   دیتے تھے سر پر سے بلا اپنی ٹال
رکھتے تھے جو ہمت شیر خدا   کرتے ادا سنت شیر خدا
نعمت باطن کا خزانہ وہ دل   آتش عشق اس میں سدا مشتعل
سینے پہ کچھ بال سیہ میں نمود   ہیں یہ اسی آتش سوزاں کا دود
ہمت عالی کا کروں کیا بیاں   جس کے رہے زیر قدم آسماں

پشت کی توصیف سنی ہر کہیں
تکیہ جز اللہ، کسی پر نہیں

دیکھئے سراپا میں کس قدر شوکت اور زور ہے۔ تقریباً ہر شعر میں تشبیہ نے جان ڈال دی ہے۔ اس سراپا میں بالکل میر حسن کی مثنوی کا سا رنگ ہے۔ الفاظ کی جزالت اور معانی میں حلاوت و رفعت ہے۔ آنکھ کو خط نسخ کی صاد سے اور پشت کو توکل سے تشبیہات نادر ہیں۔

تذکرہ پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب جن کا ذکر خیر مولانا محمد یعقوب صاحب کے سلسلۂ بیعت میں بار بار آیا ہے اور آئندہ قصیدہ انہی کی مدح اور شان میں ہے اپنے دور یعنی ۱۸۰۰ء صدی عیسوی کے عظیم ترین روحانی بزرگ اور بلند مرتبہ شیوخ میں سے تھے۔ ہندوستان کے تقریباً ۵۰۰ جلیل القدر علماء جن میں مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی۔ مولانا محمد قاسمؒ صاحب، مولانا محمد یعقوبؒ صاحب، مولانا ذوالفقارؒ علی صاحب والد شیخ الہندؒ، مولانا محمد مظہرؒ صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارن پور، مولانا احمد حسنؒ صاحب امروہوی، مولانا فیض الحسن صاحب، مولانا اشرف علیؒ تھانوی۔ مولانا عبدالسمیعؒ صاحب رام پوری، مولانا احمد حسنؒ صاحب کان پوری، حاجی محمد عابدؒ صاحب دیوبندی اور دیگر سینکڑوں علما اور خواص و عوام حاجی صاحب کے حلقۂ بیعت میں داخل تھے۔ ان سے جو بیعت ہوا کندن بن گیا۔ پھر ہر مکتبۂ فکر کے صاحبان ان کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ ان کے دربار میں دیوبندیت، بریلویت اور اہل حدیثیت کا کوئی سوال نہ تھا۔ مرنجاں مرنج بزرگ تھے۔ مگر مریدین میں سب سے زیادہ مولانا رشید احمدؒ گنگوہی اور مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب کو زیادہ ترجیح دیتے تھے۔ ان تینوں میں سے بھی مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا محمد قاسم صاحب سے زیادہ عزیز تھے۔ حاجی صاحب اپنی کتاب ضیاء القلوب میں لکھتے ہیں۔ "ہرکہ بایں فقیر ارادت وارد مولوی رشید احمد مولوی محمد قاسم را بجائے من بلکہ از من فوق شمارند کہ ایشاں من و من ایشاں شدم" مولانا تھانوی رسالہ الہادی شعبان ۱۳۵۲ھ ملفوظ نمبر ۳۵ میں فرماتے ہیں "حاجی صاحب نے فرمایا تھا کہ ہر بزرگ کو ایک خاص لسان دی جاتی ہے میری لسان مولوی محمد قاسم ہیں" (حیات امداد ص ۵۵ مصنفہ انوار الحسن) غرض حاجی صاحب بہت بڑے اولیاء کرام میں سے صاحب کشف و کرامت تھے

پیدائش آپ کی پیدائش ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۴ء پیر کے روز قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور (یو۔پی) ہندوستان میں ہوئی جو آپ کی نانہال تھی۔ لیکن وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اس لئے فاروقی النسل تھے۔ بڑے بھائی کا نام ذوالفقار علی، منجھلے بھائی فدا حسین تیسرے خود اور چھوٹے بھائی بہادر علی اور بہن وزیر النساء تھی۔ والدہ کا نام بی بی حسینی بنت شیخ علی محمد صدیقی نانوتوی۔ سات سال کی عمر میں والدہ کی وفات ہوگئی پہلے قرآن کریم حفظ کیا جس کی تکمیل ۱۲۵۸ھ میں بعد ہجرت کی۔ سولہ سال کی عمر میں تقریباً۔

تعلیم ۱۲۴۵ھ میں مولانا مملوک علی صاحب کے ہمراہ دہلی کے سفر کا اتفاق ہوا اسی زمانے میں فارسی کی مختلف کتابیں پڑھیں اور کچھ علم صرف ونحو حاصل کیا۔ مولانا رحمت علی صاحب تھانوی سے تکمیل الایمان، شیخ عبدالحق دہلوی کی قرارت اخذ فرمائی (شمائم امدادیہ ص۹ بحوالہ حیات امداد مصنفہ راقم الحروف) بعدازاں مشکوٰۃ شریف کا ایک ربع قراءۃً حضرت مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی پر گزرانا حصن حصین اور فقہ اکبر از امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ قراءۃً حضرت مولانا عبدالرحیم نانوتوی سے اخذ کیا (امداد المشتاق از تھانوی ص۲ بحوالہ حیات امداد) اگرچہ آپ کا ظاہری علم تھوڑا لیکن علم لدنی سے بڑا حصہ ملا تھا۔ بڑے بڑے اہم مسائل علما آپ سے پوچھ کر حل کرتے تھے۔

بیعت ۱۵ سال کی عمر میں مولانا نصیرالدین صاحب نقشبندی، مجددی دہلوی سے جو شاہ محمد آفاق صاحب کے خلیفہ اور شاہ محمد اسحاق صاحب کے داماد تھے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی اور چند دن کے بعد خلافت اور خرقہ سے مشرف ہوئے (امداد المشتاق ص۲ بحوالہ حیات امداد ص۵۵) مولانا نصیرالدین کے انتقال کے بعد میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی سے جو اپنے زمانے کے شیخ کامل تھے بیعت کی اور نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ اور قادریہ چاروں سلسلوں میں اجازت حاصل کی۔ حاجی صاحب سنت کے بڑے پابند تھے۔ ہندوستان کے تمام لوگ آپ کے عقیدت مند تھے۔

جہاد آزادی ۱۸۵۷ء ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ شاملی ضلع مظفر نگر میں تحصیل پر جو جہاد ہوا اس کے آپ امیر تھے۔ یہ جہاد ۲۴ محرم ۱۲۷۴ھ کو پیر کے روز بوقت ظہر ہوا۔ قدرت کو ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت منظور تھی۔ اس لئے انگریزوں کو ظاہری فتح ہوئی۔ حاجی صاحب نے مکہ معظمہ کو ہجرت فرمائی۔ ذلقیعدہ ۱۲۷۹ھ میں مکہ معظمہ پہنچے۔ آغاز میں بڑی تکلیفیں اٹھائیں لیکن پھر راحت نصیب ہوئی۔ آپ کی ولایت کی وہاں شہرت ہوئی اور وہاں بھی آپ سے لوگوں نے بیعت کی اور حلقۂ ارادت وسیع ہوا۔ اس طرح آپ عرب اور عجم سب کے مسلمہ مرشد بن گئے۔ ساری عمر مکہ معظمہ میں گزار دی۔ آپ کی تین شادیاں ہوئیں لیکن اولاد سے محروم رہے۔ معنوی اولاد بے شمار تھی۔ آخر ۱۲ یا ۱۳ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ کو بروز بدھ صبح کی اذان کے وقت ۸۴ سال ۳ ماہ بیس دن کی عمر پاکر مکہ معظمہ میں وفات پائی اور جنت المعلیٰ کے مقبرے میں دفن ہوئے۔

زندگی اپنی ہے کہ خواب و خیال
کہ ہر اک آن اک نیا ہے حال
دل پژمردہ کیا شگفتہ ہو
تن کا ہیدہ خود ہے مثل خلال
کوئی سامان دین کا نہ بنا
پایا دنیا میں بھی نہ جاہ نہ مال
شکر ہے سینکڑوں سے بہتر ہوں
اب بھی جیسا بھلا بُرا ہے حال
آفریں تجھ پہ ہمت کوتاہ
طالب جاہ ہوں نہ طالب مال
درد دل کی ہوس رہے دائم
نہ کرامت طلب مقام نہ حال
دل سوزاں میں شعلۂ غم ہو
چشم گریاں کا شمع کا سا حال
تونے دامن پکڑ لیا ان کا
ایک عالم پہ جن کے ہیں افضال
ظاہر و باطن اتباع نبی
راہِ سنت پہ ہے قیام، کمال
اللہ اللہ، مرتبہ ان کا
اللہ اللہ ان کا جاہ و جلال
کچھ تو ہو جائے بہر حق امداد
میرا خالی پھرے نہ دستِ سوال
آستانے پہ کھینچ لو اپنے
پا شکستہ ہوں اور بے پر و بال
ایک قطرہ نصیب ہو مجھ کو
موجزن ہر کہیں ہے بحر نوال

مدح میں ان کے وہ پڑھوں مطلع
واہ وا، سن کے کہہ دیں اہل کمال

مظہر اللطف ملجأ الآمال
منبع الجود مطلع الافضال
اگر امداد[1] ہووے یا اللہ
ہو قوی جو ضعیف ہے فی الحال
عذر معذور کا یہ ہو مقبول
ہووے گمنام کا قبول سوال

اگرچہ یہ قصیدہ حاجی امداد اللہ صاحب کی شان میں ہے لیکن اس میں، دنیا اور دنیا والوں کی مذمت اور اپنی حالت زار پر افسوس اور پیر و مرشد سے اپنے درد دل کا اظہار ہے اس قصیدے کے دو سو تین اشعار ہیں اس کو آپ قصیدہ لامیہ کہیے۔

۲۔ دوسرا قصیدہ سرور کائنات رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے یہ قصیدہ میمیہ عشق رسالتمآب ﷺ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جو ۲۴۵ اشعار پر مشتمل ہے اسکا آغاز اور عنوان ہے

---

[1] حاجی امداد اللہ صاحب مرشد کی طرف اشارہ

قصیدہ میمیہ در نعت سیّد الابرار صلی اللہ علیہ وسلم

کہاں کہاں تو پھرائے گی گردش ایّام — کبھی تو پائے کہیں خاطرِ حزیں آرام
یہ اس طرح سے گزرتی ہے زندگی اپنی — کہ ایسے جینے کو ہے دونوں ہاتھ ہی سے سلام
اٹھا کے لاشِ دلِ مردہ کی وہاں پہنچوں — صدورِ مسندِ عزت سے تا ہوں کچھ احکام
نبی کریمؐ، رؤف و رحیم، معدنِ جود — شفیعِ عامؐ، شہِ انبیاء، رسل کے امام

پڑھوں میں نعت میں برجستہ مطلعِ زیبا
کہ جس کو دیکھ کے چکرائے گردشِ ایامؐ

ازل، ابد کا ہوا ذاتِ پاک پر ہے قیام — کہ دائرے کا ہے آغاز، پھر وہی انجام
یہ قرب ہے کہ ہوا ہی نہیں کسی کو نصیب — زباں آپ کی اور اس پہ ہے خدا کا کلام
شرف ہے حضرت عیسٰی کا امتی ہونا — ہے ان کی ذات پہ امت کے اولیا کا ختام
بشارت آپکے آنے کی پہلے دے دی تھی — اس ابتدا کی کریں گے وہ آن کر اتمام
بشارت آپکی سب انبیا نہ کیوں دیتے — کہ بوئے مشک کو لازم ہے یہ، کہ ہو نمّام
رسائی وصفِ معلّٰی تلک نصیب نہ ہو — تمام خلق سے ہوش و خرد اگر لوں وام
جہاں میں جو کوئی اعلیٰ ہو اس سے تم اعلیٰ — مقام جو ہو بلند اس سے تم بلند مقام
خدا کے بندۂ مقبول ابن عبد اللہ — مگر وہ عبد کہ ہو سیّد عبید تمام
ممانعت ہے کہ کوئی تمہیں خدا نہ کہے — اور اس کے بعد زبان و قلم کو اذن ہے عام
وہ کیا ہی آنکھیں تھیں جنکو نصیب تھا دیدار — ہماری آنکھوں کو حائل ہیں پردہائے خیام
تمہارے حق میں زمیں مسجد و طہور ہوئی — ہوا ہے رعب سے مفتوح روم سے تا شام
قدومِ پاک سے کانپے محل سلاطین کے — کہ خوف کھانے لگے جس سے مصر کے اہرام
جو نام پاک سنا تھا تو منہ کے بل گر کر — لیا تھا اپنے کلیجوں کو سب بتوں نے تھام
اطاعت آپکی بالکل اطاعتِ حق ہے — وَمَنْ يُّطِعِ میں کسی نوع کا نہیں ایہام
وہ کون ہے جو نہیں ذاتِ پاک کا خادم — مقامِ غار میں حاجب ہیں عنکبوت و حمام
ہجومِ فتنہ سے ہے تنگ نوبتِ اسلام — خدا کے واسطے اٹھئے بہت ہوا یہ منام
دھیان کیجئے کتنا زمانہ گذرا ہے — ذلیل ہوتے ہیں جو کوئی دین کے ہیں کرام

کوئی نہیں کہ بنے کوئی دستگیر آکر   خدا کے واسطے آکر کے لیجے دین کو تھام
خدا نے کی تھی جو کچھ سعی آپ کی مشکور   رہا ہے اس میں سے باقی نہ اب کہیں جز نام
نہیں ہے نام کو ایمان کا وجود کہیں   جو رہ گئی ہے وہ باقی ہے صورت اسلام
ہمارا ہاتھ ہے اور آپ کا سدا دامن   جبین ہم سے غلاموں کی، آپ کے اقدام
معاملات میں کچھ دین کا علاقہ نہیں   برائے نام جو کچھ ہیں تو ہیں صلوٰۃ وسلام
ابھی یہ کچھ ہے خدا جانے اور آگے کو   دکھائے گی ہمیں کیا کیا یہ گردش ایّام
یہ سچ ہے ہم نہیں لائق نگاہ عالی کے   مگر بجز درِ دولت کدھر کو جائیں غلام
ظہور سنت عالی ہو، دفع ہوں بدعات   جہاں کے جتنے ہیں سرکش وہ دین کے ہوں رام
وہ پھر ہو ملت اسلام کی جو عزت تھی   یہ خار دفع ہوں تازہ ہو گلشن اسلام
مبالغہ ہے نہ اغراق وصف عالی میں   ہے پست رتبۂ اعلیٰ سے ہر بلند کلام
یہی سبب ہے کہ مشہور جو سخنور تھے   جریرؔ جیسے. فرزدق ہے اور ابو تمام
گئے ہیں جان بچا اپنی ایسے کوچے سے   کہ اپنی فکر کو پاتے تھے اس جگہ ناکام
بنائے شعر ہے تخیّل اور مبالغے پر   کہ کہیئے جود و سخاوت میں بحر اور ضرغام
تو ایسے وصف نہ لائق ہیں شان عالی کے   بیاں سے بھی وہ باہر ہیں جو ہیں خلق عظام
خدا سے کم ہو خدائی سے تم زیادہ ہو   بڑا ہو، چھوٹا ہو، اچھا برا ہو، خاص ہو عام
صفائے ظاہر و باطن کہاں نصیب مجھے   کہ جس سے خدمت عالی کا باندھ لوں احرام
غرض ہم آپ کے ہیں جیسے کچھ بھی جو کچھ ہیں   خراب خستہ نکمّے، ادھورے اور کچ، خام
امید لطف و عنایات سے قبول کی ہے   برا بھلا یہ جو کچھ نعت میں ہوا ارقام

الٰہی بندۂ ناکارہ بے حقیقت ہوں
سدا خراب رہا اب بخیر ہو انجام،

مولانا کے طویل قصیدہ میمیہ شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہم نے جو کچھ اشعار منتخب کئے ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں ان کو پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعری کا ایک دریا ہے جو موجزن ہے اور اس زمانے میں قصیدہ نویسی کا جو انداز تھا وہ اس میں موجود ہے۔ مولانا کا نعتیہ قصیدہ اس قدر حقائق پر مبنی ہے کہ کیا مجال اس میں کسی قسم کی ناجائز اور حدود سے باہر کوئی صفت بیان کی گئی ہو۔

غزلیات

کاش پیدا نہ میں ہوا ہوتا   کاش شیدا نہ میں ہوا ہوتا
کاش ہوتا جو تھا وہ سب ہوتا   ایک رسوا نہ میں ہوا ہوتا
مرض عشق ہے نصیب اگر   کاش اچھا نہ میں ہوا ہوتا
دیکھتا شمع روئے یار کو اور   اس پہ پروانہ میں ہوا ہوتا
اور سب کچھ تو ہوتا اے گمنام
کاش پیدا نہ میں ہوا ہوتا

ہو رہا ہے ذرّہ ذرّہ آئینہ   عکس کے اس سے ہے برجا آئینہ
آئینہ میں اس کا رخ دیکھا کہ جب   نور رخ سے اس کے دیکھا آئینہ
آئینہ سے جلوہ فرما تو ہوا   یا ترے جلوے سے پیدا آئینہ
دل شکستوں کو میسّر دید ہے   ٹوٹ کر بنتا ہے دل کا آئینہ
آئینہ پر ہم کو کیوں آئے نہ رشک
حسن کا ہے اس کے شیدا آئینہ

آئینے کے مضمون میں شاعر نے جو تنوع پیدا کیا ہے وہ قابل داد ہے اور اس غزل کا چوتھا شعر تو بیت الغزل ہے اور حق یہ ہے کہ یہ شعر مولانا نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے:

غزل دیگر بتبدیل قافیہ

حسن سے ہوتا ہے باہم آئینہ   لطف اٹھاتا ہے یہ ہر دم آئینہ
حسن پر اپنے نہیں شیدا ہوئے   دیکھتے ہو جان من کم آئینہ
ہر گھڑی اس کا ہوا مدنظر   اس لئے رہتا ہے بے غم آئینہ
کیا ہوا ہے حال اس کی یاد میں
دیکھ لے اے چشم پُرنم آئینہ

ان دونوں غزلوں کو ملاحظہ فرمایئے انکے پڑھنے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو غزل کہنے پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ اور معنی میں تخیل کی پرواز بھی بلند تھی۔ آپ کے غزلیہ اشعار میں میر درد کی معرفت کا سا رنگ پایا جاتا ہے۔

فارسی ادب

اردو زبان کے علاوہ آپ فارسی نثر اور نظم پر بھی قادر تھے. آپ کا دور اگرچہ فارسی زبان کے زوال کا دور تھا لیکن اب بھی اس کا مقام اردو سے زیادہ سمجھا جاتا تھا. اس لئے اس عہد میں اہل علم فارسی میں لکھتے پڑھتے تھے. ان کی طرز تعلیم کچھ ایسی ہوتی تھی کہ فارسی کی مروجہ کتابوں کو پڑھ کر ان میں استعداد اور قابلیت پیدا ہوجاتی تھی. مولانا نے فارسی کی تمام مروجہ کتابیں اپنے وطن نانوتہ اور دہلی میں پڑھی تھیں اور اس میں کما حقہٗ لیاقت پیدا کی تھی.

فارسی نثر

آپ کی فارسی نثر کا ہمیں کوئی خاص حصہ نہیں مل سکا. بیاض یعقوبی میں مختلف قسم کی یادداشتیں فارسی میں لکھی ہوئی ملتی ہیں جن میں سے بعض تو ہم گزشتہ اوراق میں لکھ چکے ہیں. نیز بیاض میں جو نسخے درج ہیں. ان میں سے کتنے ہی نسخوں کی تراکیب فارسی عبارتوں میں ہیں. ان کے علاوہ ایک اور عبارت جو ہمیں وہاں سے ملی وہ ان کے اپنے دوسرے حج کے سلسلے میں ہے جس کو ہم حج کے بیان میں درج کرچکے ہیں. تاہم یہاں بھی اس کا درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں. لکھتے ہیں

„سنہ ۱۲۹۴ھ پنجشنبہ یکم ذلیقعدہ بحساب یکم شوال چہار شنبہ بعد نماز صبح از بمبئی روانہ شدہ بنواخت سہ بر مرکب دخانی رسیدیم و سامان لنگر برداشتن از نواخت دو، شد. بعد چہار لنگر برداشتہ روانہ شدیم. باز توقف کردہ باز روانہ شدیم. آخر بعد مغرب از کھاڑی خارج شدہ در دریائے اعظم رسیدیم و روز جمعہ نہم شوال بنواخت دوازدہ در عدن رسیدیم و لنگر انداختند. بقیہ روز جمعہ و شب شنبہ توقف ماند. مال عدن خارج کردند و مال جدیدہ و جدّہ از یجا در جائے دیگر افگندند و برائے مُساوات وزن در روز شنبہ بوقت عصر سامان لنگر برداشتن شد و قبیل مغرب حرکت کرد. و بعد مغرب روانہ شدیم. آخر شب روشنی مینار باب المندب بنظر آمد. و بعد طلوع صبح صادق از باب کبیر جانب لیسار گزشتیم و باب صغیر بہ یمین ماند. از صبح ہوائے موافق در خواہش است و قدرے تلاطم و جہاز در حرکت است. سہ شنبہ سیزدہم ذلیقعدہ ۱۲۹۴ھ امید بود کہ بجدہ رسیم مگر بسبب آنکہ خوف بود کہ روز آخر شود و بشب رسیدن دشوار حرکت کم کردند. تمام شب ہمیں طور ماند. صباح چہار شنبہ چہاردہم ذلیعقدہ جبل جدہ بنظر می آمد کپتان

جہاز و دربان اختلاف کردند و راہ گم کردند۔ آخر بنواخت دہ از اتفاق ماہی گیر کہ در وقت رسید و خضر راہ شد۔ بالجملہ بریازدہ لنگر انداختند و در وقت ظہر بجدہ رسیدیم۔ برکنار با عبدالبدمستان ملاقات شد" (بیاض یعقوبی)

مذکورہ بالا فارسی عبارت "حالات سفر دوم حج" کے عنوان کے ماتحت مولانا نے تحریر فرمائی ہے۔ اس میں دوسرے حج کے سفر کی کیفیت کا حال جس طرز کی فارسی عبارت میں ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ عبارت نہایت شستہ، صاف فصیح و بلیغ، چست اور بالکل سادہ اور سلیس ہے۔ اس عبارت سے مولانا کی فارسی انشا پردازی پر قدرت کا پتہ چلتا ہے

کچھ شجرہ چشتیہ کے بارے میں

مولانا محمد یعقوب صاحب کی حسب ذیل فارسی عبارت ملاحظہ کیجئے جس میں انہوں نے اپنے مرشدین کرام کے شجرے کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا ہے لکھتے ہیں۔

"بوقت قیام بریلی بزبانی بعضے از احباب واضح شد کہ درینجا ہم مریدان سلسلہ حضرت شیخ عبدالباری امروہوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہستند۔ چوں شجرۂ ایشاں ملاحظہ نمودم اسمائے بعضے بزرگاں کہ مابین حضرت شاہ محب اللہ الہ آبادی ملقب بہ شیخ کبیر و مابین شیخ عبدالہادی رحمہما اللہ واقع بودند تفاوت یافتم و آں سہ نام است یکے عزالدین در شجرۂ ما کہ درآنجا عضدالدین بود و بعد آں محمد حامد کہ در شجرۂ ما محمد مکی بود و شیخ محمدی بعد آں در ہر دو متفق است۔ احتمال آنکہ عضدالدین بشبہ تشابہ در رسم عزالدین نوشتہ باشند۔ اما در محمد حامد مکی ہیچ گونہ توافق و اتفاق غلط معلوم نمی شود۔ و ایں حضرت شیخ عضدالدین را کتابے است مسمّٰی بہ مقاصد العارفین در تصوف در بیان اسرار در آخر آں ذکر شجرۂ خود فرمودہ اند و تا شیخ محمدی رساندہ اند۔ و ہم در ذکر احوال حضرت مرشد خود اگرچہ نام حضرت شیخ محمدی نہ نوشتہ اند۔ اما قرینۂ قوی ہمچناں است کہ ایشاں مراد اند و حالات ایشاں مفصل نوشتہ اند و ایں حضرت یعنی شیخ محمدی حضرت شیخ عضدالدین را عم می شوند و حضرت شیخ محمد حامد والد ایشاں ہستند۔ ایں شبہ دیگر در بیان ایں سلسلہ می ماند۔ غالباً حضرت شیخ عضدالدین را او جناب والد ایشاں ہر دو را از شیخ محمدی باشد و حضرت شیخ عضدالدین والد خود را ہم پیر خود در شجرہ نوشتہ باشند واللہ اعلم (بیاض یعقوبی ص۱۸۲)

مولانا کی مذکورہ بالا فارسی عبارت کا ایک ٹکڑا آپ کے سامنے ہے عبارت اگرچہ ادیبانہ نہیں لیکن غیر ادیبانہ بھی نہیں۔ سادہ اور بے تکلف فارسی میں اپنے شیوخ کے سلسلے میں بریلی کے دوران

قیام میں جو شجرہ پیش نظر آیا اس کے بارے میں بعض شبہات کا اظہار ہے۔ فارسی زبان رواں اور مربوط صاف اور منشیانہ ہے چونکہ مولانا کی یہ فارسی عبارتیں زیادہ تر بیاض یعقوبی میں ہیں اس لئے یادداشتوں اور نوٹس کے طور پر ہیں۔ لہٰذا ان میں عبارت آئی کہاں سے آئے۔ اب ہم ایک اور نثر کا ٹکڑا پیش کرتے ہیں جو قارئین کے لئے یقیناً مفید ہوگا۔ اور آپ کے لطف کام و دہن کا سامان فراہم کرے گا۔ ایک خاص قسم کی مٹھائی جو دودھ اور دہی سے بنتی ہے اس کی ترکیب فارسی عبارت میں ہے لکھتے ہیں :-

ترکیب جغرات شیریں

جغرات شیریں کی ترکیب لکھتے ہیں :-

"شیر بے آب (۶ سیر) پوست سنگدانہ مرغ (یک) جغرات (5) مغز تخم معصفر (۲ تولہ) شکر سفید (۵ تولہ) اول ظروف گلی را در آب مغز تخم معصفر مدبر نماید بایں طریق کہ مغز تخم معصفر را در آب سائیدہ ظروف گلی تازہ را در آب خوب تر کند دخشک کند ہمیں طرز سہ بار کند۔ و باید کہ ایں ظروف تیار باشند۔ باز شیر را بر آتش جوش دہد و کفچہ زدہ باشد تا قیماق (ملائی) نہ بندد۔ تاکہ یک ثلث خشک شود و دو ثلث ماند و باید کہ پوست سنگدانہ و تخم معصفر را در آب سائیدہ در جغرات آمیختہ داشتہ باشند، چوں شیر را از آتش فرو کند گرمی آں نیم گرم شود ایں جغرات آمیختہ از چمچہ آمیز نماید و شکر آمیزد و اگر خواہد ازیں وزن کم نماید بمقدار ذائقہ خود۔ مگر زیادہ ازیں وزن برداشت نمیکند پس آں شیر را در ظروف گلی مدبر پر نمودہ ... در خوان بنہد و زیر آں خاکستر گرم فرش کند و خوان دیگر برو پوشد و خاکستر گرم برو بنہد تا جغرات بستہ شود چنانکہ بغلظت عصیدہ برسند۔ پس آنہا را در جائے سرد بنہد تاکہ خوب بستہ شود و گرمی خاکستر و دیر داشتن در سردی زیادہ باید داشت و در گرمی کم۔ و اگر خواہد آں را تراشیدہ بصورت لوزینہ یا لڈو بتراشند و تراشہ را اگر خواہد بمصری آمیختہ لڈو بندد۔ و اگر شکر کم کند در بستن خوب خواہد شد۔" (بیاض یعقوبی ص۲۳۵)

مذکورہ بالا فارسی کی تینوں عبارتوں سے مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کی فارسی انشا پردازی تک رسائی آسان ہے۔ لہٰذا اس فارسی نثر کے سلسلہ ذکر کو ختم کرکے آپکی فارسی شاعری کی طرف ہم متوجہ ہوتے ہیں

فارسی شعر و سخن

اردو شاعری جس شخص کی فطرت میں قدرت نے ودیعت رکھی ہو اور فارسی کی کما حقہٗ اس کو تعلیم حاصل ہو تو بسا اوقات فارسی شاعری میں بھی اس کو ذوق نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ مولانا فارسی شاعری کا بھی شوق فرماتے تھے۔ آپ کا فارسی کلام دیکھنے سے آپ کی فارسی شاعری پر قدرت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مزید تمہید و تفصیل کے بغیر اب ہم آپ کا فارسی کلام پیش کرتے ہیں جو اگرچہ مختصر ہے۔ لیکن اس نمونے سے انکا فارسی ذوق معلوم کرنے میں ہمیں بڑی مدد مل سکتی ہے

فارسی اشعار کا انتخاب

اشعار گفتہ در راہ مدینہ

کن بر من خستہ جگر یا رحمۃ للعالمین
ہم از سر لطفے نظر یا رحمۃ للعالمین
پا بستۂ عصیاں حقیر در دست شیطانم اسیر
پر خجلتم افگندہ سر یا رحمۃ للعالمین
اشکے نہ در چشم بود نہ گرمئ در دل مرا
ہم آہ و نالہ بے اثر یا رحمۃ للعالمین
ہمچوں من سگ را اگر شد بر سر کویت گزر
ایں ہست زامدادت اثر یا رحمۃ للعالمین
من بدترین دو جہاں من کہتریں کن فکاں
سر گشتہ حیراں در بدر یا رحمۃ للعالمین
بگذشتہ در عصیاں ہمہ ناکردہ اندر عمر خیر
از حال خود لبس بے خبر یا رحمۃ للعالمین
اے کاش بودے چشم تر از عشق ہم داغ جگر
با دود آہ پر شرر یا رحمۃ للعالمین
با درد و غم آسودمے در رنج و راحت بودمے
عشقت اگر کردے اثر یا رحمۃ للعالمین
اے کاش در دست صبا در کوئے تو بودے مدام
خاک من بے پا و سر یا رحمۃ للعالمین
ہر کس ازیں در فیضیاب اے کاش ایں ہم رد باب
یا بد براں در رہ گزر یا رحمۃ للعالمین
از روئے خوبت دیدہ را در خواب ہم نامد خیال
اے کاش دیدے یک نظر یا رحمۃ للعالمین
گمنام را اندر جہاں لبس کیست فرما لمجائے
رفت از درت محروم اگر یا رحمۃ للعالمین
بادا صلوٰۃ و صد سلام بر آل و اصحابت تمام
تا روز محشر مستمر یا رحمۃ للعالمین

راہ مدینہ میں عشق رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اور اپنی بے سروسامانی کے احساس میں مولانا نے جو اشعار لکھے ہیں ان میں کوٹ کوٹ کر درد بھرا ہوا ہے اور جذبات دل کا یہ اشعار سراسر پیکر ہیں۔ کلام مربوط اور چست ہے۔ مذکورہ اشعار اظہار خیالات پر قدرت کا نمونہ پیش کر رہے ہیں۔

نعت

حسب ذیل فارسی نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ملاحظہ کیجئے

بر سرم کوہ گنا ہے یا رسول
بیش لطفت برگ کا ہے یا رسولؐ

برمن خستہ جگر ہم کن نظر
از سرِ لطف نگاہے یارسولؐ
گر سلام ما چو یابد یک جواب
پس بود ایں عز و جاہے یارسولؐ
نیست در کونین ہمچو من گدا
در دو عالم چوں تو شاہے یارسولؐ
بر درت بالپشت دوتا آمدم
بستہ ام بار گناہے یارسولؐ
بر درِ فیضت رسیدم کن نگاہ
بر چنیں حال تباہے یارسولؐ
با چنیں نالائقیہا بر درت
یافتم ناگاہ راہے یارسولؐ
ہیچکس را نیست در دورِ زماں
جُز بامدادت پناہے یارسولؐ

کاش ازیں یک ہفتہ عشرہ ماندمے
بر درت سالے و ماہے یارسولؐ

پانچویں، چھٹے، ساتویں اور نویں شعر سے تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار روضۂ رسول اللہ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے گئے ہیں اور مدینہ منورہ میں لکھے گئے ہیں۔ اشعار کا رنگ بتا رہا ہے کہ ایک عاشق، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں دردمند دل لے کر آیا ہے۔ سخت نادم ہے کہ سر پر گناہوں کا بار ہے اور اس سے کمر خمیدہ اور دوتا ہوئی جا رہی ہے۔ اس کے باوجود اس کی خوش قسمتی ہے کہ دربار میں آنے کی اجازت مل گئی ہے۔ مدینہ منورہ میں دس روز قیام کا موقع ملتا ہے چالیس نمازیں مسجد نبوی میں پڑھنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ عاشق کا دل اتنے تھوڑے عرصہ کے قیام سے مطمئن نہیں ہے اس کا دل بےتاب متمنّی ہے کہ سال بھر کا تو موقع ملے اور اگر یہ نہ سہی تو ایک ماہ ہی ٹھہرنے کی کوئی صورت نکل آئے مگر تمنا اپنے بس میں نہ پاکر تڑپ اٹھتا ہے یہ تو تھے عاشق کے جذبات۔ ان اشعار میں سادہ اور سلیس، بےتصنع اور بےتکلف فارسی زبان میں شاعر نے اپنے دلی جذبات کو پیش کیا ہے۔ اشعار میں درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ بیاض یعقوبی میں مولانا کی ایک فارسی رباعی بھی درج ہے جو حسب ذیل ہے

ساقیا جرعۂ بجامم ریز
قطرۂ یا زمی بکامم ریز
ورتامّل کنی زہر دو بمن
ذرۂ برزمیں بنامم ریز

کیا اچھی رباعی نکالی ہے۔ الفاظ و معنیٰ میں حلاوت اور لطافت ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ خیام پس پردہ بیٹھا ہے اور رباعی کا املا کرا رہا ہے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب کی اس رباعی کا رنگ عارفانہ ہے شاعر مئے معرفت کے ایک گھونٹ کا طالب ہے کہ ایک گھونٹ کیا اس کا ایک قطرہ بھی کافی

ہوتا ہے۔ اس لئے گھونٹ نہ ملے تو ایک قطرہ ہی شراب معرفت کا میرے حلق میں ٹپکا دے اور اگر میرے لئے دونوں سے محرومی ہے تو میرے نام کا زمین پر ہی گرا دے مگر ذرّے کا لفظ یہاں موزوں نہیں غالباً ذراسی مقدار کے معنی میں ہے جو قطرے سے بھی کم ہو۔

غزل شاعری کی جان ہوتی ہے۔ غزل سے ہی حقیقت میں کسی شاعر کی شاعری کا معیار اور مقام معلوم ہوتا ہے۔ اچھا غزل گو شاعر ایک کامیاب شاعر ہو سکتا ہے۔ سعدی، حافظ، نظیری، خواجو، غالب غزل میں کمال کے باعث دنیا میں مشہور ہیں اور آسمان شاعری پر بلند ہو کر چمک رہے ہیں۔ ورنہ دوسرے اصناف سخن میں اور بھی شامل ہیں۔ العرض مولانا محمد یعقوب صاحب کی فارسی شاعری کا بھی حسب ذیل غزل سے اندازہ لگایئے۔

غزل فارسی

دلا نصیب تو درد و بلاست من چہ کنم   طریق یار تو جور و جفا است من چہ کنم
ہزار بار مراد تو خواستم ز خدا   ولے خدائے مرادت نخواست من چہ کنم
نگفتمت کہ بلائیست لقا دلے دل   کنوں بکش کہ ترا ایں سزا است من چہ کنم
تو از میانۂ خوباں گزیدۂ یارے
کہ سخت بے کرم و بے وفاست من چہ کنم

اس غزل پر غور کیجئے کہ مولانا نے الفاظ و معانی کا اس غزل میں کمال دکھایا ہے بالکل نظیری کا سا انداز ہے۔ اس غزل کا تیسرا شعر انتہا درجے کی بلندی پر پہنچا ہوا ہے۔ کلام میں چستی، ربط، فصاحت چاشنی اور درد بھرا ہوا ہے۔ چونکہ مذکورہ بالا غزل مولانا کی بیاض میں درج ہے۔ اس لئے ہم نے ان کی ہی سمجھ کر درج کر دی ہے۔ واللہ اعلم۔ مولانا کی بیاض میں اور بھی کئی ابیات ایک ایک شعر کے طور پر فارسی میں درج ہیں جن کو ہم چھوڑ کر صرف مذکورہ انتخاب پر فارسی کے حصّے کو ختم کرتے ہیں۔

عربی شاعری

اردو اور فارسی ادب کے بعد مولانا کے عربی ادب کا تذکرہ کرنا باقی رہ جاتا ہے ہم نے گزشتہ اوراق میں بھی کہا ہے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی ذات جامع الصفات تھی وہ نہ صرف اردو اور فارسی کے شاعر تھے بلکہ عربی شاعری میں بھی ان کا قلم کہیں نہیں رکتا تھا۔ فی البدیہ لکھتے

چلے جاتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک قادر الکلام جس کی مادری زبان عربی ہے اپنے قلم کو جب جنبش میں لاتا ہے تو عربی زبان اس پر فخر و ناز سے مرحبا بول اٹھتی ہے۔ ہم نے یہ اندازہ آپ کی شاعری سے لگایا ہے مگر افسوس یہ ہے کہ ہمیں آپ کی عربی نثر تلاش کے باوجود نہ مل سکی۔ لہٰذا شاعری سے ہی ہمیں بحث ہو گی۔ آپ کا عربی کلام جو اس وقت ہماری تحقیق میں آسکا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ آپ کا ایک عربی قصیدہ سلطان عبدالحمید خلیفہ عثمانیہ کی شان میں ہے جو قصائد قاسمی میں ہے۔ یہ قصیدہ ایک کم ساٹھ (٥٩) اشعار پر مشتمل ہے۔ یا سات نعتیہ اشعار ہیں یا ایک عربی قطعہ ہے جو دو اشعار کا ہے۔ یہ سات نعتیہ اشعار اور ایک قطعہ بیاض یعقوبی میں درج ہے۔

قطعہ عربی

هَجَرْتُ الخَلْقَ طُرافی هواکَ — وایتمت العیال لکی اراکَ
ولو قطعتنی فی الحب اربا — لما حنّ الفؤاد الی سواک

نعت

یارب، علی النبی محمّد — یٰسین وطٰہ ذی المکارم احمد
بابی و امی ذا الرسول الاکرم — نفسی الفداء له وماملکت یدی
الیوم یا املی و یا کل المنیٰ — و شفاعتی ونجاح لنفسی فی الغد
انت الکریم رؤفنا ورحیمنا — یا سیّدی، یا سیّدی، یاسیدی
فبحبه ارجو النعیم بجنة — وحظیت فی الدنیا العیش ارغد
فی فرحة من حبه ومسرة — لا زلت مذ ادعی باسم محمد۔

یہ تو آپ کے وہ اشعار تھے جو بیاض یعقوبی میں درج تھے لیکن قصائد قاسمی کے مرتب نے آپکے قصیدے کے اول میں جو سرخی قائم کی ہے وہ حسب ذیل ہے درحقیقت آپ نے یہ قصیدہ ١٢٩٤ھ میں اس وقت لکھا تھا جبکہ ترکوں کی روسیوں سے جنگ ہو رہی تھی۔ اور سلطان عبدالحمید خان نہایت بہادری سے لڑ رہے تھے اور ان کی فوج کا سپہ سالار عبدالکریم اپنی مردانگی کے جوہر دکھا رہا تھا۔

حسب ذیل مولانا محمد یعقوب صاحب کا قصیدہ ملاحظہ کیجیے۔

لمخدوم العلما مولانا المولوی محمد یعقوب فی مدح السلطان عبد الحمید خان خلد الله عظمته و سلطنته

الوعظ ينفع لو بالعلم والحكم فالسيف ابلغ وعاظ على القمم
ينفع ذاك لمن القى السماع له ونفع هذا لمن الغى سوى الكلم
لولاه ما بلغ الدنيا لآخرها واض كل وجود الدهر فى العدم
والسيف للضيم اعدا وبهيئته كالبدر يجلو الدجى بالنور فى الظلم
بهمة الملك المنصور منتصر سيف لشرب دم الكفار كل ضحى
اكرم به ملكا للمسلمين غدا كهف الانام مزيل الفقر والعدم
الخان سلطاننا عبد الحميد غدا ذا الجود والفضل والاحسان والكرم
طابت مناقبه عمت فضائله جلت مراتبه من بارء النسم
لو لم يكن معشر الاسلام نصرته للدين ما كنتم فى الامن والسلم
لولاه لم يبق للاسلام من شرف وصرتم لالى لحم على وضم
خليفة السلف المنصور دائمة من آل عثمان خير الناس كلهم
الناس من طينة فى الاصل واحدة وقدرهم لعلى الاقدار فى الهمم
حرية النفس للانسان جوهرة فقيمة المرء يعلو منه فى القيم
الهند والترك فالاسلام يشملهم اولاه فى سببا علاه فى ذمم
فى الاهل والمال سلطان غدا ملكا بالعلم والحلم والافضال والشيم
بشرى لكم جاء نصر الله بغيتكم طوبى لكم فلقد صرتم الى الامم
من كل سوء من الكفار ما منكم فى كل معترك فى كل مزدحم
طغى النصارى على ما كان يشملهم من عدله لوجوه البر والكرم
فى ظل امن بخفض العيش رافعة كفراً ولغيا على ما كان من نعم
كالنور بمنزلة من فضله فبغوا فضلا بهم نغدا بالسلم والسلم
لما رأى انهم ما كان يرد عهدهم الا بقطع رؤس او بقتل فم
ما جازهم حيث ما دانوا لامرهم جزاء ما فعلوا الا بمنتقم

اما ترى كيف صار البغى من خرب   عادت عليهم لسوء غير منصرم
كانوا اصم عن النصح الذى سمعوا   صوت المدافع اذا الوقر فى الصمم
احالهم حضرت لما رأوه نبدا   باعين السوء لا بالا عين السقم
فما رأوا احربهم الا النكال لهم   وما رأوا حالهم الا بطرف عمى
من فى البنادق امطار الرصاص بدا   بهول رعد ليسدب البار والجمم
رجم من الفوق بالاحجار من برد   اذ صب سوط عذاب الله بالنقم
يسعى لادبارهم من بعد ماهربوا   من كل غرثان طاوى العمر كل ضمى
وامطرت نارها ماءً احجارتها   فجأئش من بحرها ما صار بحر دم
جاء السيوف اليهم لبعد ما دفعت   سيب المدافع من نار بمنسجم
فكبر الله لما كان زحفهم   فصار ابلغ زلزال بكلهم
فاصبحوا لا يرى الا مساكنهم   ولا يرى فيه غير الهدم والرمم
فالعفو عن ذنبهم من بعد ما عجزوا   ياحسن مبتدأ ياحسن مختتم
ببضتهم عزة الاسلام منتصراً   من كل علج عرا من القوم مقتحم
عبد الكريم لقد اكرمت ملتنا   لانت ليث اسود الله كل كمى
نشأ الغزا فى سبيل الله اطربهم   من طينه السيف او من صلصل الحمم
ان شئت جدوى فخذ ما شئت من كتب   لو شئت خسفا فلا اسمع منهم ولم
الله سلمكم الله بركتكم   فدا وذا بكم بالنون والقلم
اصوات هائلة فى الحرب قد صادت   صوت الذباذب عندى اطيب النغم
فيا ليالى خوف قد مضت وقنت   ويا صباح بخير جئت فابتسمى
بقاءهم لبقاء العالمين غداً   لولم يقم رومنا فالهند لم يقم
حمايته لحمى اسلام دائمة   قد بلغوا جهدهم من غير ما سأم
دع كربلاء ولبغداد ودع نجفا   قد ابلغوا جهدا فى خدمة الحرم
امن الحجيج بعيش رافع مع ما   قاموا بخدمة اهل العلم والحكم
النصر من عند ربى دائم لكم   قاموا لدفع النصارى خير منتقم
يتور بى نور المومنين ولو   تريد ان يطفئوا انوارهم بفم

تعو باسم ربك امنا فی کلاء ستــــه   وادفع بکیدهو فی نحرهم نقتم
موت الزمان حیوة العالمین بکــو   قضاء ربی ذا فی لاو فی نعــم
الروس یخذ عکمو والله خادعهــو   تعله بجروب یات بالصرم
لازلت منصورة والله ناصرکم   بنصره عند بدء او بمختتو
لازال جود سماء الجود منهمراً   لعاقب الامن للدنیا وللاخــو
لازال حاسدك المکتوب فی کرب   فی کل حین من الاحیان ملتزم
لولونصل فلیصل منامل انحُهم   النطق لیبعد لا اسعاد للقدم
یا نفس لا تدعی مالیس فیك ولا   تقومی بما قد قلت واتهمی
من این للهند اعرابه لغ عربا   ما قلتها لیس الا غایة الندم
ان اعربت بضمیری ذاك غایتها   وان اخلت بذا یا زلة القــدم
یارب صل وسلم ما بدا وغدا   بالسیف نصرلهدی والدین والشیم
علی النبی نبی السیف هادیا
بالمومنین رؤف سیّد الامم ۔

مولانا کا یہ عربی قصیدہ آپ کے سامنے ہے ۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عربی شاعری پر بھی مولانا کو پوری قدرت تھی ۔ بلا تکلف لکھتے چلے جاتے تھے ۔ کلام سے عربیت ٹپکتی ہے ۔ تخلیق معانی میں ذہن کو پوری رسائی حاصل ہے اور فصاحت و بلاغت اپنی جگہ اپنا جوہر دکھا رہی ہیں ۔ مگر ہمیں افسوس ہے کہ قصیدہ کے بعض اشعار میں الفاظ رہ گئے ہیں جس سے ان کا وزن گر گیا ہے اور ہم ان کی صحت سے قاصر ہیں ۔

ملفوظات

اقوال زریں

ذیل میں ہم حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے وہ ملفوظات پیش کرتے ہیں جن پر غور کرنے اور غور کر کے عمل کرنے سے زندگی کمال کو پہنچ سکتی ہے اور مسلمان ان ملفوظات کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنا کر صحیح معنی میں مومن بن سکتا ہے۔ جس طرح سے بزرگوں کی ہستیاں پاک اور منور ہوتی ہیں۔ اسی طرح ان کے اقوال و اعمال میں بھی نور کی جھلک ہوتی ہے۔ اگر آپ مولانا کے ملفوظات کو لطف لے کر پڑھیں گے تو آپ کے دل میں بھی ایک چمک محسوس ہوگی جس کا آپ خود تجربہ کر سکتے ہیں۔ ان ملفوظات کو بار بار پڑھنے اور دل سے مطابقت پیدا کرنے میں بڑا لطف محسوس ہوگا۔

ہم نے یہ ملفوظات مولانا کے مکتوبات اور قصص الاکابر از مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے لئے ہیں جو زرسالہ الہادی ماہ رجب ۱۳۹۷ھ میں شائع ہوئے ہیں۔ ہر ایک ملفوظ کا حوالہ دے دیا گیا ہے

اب ملفوظات ملاحظہ کیجئے:

۱۔ زیارت قبور و یاد موت

اپنے مرید صفا کیش منشی محمد قاسم نیانگری کو تحریر فرماتے ہیں

"مناسب ہے کہ ہر روز ایک وقت معین پر موت کو یاد کر لیا کرو اس طرح کہ نقشہ موت کا جی پر جم جاوے اور زیارت قبور احیاناً (وقت بے وقت) کرتے رہو۔ اور عوام مومنین کے مقابر میں بھی کبھی کبھی جا کر ان کو فاتحہ اور ثواب سے یاد کرو (مکتوب سوم ص۲۷)

اللہ اللہ آخرت یاد دلانے کے لئے موت کو یاد کرنے کی نصیحت اور قبروں کی زیارت کہ وہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ تزکیہ نفس کی بہترین تعلیم ہے۔ قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے

زوروھا فانھا تذکر الاخرۃ: قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

۲۔ شیخ کامل کے بغیر سلوک اور عمل کے بغیر علم بیکار ہے

اپنے مرید کو لکھتے ہیں!

"تم جانتے ہو کہ علم اور شے ہے اور عمل اور شے۔ علم سے بدون عمل کے کچھ حاصل نہیں۔ خاص کر جب علم بھی ناتمام اور ناقص ہو تو سراسر بیکار ہے، بدون شیخ کامل واصل کے سلوک بیکار ہے۔ آئندہ اختیار ہے۔ اللہ بس باقی ہوس (مکتوب سوم ص۲۷)

۳۔ فکر آخرت مقدم ہے

ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں :۔

"آدمی فکر آخرت کرے اور خلق کے جھگڑوں کو ان کے سپرد کرے۔ مسافر راہ گیر کو کسی کے جھگڑے اور تحقیق و تفتیش ان کے سپرد کرے۔ حق و باطل کے مقدمات سے کیا کام اس کا کام یہ ہے کہ اپنی راہ لگے اور راہ حق واضح ہے۔ جہاں اشتباہ ہو تحقیق کرے۔ راہ بدون چلے قطع نہیں ہوتی (مکتوبات ص۱۴۱ مکتوب نہم)۔

۴۔ موت بڑی سخت چیز ہے

برادرم عزیز موت نہایت سخت چیز ہے اور کمال یقینی اور آدمی اس سے نہایت غافل اور بڑا بے پروا۔ آنسو آنکھ میں شدت نزع اور شرم گناہوں سے آجایا کرتے ہیں۔ یہ علامت بخشش کی ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ آدمی جب دنیا سے اٹھے اپنے مالک سے غافل نہ ہو۔ اگر گنہگار شرمندہ ہے کچھ خوف نہیں۔ خدانخواستہ اگر مال و منال کی حسرت یا اہل و عیال کی محبت یا اپنے بیگانوں کے رنج مفارقت میں دم آخر ہوا تو جائے حسرت ہے اور کمال خوف ہے۔"

۵۔ موت یاد کرنے کا وقت

"جب نماز عشا سے فارغ ہو کر سب ضروریات سے فارغ ہو اس وقت سیدھا بشکل مردہ کے لیٹے اور اپنے آپ کو وقت موت کا تصور کرکے اور توبہ استغفار کرکے سو رہے" (ص۴۷)

۶۔ ذکر الٰہی کے لئے کم خوری اور کم خوری کی حقیقت

ذکر الٰہی کے لئے شکم سیر ہو کر کھانا مضر ہے اور یوں بھی صحت کے لئے زیادہ کھانا مضر ہے۔ لیکن ذکر کے لئے کم خوری نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ زیادہ خوری سے نفس موٹا اور خواہش بڑھتی ہے۔ مولانا لکھتے ہیں :

"کم کھانے کی مقدار نصف شکم متوسط ہے کہ آدھی بھوک کھائے اور آدھا پیٹ خالی رکھے۔ جتنی مقدار خوراک شکم سیری کی ہو اس کو اپنے لئے مقرر کرکے اس کا نصف یا پھر کچھ کم زیادہ انداز رکھے مگر مبتدی کو خاصکر جو ذکر جہر کرے تہائی بھوک رہنا اور دو تہائی کھانا چاہیئے۔ اور اول ہی غذا کو کم نہ کر دے۔ بلکہ انداز سمجھ کر لقمہ دو لقمہ ہر روز کم کرے اور بعضوں نے لقموں کا حساب کیا ہے۔ کہ متوسط لقمہ چالیس عدد کمال شکم سیری کا ہے۔ اس کا نصف بیس اور دو تہائی چھبیس۔ مگر یہ حساب سب مزاجوں میں برابر نہیں آتا۔ آدمی اپنی خوراک اول آزمائے۔ پھر اسی حساب پر کم کر دے۔ (مکتوبات یعقوبی مکتوب ہفتم ص۳۲)

۷۔ لوگوں سے کم آمیزی کا مطلب

انسان جس قدر لوگوں سے غپ شپ میں وقت گزارتا ہے۔ صوفیاً کے نزدیک وہ وقت ضائع کرتا ہے — لیکن ذکر و مشاغل کو بالخصوص ضروری میل ملاپ کے سوا ترک علائق کرنا چاہیئے۔ لوگوں سے ملنے جلنے اور انقطاع عن الخلق کے

متعلق مولانا لکھتے ہیں۔

”اور ملنا نہ ملنا اس سے یہ غرض ہے کہ بدون حاجت ضروری کسی سے نہ ملے اور دوستوں سے ملنا اور جس سے جی دین کی طرف متوجہ ہو اور والدین اور اہل و عیال سے ملنا یہ ضروریات میں داخل ہے۔ مگر نہ اتنا کہ طلب میں خلل ڈالے اور کام دینی یا دنیاوی کا حرج ہو۔ باقی ان لوگوں کے کہ ان کے سوا ہوں۔ علی الخصوص جن کی ملاقات سے رغبت دنیا پیدا ہو نہ ملنا بہتر ہے اور خلق اللہ کا نظر کے سامنے گزرنا جب تک دل کو مشغول نہ کرے مضر نہیں۔ اپنی طرف سے قصد تماشا کا نہ کرے۔ آخر یوں تمام عالم نظر کے سامنے رہتا ہے اور نفس سرکش نہ مانے تو جس جگہ دھوکا معلوم ہو ایک نظر سے زائد نہ دیکھے اور اگر دیکھا تو اپنے آپ کو خطاوار اور گنہگار سمجھے اور اس عمل سے توبہ اور استغفار واجب جانے۔ (صـ۳۳)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے اس مختصر سی عبارت میں تصوف اور معرفت کا خلاصہ پیش کر دیا ہے اور لوگوں سے ملنے جلنے اور کن مواقع پر آمیزش خلق کا جو ذکر کیا ہے۔ وہ انسان کی زندگی کا ایک بہترین پروگرام ہے جس پر چلنے سے مسلمانوں کو صحیح زندگی کا نشان اور منزل مراد حاصل ہو سکتی ہے

۸۔ مشاغل ذکر اللہ کیا ہیں ان کی تفصیلات

اور کثرت ذکر میں نماز فرض اور نفل اور تلاوت قرآن شریف اور مسنون دعاؤں کا پڑھنا اور ذکر جہر وخفی اور فکر ذکر، جیسے دھیان پاس انفاس کا یا ذکر خیالی یہ سب ذکر میں داخل ہیں۔ اپنے اوقات کو ان چیزوں سے فارغ نہ رکھے (صـ۳۳)

۹۔ کاروبار دنیاوی کی غرض و غایت

اور کاروبار (دنیاوی) آدمی اس واسطے کرے کہ اس کے ہاتھ پاؤں بے کار نہیں۔ ان سے کچھ محنت کر کے خدمت والدین اور نفقہ اہل و عیال کا حاصل کرے۔ مگر نہ اتنا کہ اسی جگتا ہو رہے کہ یہ علامت غفلت کی ہے اور اس پہلی صورت میں یہ مشغولی دنیا کی دین ہی کے کاروبار کے شمار میں آوے گی۔ بلکہ کھانا پینا بھی اسی نیت سے کرے کہ یہ حکم خداوندی ہے“ (صـ۳۴)

۱۰۔ آدمی کتنا ہی غنی ہو جائے غنی نہیں ہوتا

”تم چند مالداروں سے مل کر پوچھ لو وہ تم سے زیادہ حاجات بیان کریں گے۔ کہ پوری نہیں ہوتیں اور اس کے غم میں ہیں (صـ۴)

۱۱۔ راحت جنت میں ملے گی دنیا میں نہیں

”راحت انشاء اللہ تعالیٰ اگر فضل الٰہی سے بخشے گئے تو جنت میں ملے گی۔ دنیا جائے کشاکشی کی ہے۔

یہاں راحت کہاں" (مکتوب چہار دہم ص۴۷)

۱۲- روزی کا سبب درکار ہے مگر جو قسمت میں ہو وہی ملتا ہے

"برادرم عزیز نصیب سے زیادہ کسی تدبیر سے نہیں ملتا۔ عمل ہو یا تعویذ اور طریق انبیا کا یا توکل یا تسبب (ذریعہ معاش تلاش کرنا) بلکہ تسبب ہی غالب حال ان کا رہا ہے۔ تم بھی اللہ کے فضل کے بھروسے پر کوئی مختصر سا حیلہ طلب رزق کا کر لو۔ خدا تعالیٰ اس میں برکت دے گا اور میرے گمان میں، نوکری سب سے آسان ہے۔ جیسا تم کام کرتے تھے ویسا ہی کام کرتے رہو اور جو کچھ میسر آئے خدا پر بھروسہ کر کے کھا پی لو۔

۱۳- دنیا جائے گزران ہے

"اے برادر دنیا جائے گزران ہے۔ آگے پیچھے کا فرق ہے (سب کو ہی راہ پیش ہے۔ آدمی دوسرے کا کیا غم کرے اگر اپنا ہو سکے تو فکر کرے۔ نہیں تو اس کا غم کافی ہے۔ اس عاجز کو اب اپنا اتنا غم ہوا ہے کہ محض عنایت الٰہی شامل حال ہے۔ کہ اپنے ہوش و حواس سے ہوں اور کچھ یاس و تمنا مل کر تسلی کا باعث ہیں" (مکتوبات ص۴۸)

۱۴- راہ عمل صاف اور سیدھی ہے

ایک جگہ مولانا مسائل میں جھگڑنے والوں کے عمل اور بے عملی کے بارے میں فرماتے ہیں

"بھائی عمل کرنے کو تو راہ بہت صاف اور درست ہے۔ مگر جھگڑنے کو ایسے پہاڑ اور پتھر ہیں جن کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ آدمی اپنا کام کرے۔ اس زمانے میں دین پر قائم رہنا بہت دشوار ہو گیا۔ نکٹوں میں بے چارہ ناک والا نکو ہو جاتا ہے۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ اختلاف ہمیشہ رہے گا اور اللہ دوزخ کو بھرنے والا ہے۔" (مکتوب نمبر۱۹ ص۵۶)

۱۵- استنباط مسائل اخلاقی و تمدنی

"مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ دیکھو حدیث سے ایک قاعدہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے شر سے بھاگے اور یہ چاہے کہ میں ہاتھ نہ آؤں تو بہت دور نہ جائے۔ نزدیک ہی کہیں جا کر چھپ جاوے۔ اس لئے ڈھونڈ جب پڑتی ہے تو دور دور تو دیکھنے جاتے ہیں اور پاس کوئی نہیں دیکھتا اور اس قاعدے کو ہم نے حضور صلعم کے فعل سے سمجھا ہے کہ حضور جو مکے سے تشریف لے گئے ہیں تو تین میل پر جا کر غار ثور میں چھپے ہیں۔ حضور سے زیادہ کون دانش مند ہو گا۔ آپ تین میل پر جا کر چھپ گئے۔ لوگوں نے دور دور ڈھونڈا اور قریب کسی نے نہ ڈھونڈا"۔ (امثال عبرت حصہ اول ص۹۸)

۱۶- موت کی یاد اور خوف عذاب

"موت سے غافل ہونا عاقل کا کام نہیں اور عذاب الٰہی سے

ما مون ہونا ایمان سے بعید ہے۔ اللہ کریم نے اپنی خوشنودی کو ان اعمال میں جن کا حکم ہوا ہے چھپا دیا ہے اور اپنے غضب کو ان کاموں میں جن سے منع کیا ہے چھپایا ہے۔ احتیاط تو یہی ہے کہ کوئی قصور نہو اور اگر ہو تو اس کی تدبیر کرے۔ ورنہ اپنے آپ کو مورد عتاب گنے اور فضل الٰہی سے مایوس نہ ہو یہ کلمہ توحید۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا کہ بنائے اسلام ہے۔ اگر مرتے دم تک سلامت لے گئے اور اس پر مرگئے تو بہت کچھ ہے ورنہ ہم لوگ نماز روزہ جو کرتے ہیں کس کام کا ہے۔ کیڑا لگا اناج اگتا نہیں پھل کہاں سے دے۔ یہ اعمال ہمارے ہزاروں عیب سے پر ہیں بارگاہ خداوندی کہ پاک ہے۔ وہاں لائق قبول کے کیونکر ہو مگر اس کی بے نیازی اور شان بلند سے یہ امید ہے کہ کیا عجب ان کو بھی قبول فرمالے ....

جب تلک ٹوٹا پھوٹا ایمان باقی ہے۔ ہزاروں امیدیں لگی ہیں۔ مایوسی کی جگہ نہیں۔ مفلس حقیقی وہ ہے جو ایمان سے بے نصیب ہے مگر ایمان کا کام وہی ہے کہ مرتے دم تک سلامت رہے (مکتوبات یعقوبی صـ۶۱-۶۲)

۱۷- خاتمے پر دار و مدار

”اور دار و مدار ساری عمر کا خاتمہ پر ہے۔ ساری عمر کا کیا کرایا ایک آن بھر میں ضائع ہو جاتا ہے جو اس معرکے سے ایمان سلامت لے گیا۔ اس کو مبارکباد اور سو مبارکباد۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کو نجات پا گیا اس کا کیا کہنا ہے (مکتوب نمبر ۳۲ صـ۷۹)

۱۸- آگ میں جلنے والی تین چیزیں

”ہم نے آگ جلانی سیکھی اور اس میں سے چند فوائد حاصل ہوتے۔ آگ میں جلنے والی چیزیں تین قسم کی ہیں۔ ۱- ایک جیسے پھولس کہ جلے جلد اور بڑا شعلہ اٹھے اور پھر چھائی ہو کر کچھ نہ رہے۔ ۲- دوسرے پتلی لکڑی کہ پھولس کی نسبت کسی قدر دیر میں آگ کے اثر کو لے مگر پھولس کی طرح جلد بجھتی نہیں۔ اس کی آگ دیر تک قائم رہتی ہے۔ ۳- تیسرے موٹی لکڑی آگ بھی دیر میں قبول کرے اور آگ اس کی دیر پا ہو۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ مشہور ولی کامل و عالم) رحمۃ اللہ علیہ نے بجواب حضرت شیخ جلالی (مرید حضرت عبدالقدوس) انہوں نے لکھا تھا کہ مجھے دیر میں اثر ہوا تحریر فرمایا ہے۔ ؎ آرے دیگ مرداں بدیر پختہ می شود“

یعنی اثر دیر میں قبول کیا۔ پھر اس کی آگ دیکھو آج تک بھڑک رہی ہے اور کتنوں کے گھر پھونک رہے ہیں (یعنی کتنے اہل دل آتش عشق خداوندی میں جل رہے ہیں) خلاصہ یہ ہے کہ پھولس ہو پھر چھوٹی چھپٹیاں پھر موٹی لکڑی۔ اس ترتیب سے آگ جلے تب کام نکلے۔

بہر حال اللہ کی رحمت بہت بڑی ہے کوئی حال مایوسی کا نہیں ؎

ناامیدی را خدا گردن زدہ است کہ گنہ مانند طاعت آمدہ است

(مکتوب نمبر۱ صـ۹)

۱۹- حسن خاتمہ کی تدبیر کہ کس طرح ہوسکتا ہے

منشی محمد قاسم نے پوچھا ہے کہ خاتمہ بالخیر کی کوئی صورت بتائیے۔ مولانا نے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔

" بھائی بندے کا سب کام مالک کے اختیار ہے سوائے اس کی التجا کے اور کیا تدبیر بن سکتی ہے اس کے در کا ملتجی کبھی محروم نہیں رہتا (مکتوب نمبر ۵۴ صـ۹۵)

۲۰- آج کل کے مولوی

آج کل کے مولوی فوجیوں سے کم نہیں۔ وہ پلٹن اور رسالے سے لڑتے ہیں۔ یہ کتاب اور رسالے سے لڑتے ہیں" (رسالہ الہادی رجب ۱۳۵۲ھ صـ)

۲۱- جنت کی مختصر تعریف

فرمایا: بہشت میں چھوٹی سی خدائی ہوگی۔ یہ خدا کی شان ہے کہ کُنْ کہدیا اور ہوگیا۔ جنتی کی خواہش کا فوراً ہی ظہور ہوجانا اسی شان کا ظہور ہے (الہادی صـ۲۸)

۲۲- جنت میں کواڑ اور چوکھٹوں کا بولنا

فرمایا: گراموفون کی ایجاد سے منکرین کی گردنیں پست ہوگئیں۔ بس اسی (گراموفون) کی طرح جنت میں اگر کواڑ اور چوکھٹ بولیں تو کیا بعید ہے (الہادی صـ۲۸)

۲۳- کھٹمل کی تحقیق

فرمایا:- کھٹمل کے معنی ہیں چار پائی کا پہلوان۔ مل کے معنی پہلوان کے ہیں۔ اور کھٹ ہندی میں کھاٹ کا مخفف ہے جس کے معنی چار پائی کے ہیں (الہادی صـ۲۹)

۲۴- فکر و تشویش سے آزادی نہ کہ کام سے

طبیعت آزادی طلب کو آزادی دو فکر اور تشویش سے نہ کہ کام سے۔ کیونکہ نفس امارہ معطل ہوکر سوائے اپنی خواہشوں کے اور طرف نہیں لے جاتا مشغولی بہتر ہے۔ مگر "دست بکار و دل بہ یار"

چاہیئے۔ جیسے پیاسا، سوئے۔ جاگے۔ چلے پھرے۔ بات چیت کرے۔ ملے جلے۔ دھیان پانی چھوٹتا نہیں ایسا ہی حال طالب حق کا ہونا چاہیئے۔ ؎

آب کم جو تشنگی آور بدست ۔ تاکہ آبت جوشد از بالا و پست

(مکتوبات یعقوبی مکتوب نمبر ۱۳ صـ۶")

۲۵- استقامت اور استقلال میں برکت ہے

" استقامت سب امور میں بہتر ہے مطعون آدمی سے نہ کارِ دنیا بن سکے نہ کارِ دین" (مکتوب نمبر ۱۴ صـ۶")

۲۶- اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کا نہیں

" یہ زمانہ اس قابل نہیں کہ کسی یار کی یاری یا کسی اپنے کی

غمخواری کی امید رکھی جاوے۔ اگر آدمی غور کرے تو ہر کسی کو طالب اپنی غرض کا پائے گا۔ سوائے پروردگار کہ اس کی طرف سے نعمائے ظاہری و باطنی جو ہر دم بے عدد و بے حساب آدمی پر مینہ کی طرح برس رہی ہیں۔ مبنی کسی غرض پر نہیں۔" (مکتوبات صـ ۸۶)

۲۷۔ نااہل کو امامت کا موقع نہ دو

"اور تم نے امامت کے بارے میں لکھا تھا۔ بے وجہ مت چھوڑو ایسا نہ ہو کہ تم چھوڑ دو اور امام کوئی اور ناقابل ٹھہر جاوے اور نماز مسلمانوں کی تباہ ہو۔ کام دین اور خدا کا سمجھ کر کرو۔ خلق کے رد و قبول سے نظر اٹھالو۔ اور اگر کوئی ایسی بات ہو کہ بغیر تمہاری سعی کے آپ تم پر سے یہ خدمت دور ہو جائے اس کا فکر مت کرو اور شکر الٰہی بجالاؤ کہ اچھی نجات ملی۔" (سبحان اللہ کیا خوب مشورہ ہے (مکتوبات صـ ۸۷) مکتوب نمبر ۳، موصولہ ۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۱ ہجری صـ ۸۷)

۲۸۔ ہر صبح قیامت ہے اور ہر شام عدم کی نقل ہے

"نصیحت کے واسطے موت کافی ہے اور غفلت کا سوائے ہوش کچھ علاج نہیں۔ ہر صبح صبح قیامت کا نمونہ ہے اور ہر شام شام عدم کی نقل ہے۔ رات کو آدمی سوتا ہے۔ مردے کے برابر ہوتا ہے صبح اٹھتا ہے۔ قبر سے سر نکالتا ہے۔ کل کا کیا آج بھرتا ہے۔ یہ تو یہاں موجود ہے۔ آنکھ ہو تو دیکھے اور وہاں جو کچھ ہوگا اس کو سب کوئی دیکھیں گے۔ آدمی کم ہمتی کو جواب دے اور آنے والی چیز کو آئی سمجھے اور جانیوالی کو گئی ہوئی گنے۔ اور کل کا فکر آج کرے۔" (مکتوب نمبر ۱۴۱ صـ ۹۲ مکتوبات یعقوبی)

۲۹۔ مسلمانوں کی بیماری صفائی ہے

"مسلمانوں کے لئے بیماری صفائی ہے۔ اور گناہوں سے نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ عافیت نصیب کرے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہے بلکہ تمام نعمتیں عافیت سے ہی نعمتیں ہیں۔ عافیت ظاہری جسم کا صحیح و سالم ہونا اور عافیت باطنی گناہوں سے بچا رہنا ہے۔ تاکہ کدورت قلب پیش نہ آئے" (مکتوب نمبر ۵۲ صـ ۱۰۷-۱۰۸)

۳۰۔ قحط اور تنگدستی کا روحانی علاج صدقہ اور کثرت استغفار

"تم نے پوچھا ہے کہ جس وقت تنگی میں کیا کیا جاوے اس وقت اور دعائے عفو زیادہ کرنی چاہیئے اور زیادہ جتنا ممکن ہو ہر آدمی بقدر حیثیت کے تصدق کرے صدقہ خیرات کرے اور راضی بقضائے الٰہی رہو وہ حکیم مطلق ہے جو کچھ کرتا ہے۔ وہ عین مصلحت ہے۔ ہم بیچارے نادان کیا جانیں کہ ہمارا بھلا کس صورت میں ہے اور اس دعا کو اکثر پڑھتے رہیں۔

اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِنَا وَرَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدَنَا مِنْ اَعْمَالِنَا

یعنی یا اللہ تیری مغفرت بہت واسع ہے۔ ہمارے گناہوں سے اور تیری رحمت کی زیادہ امید ہے۔ بہ نسبت ہمارے اعمال کے اور جو تنگی یا تکلیف پیش ہو۔ اس کو کشادہ پیشانی سے منظور کریں اور کچھ جزع و فزع نہ کریں اور سمجھیں کہ ہم اس سے بھی زیادہ عتاب کے لائق ہیں اور ہر وقت التجا اور استدعا صبر کی کریں۔ الٰہی تو نے ہی بلا بھیجی ہے اور تو ہی صبر عنایت فرما۔ ورنہ ہم کیا اور ہماری قوت کیا اور امید اللہ کی ذات سے یہ ہے کہ قحط کو امتداد (زیادہ دیر تک) نہ ہو جلد دور ہو جاوے۔ آئندہ اس کی مرضی اور یہ سمجھنے کی بات ہے کہ وہی رازق مطلق ہے۔ مینہ ایک طریقہ ہے اس طریق سے نہ دے۔ کسی اور طریق سے رزق پہنچا دے۔ سبحان اللہ کیا قدرت کاملہ ہے اس کی۔ غرض بندہ اپنے مالک کی طرف متوجہ رہے۔ رزق کی کمی بیشی سے متغیر نہ ہو۔ رزق بہرحال ملے گا اور اگر موت فاقہ سے مقدر ہوئی ہے تو اس کا ٹالنے والا کون: (مکتوب بغیر تاریخ نمبر ۱۲ صفحہ ۱۲۲)

۲۱ - عمر آخر ہوئی اور کام ادھورا رہا انکساری کا ایک اور رنگ

"تم بھی دعا کیجو میرے لئے کہ عمر آئی ہے آخر ہونے پر صورت پورے ہونے کی نہیں اس درد کو کس کے سامنے روؤں اور اس مرض کا کیا چارہ کروں۔ کوئی ایسا بھی نہیں کہ دو گھڑی درد دل اس کے سامنے کہہ کر۔ دل خوش کیجئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اور تم کو جو پریشانیاں پیش آئیں یہ شامت اس پریشان کی ہے یعنی میری کہ تم مرید میرے ہوئے اور غم دل مول لیا۔ سو تم کو محبت ہے اور اقتضا اس کا شرکت حال ہے تم اور ہم دونوں کسی غم میں شریک ہو کر پریشان ہیں اللہ تمہیں اور مجھے دونوں کو اور سب احباب کو پریشانی سے بچا دے" (مکتوب ۳۶ موصولہ ۱۳ شوال سنہ ۱۳۰۱ھ صفحہ ۸۹ مکتوبات یعقوبی)

محنت کے بعد راحت کی قدر

امیر شاہ خاں نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں نے مولانا محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ قیامت کے دن جب جنت نہ بھرنے کی شکایت کرے گی تو اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کرے گا اور اسے بلا عمل جنت میں داخل کرے گا۔ تو یہ لوگ تو بڑے مزے میں ہوں گے۔ فرمایا:-

"انہیں کیا خاک مزہ ہوگا۔ وہ راحت کا لطف کیا اٹھائیں گے۔ جو راحت بعد کلفت کے حاصل ہو اس میں لذت ہوتی ہے۔ جنت میں آرام و چین ہم کو ہوگا۔ جو مختلف شدائد و آلام جھیلے ہوتے ہیں۔"

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

یہ ہیں حضرت مولانا کے ملفوظات اور اقوال زریں جن پر چل کر ہم زندگی میں فلاح حاصل کر سکتے ہیں

اخلاق و عادات

تمام عبادتوں، ریاضتوں، مجاہدوں، تحصیل علوم و فنون کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے اخلاق و خصائل اور اطوار و عادات شریعت اور طریقت کے سانچے میں ڈھل کر بے ساختہ انسان کے ظہور میں آئیں تاکہ ایسی شخصیت سے بنی نوع انسان کو مثالی طور پر نفع پہنچے اور وہ اور دوسرے بنی نوع انسان اچھے افراد بن کر شہریت کے بہترین انسان بن سکیں ایسے افراد پر مشتمل معاشرہ ایک بہترین معاشرہ کہلانے کا مستحق ہوگا اور اجتماعی زندگی میں امن، سکون، مسرت، خوش وقتی اور ایک دوسرے سے تعاون کا مظاہرہ ہوگا۔ اس قسم کے افراد جو ایمان اور عمل صالح کا پیکر بن کر اُمّت کے سامنے آئیں گے۔ وہ فرشتوں سے بھی افضل کہلانے کے حقدار ہوں گے۔ اخلاق اور ادب انسانیت کے جواہر ہیں۔ جن سے انسان انسان بنتے ہیں۔ بقول شاعر ؎

ادب بہتر از گنج قارون بود   فزوں تر ز ملک فریدوں بود
بزرگاں نہ کردند پروائے مال   کہ اموال راہست رو در زوال

مسلمان کے لئے ادب اور اخلاق۔ اخلاق کے سب سے بڑے پیکر پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں گے جن کے متعلق فرمایا گیا کہ اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْمٍ اور بقول شاعر ؎

ادب آموز انداں ادیب کہ او   ادب از لوح کبریا آموخت

اسی خلق کا نتیجہ تھا کہ نامساعد حالات میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اور ارفع اخلاق اور بزرگان دین کی مثالی مسلمانی سے دنیا میں اسلام پھیلا۔ علماء ربانی جو نائبین رسول ہوتے ہیں۔ ان کے لئے پیغمبرؐ کے اخلاق کی نیابت بھی لازمی ہے۔ اس معیار کے مطابق عابد و زاہد و عالم مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و عادات کو ان کی زندگی میں تلاش کیجیے جو حسب ذیل ہیں۔ جس سے انکی قطعیت اور درویشی کا ثبوت ملتا ہے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب کی سیرت اور اخلاق و عادات پر حسب ذیل روایات سے روشنی پڑتی ہے جس سے انکی سیرت کا ایک ایک پہلو نمایاں ہوجاتا ہے اور جن سے سلوک کی منزلیں طے کرنے میں مثالی طور پر مدد ملتی ہے، حسب ذیل تمام حوالے رسالہ الہادی رجب ۱۳۵۷ھ سے لئے گئے ہیں۔

صبر یعقوب و تسلیم و رضا مولانا اشرف علیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا محمد یعقوب صاحب کا جب انتقال ہوا تو ان کے چودہ آدمی گھر کے ان سے پیشتر چند ہفتوں کے اندر اندر مرچکے تھے۔ بڑے صابر تھے کبھی نہ روئے۔ نہ کوئی بے صبری کی بات منہ سے نکالی۔ ہاں ایک

مرتبہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے میں نے سنا کہ یہ شعر پڑھ رہے تھے اور ان سب حالات کے راوی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ہیں

جز بہ تسلیم و رضا کو چارۂ　　در کف شیر نرِ خونخوارہ

سادگی و بے تکلفی

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب ایک مرتبہ گنگوہ تشریف لائے مولانا کے پاجامے میں بجائے کمر بند کے بان پڑا ہوا تھا۔ حضرت مولانا رشید احمدؒ گنگوہی نے فرمایا کہ یہ بان کیوں ڈالا ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے جواب دیا کہ کمر بند تلاش کیا مگر اس وقت ملا نہیں اس لئے بان ڈال لیا۔ مولانا گنگوہی صاحب نے فرمایا اچھا میرا کمر بند جو الگنی پر پڑا ہے ڈال لو۔ چنانچہ کمر بند باندھنے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ اس میں روپیہ بھی بندھا ہوا ہے۔ حضرت سے کہا کہ اس میں تو روپیہ بھی بندھا ہوا ہے۔ حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ معہ روپیہ کے کمر بند آپ کی نذر ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے روپیہ لے لیا اور کمر بند پاجامے میں بلا تکلف ڈال لیا“

گدھے پر سواری

حضرت تھانوی نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے متعلق یہ قول نقل فرمایا کہ ہر شخص میں کچھ نہ کچھ باطنی روگ مرض ہوتا ہے۔ جو مجاہدے سے رفع ہو جاتا ہے۔ مگر مولانا محمد یعقوب صاحب میں کوئی باطنی روگ نہیں“ (الہادی رجب ۱۳۵۶ھ ص ۴۹) بعد ازاں مولانا تھانوی نے فرمایا کہ ایک مرتبہ (مولانا محمد یعقوب صاحب گدھے پر سوار ہو کر اور اسی پر کتابیں رکھ کر نانوتہ کو چل دیئے“ ۔

بے نفسی، عاجزی اور اخلاص

ایک مرتبہ مولانا گنگوہی کھانا کھا رہے تھے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب تشریف لے آئے۔ مولانا گنگوہی صاحب اپنے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا دے کر گھر میں اور کھانا لینے کے واسطے چلے گئے۔ مولانا نے وہ ٹکڑا کھانا شروع دیا“

غلطی کا اعتراف

اپنی غلطی کا اعتراف بمشکل ہی کوئی کرتا ہے۔ بلکہ غلطی کی تائید اور اس پر اصرار عام ہے اور یہ پستی کی علامت ہے۔ بہادر اور وسیع قلب شخص وہ ہے جو اپنی غلطی کا اقرار کرے اور جو بات نہ آتی ہو اس کے بارے میں صاف کہہ دے کہ مجھے نہیں آتی۔ ڈاکٹر کی سمجھ میں اگر مرض نہیں آتا تو وہ اس کا اقرار نہیں کرتا بلکہ وہ اٹکل پچو علاج شروع کر دیتا ہے۔ یہی حال اساتذہ کا ہے۔ کلاس میں غلطی ہو جائے تو کیا مجال مان لیں۔ ایک پروفیسر نے کالج کی کلاس میں تاب ناک کو تان باک پڑھا دیا اور اس پر مسلسل اصرار کرتا رہا۔ اب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے بارے میں اعتراف غلط کے متعلق مولانا تھانوی کی زبانی سنیئے فرماتے ہیں: ۔

"شہر والوں میں یہ عادت نہیں کہ اپنی غلطی کا اقرار کریں۔ گاؤں والے بیچارے اپنی غلطی کا اقرار کر لیتے ہیں۔ شہر والے تو اس غلطی کو بناتے ہیں۔ مولانا محمد یعقوب میں یہ بات دیکھی کہ ادنیٰ سے طالب علم نے اگر کوئی غلطی تبلادی تو فوراً اقرار کر لیا کہ ہاں بھائی میری غلطی تھی۔ مولانا اپنے ماتحت مدرسین کے پاس کتاب لے کر جا بیٹھتے تھے اور جو بات سمجھ میں نہ آتی تھی اس کو پوچھ لیتے تھے۔"

رعب و دبدبہ

مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ:۔

"ایک مرتبہ مدرسہ دیوبند میں کسی نے آم بھیجے۔ سب طالب علم وہیں آم کھا رہے تھے اور مولانا محمد یعقوب صاحب بھی وہیں کھا رہے تھے۔ مگر مولانا نے طالب علموں کی طرف سے پشت کر لی تھی۔ طالب علموں میں جو ثقہ (متین) تھے انہوں نے مولانا کی پناہ لے لی تھی کیونکہ طالب علم آپس میں چھلکے رس وغیرہ ایک دوسرے پر نچوڑ دیتے تھے پھر مولانا اٹھ کر حجرے میں چلے گئے اور مولانا محمد قاسم صاحب طالب علموں کے ساتھ تماشہ دیکھتے رہے۔ طالب علموں میں خوب گٹھلی بکل چلا۔ پھر جب خوب چل پڑی۔ تو مولانا محمد یعقوب صاحب باہر نکل آئے۔ مولانا کو دیکھ کر سب بھاگ گئے۔ مولانا کی بڑی ہیبت تھی۔"

رعب و خندہ

ایک اور ملفوظ میں حضرت تھانوی نے فرمایا کہ "مولانا محمد یعقوب صاحب کا بڑا رعب تھا۔ لوگوں کی جان نکلتی تھی۔ حالانکہ ہر وقت ہنستے رہتے تھے۔" (الہادی صہ ۲۲)

حسین و خوش پوشاک

مولانا تھانوی نے فرمایا کہ:۔

"مولانا محمد یعقوب صاحب اپنے تمام مجمع میں خوش پوشاک، نازک مزاج نازک بدن تھے اور حسین بھی ایسے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ شہزادہ ہیں۔ (الہادی ص۲ شعبان ۱۳۵۷ھ)

سر پر آموں کی گٹھڑی میں تواضع کا رنگ

مولانا تھانوی حکایت بیان کرتے ہیں کہ:۔

"موضع املیا کے ایک شخص نے مولانا کی مع طالب علموں کے آموں کی دعوت کی وہ گاؤں دیوبند سے تین کوس ہے سواری بھی نہیں لایا۔ مولانا مع رفقا کے پیدل گئے اور وہاں آم کھائے جب چلنے لگے تو اس نے بہت سے آم گھر لے جانے کے لئے دیئے اور بدتمیزی یہ کی کہ ان کے پہنچانے کے لئے بھی مزدور تک نہ دیا سامنے لاکر رکھ دیئے کہ ان کو لیتے جایئے۔ مولانا کا حصہ بھی اوروں سے زیادہ ہی دیا گیا۔ سب اپنے اپنے آم کپڑے میں باندھ کر چلے۔ مولانا بھی بغل میں لے کر چلے ایک طرف کی بغل تھک گئی تو دوسری طرف لے لیا۔ جگہ دور تھی بار بار کروٹیں بدلتے تھے۔ یہاں تک کہ دیوبند پہنچے تو ہاتھ زیادہ تھک گئے۔ مولانا نے اس گٹھڑی کو سر پر رکھ لیا اور فرماتے تھے کہ بھائی یہ ترکیب پہلے سے سمجھ میں نہ آئی۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ مولانا کو دونوں طرف سے سلام ہو رہے تھے اور مولانا جواب

دیتے جاتے تھے اور اس حالت سے مولانا کو ذرا بھی تغیر نہ تھا۔ سبحان اللہ کیا تواضع ہے۔ نفس ان حضرات میں تھا ہی نہیں۔ یہ قصہ میں نے مولوی ظفر احمد مرحوم تھانوی سے سنا ہے جو اس زمانے میں وہاں طالب علمی کرتے تھے (حسن العزیز جلد چہارم ص۱۶۳)

قیام تعظیم سے شاگردوں اور طلبا کو ممانعت

مولانا تھانوی صاحب نے فرمایا کہ:۔ "مجھے اپنی طالب علمی کا قصہ یاد ہے کہ جب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسے میں تشریف لائے تو ہم سب لوگ ادب سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک روز مولانا نے فرمایا کہ مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے (امثال عبرت ص۵۶ جلد دوم)

خطوط کے جوابات میں مولانا کی عادت

مولانا دارالعلوم دیوبند کے مشاغل میں بے حد مصروف رہتے تھے۔ اس لئے جوابات میں تاخیر ہو جاتی تھی اور بعض وقت سستی ہوتی تھی۔ کتنے کتنے عرصہ تک خط جیب میں پڑا رہتا کہ جواب لکھیں لیکن نہ لکھ پاتے اور پھر وہ خط گم بھی ہو جاتا اور سوچتے کہ خط میں کیا کیا امور تھے۔ پھر اپنی قوت حافظہ کو عمل میں لا کر جواب تحریر فرماتے۔ ان سب عادات پر حسب ذیل عبارت سے آپ کو مولانا کی عادت کا پتہ چل سکتا ہے۔ یکم محرم سنہ ۱۲۹۸ھ کے مکتوبات میں منشی محمد قاسم کو لکھتے ہیں۔

"تمہارا خط پہنچا پہلا خط جو آیا تھا اس کے جواب نہ لکھنے کے عجیب اسباب پیش آئے۔ جب خط آیا تھا۔ ان دنوں ایک ضرورت سے دہلی جانا ہوا۔ پھر بہت دنوں کے بعد میرٹھ وغیرہ ہو کر یکم رمضان کو گھر پہنچا۔ رمضان بھر چاند کے جھگڑے میں مختلف تحریرات کرنی پڑیں۔ غرض کہ بعد رمضان وہ خط جو اکثر اوقات جیب میں رہتا تھا۔ خدا جانے کہاں رکھ کر بھولا۔ پھر خیال رہا کہ جواب لکھوں گا جو بات یاد آوے مگر اتفاق نہ ہوا۔ فرصت بہت کم ہوتی ہے۔ دن چھوٹے ہونے کے سبب اکثر لکھنا رہ جاتا ہے

رات کو لکھنا بند

رات کو لکھنا چھوڑ دیا ہے۔ اور لکھنا کسی قدر دشوار بھی ہو گیا ہے دن کو بالکل فرصت نہیں۔ اب تمہارا یہ خط آیا جواب لکھنے کے لئے کئی روز سے تہیہ کرتا تھا آج جمعہ ہے صبح سے کئی اور جواب لکھے۔ اب تمہارے خط کا جواب لکھتا ہوں۔ (مکتوب نمبر ۵۳ ص۱۰۸)

انوار کیا صاف صاف باتیں ہیں اور بلا کم وکاست کاغذ پر ظاہر کر دی ہیں۔ تکلف کا خط میں نام ونشان نہیں۔ لفظ لفظ سے محبت ٹپک رہی ہے۔ شفقت کا دریا بہ رہا ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔

صاحب الرائے ہمدرد وشفیق مرشد مولانا محمد یعقوب

مولانا کی تحریروں اور حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں آپ کو دین میں اصابت رائے حاصل تھی۔ اور تفقہ فی الدین کا ملکہ حاصل تھا۔ وہاں

دنیاوی امور میں بھی آپ کو فہم کامل اور رائے کی درستی وصحت میں بھی کمال حاصل تھا۔ مرید مخلص کو روزی کی تنگی نے ستا رکھا ہے۔ وہ عرضی نویسی کا کام کرتے ہیں۔ اس میں بعض عرضیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو غلط قسم کی شرعاً ناجائز ہوتی ہیں۔ ان امور کے خطرات سے پیر ومرشد کو منشی محمد قاسم نے آگاہ کیا ہے جواب میں مولانا کس شفقت و ہمدردی کا اظہار فرماتے ہیں۔ اس سے پتہ لگانا آسان ہے۔ لکھتے ہیں۔

> "اپنے فکر کی طرف سے جو حال لکھا ہے اس سے تشویش ہوگئی۔ بھائی رزق کے لئے کوئی ظاہری سامان قلیل سا کر لو۔ بہتر تو مزدوری اور ہاتھ کا کام ہے۔ اگر یہ نہ ہو سکے کوئی مختصر سی نوکری کر لو۔ اور عرضی نویسی ہر چند مزدوری ہے۔ مگر اس میں احتیاط کرنی دشوار ہے ...... جو (کام عرضی نویسی کا) موافق شرع کے اس کو آپ کر لیا۔ اور اجرت تحریر پر رکھو ...... ایک خیال اور آتا ہے کسی سیٹھ کی نوکری کر لو۔ یا کوئی شغل پڑھانے کا ہو وہ کر لو۔ غرضیکہ ایسی تدبیر کرو کہ بے فکری ہو جائے۔ تشویش دور ہو اور اگر کچھ نہ بنے توکل بخدا صبر کرو۔ اور بیٹھ رہو روزی دینے والا ایک طور پر مقرر نہیں کہ دے کوئی اور صورت ہوگی جس سے روزی مقدر ہے وہ ظہور کر آوے گی۔ بالجملہ تشویش دور کرو۔ لطیفہ غیبی کے منتظر رہو تاکہ کیا ظہور کرے۔ (مکتوب یکم محرم ۱۲۹۸ھ مکتوب ۵۳ ص۱۰۹)

مذکورہ بالا عبارت میں مولانا کے اخلاق وعادات سے متعلق حسب ذیل امور کا جوہر صاف نظر آتا ہے۔

۱۔ وہ بے حد شفیق و ہمدرد عادت کے مالک تھے۔

۲۔ بہت صائب الرائے اور بہترین مشیر تھے۔

۳۔ ملازمت ہو یا مزدوری ہر ایک ذریعہ معاش میں اکل حلال کا مشورہ دیتے ہیں۔

۴۔ سیٹھ کی نوکری کا مشورہ کہ اس میں تنخواہ ملنے میں آسانی اور مارے جانے کا خطرہ کم ہوتا ہے۔

۵۔ اسباب ظاہری کے فقدان کے بعد توکل کے آخری مقام کا سبق۔

استر اوپر اور ابرا نیچے مولانا تھانوی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتے سے چلے اور لحاف کی تہ اس طرح سے کی کہ ابرا اوپر اور استر نیچے کسی صاحب نے اس طرح کر دیا کہ ابرا نیچے اور استر اوپر اور یہ کہا کہ بزرگوں کو ایسے امور کا تجربہ نہیں۔ جب مولانا نے ملاحظہ فرمایا تو کہا یہ کس عقلمند نے تصرف کیا ہے۔ لحاف کے ابرے کو تو گرد وغبار سے بچایا اور یہ خیال نہ کیا کہ یہ گرد وغبار میرے دماغ میں پہنچے گا۔ لحاف اچھا ہوا یا میرا دماغ۔ زینت مقصود نہیں آرام مقصود ہے"۔ (بحوالہ الہادی ماہ شعبان ۱۲۵ھ قصص الاکابر)

سراپا عجز وانکسار : حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی تمام زندگی از سر تا پا عجز وانکسار تھی صحیح

معنی میں سالک کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے میں کبر و نخوت زبردست رکاوٹ ہے اور خودی کو مٹانا ہی ولایت ہے۔ یہ خودی شیطانی خودی ہے نہ کہ علامہ اقبال کی خودی جو رحمانی خودی ہے۔ مولانا کے قلم سے جابجا عاجزی ٹپکتی ہے۔ مختلف مکتوبات میں اپنے مرید منشی محمد قاسم کو لکھتے ہیں جن کو ابھی مرید نہیں بنایا ہے۔

> "اور جو کچھ تم نے بیان اشتیاق اور ارادہ آنے کا لکھا ہے اور حقیقت میں تم کو اس روسیاہ سے ایسی ہی محبت ہے مگر ملاقات میں جلدی نہ کرنی چاہیئے۔ اگر مقدر میں ہے تو نصیب ہو جائے گی ورنہ قیامت بہت قریب ہے۔ ہمارا تمہارا وہاں کا وعدہ ہے۔ اللہ ہم سب کو اپنی رحمت سے بخشے اور فضل کرے" (مکتوب سوم ص۲۷)

> "یہ ناکارہ ہر چند بظاہر متہم نیکی کے ساتھ ہوا مگر حقیقت حال عالم الغیب خوب جانتا ہے۔ تم اپنے واسطے شیخ کامل کی تلاش رکھو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ عاجز خود درماندہ شرمندۂ بارگاہ خداوندی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خود لائق اس کے ہے کہ کوئی خدا کا بندہ خدا کے واسطے اس کی دستگیری کرے" (مکتوب سوم ص۲۸)

ایک اور مکتوب میں اپنے عقیدتمند کو لکھتے ہیں، درانحالیکہ اب وہ عقیدتمند مرید بھی بن گیا ہے

> "اس ناکارہ کو بھی دعا سے یاد رکھو کہ پچاس کی عمر آئی اور یہ یونہی گنوائی۔ لڑکپن کے خصائل ہنوز ویسے ہی ہیں۔ ایک وضع نہ بدلی ایک رنگ نہ پلٹا۔ کیسی کیسی صحبتوں میں رہا مگر کسی کا کچھ اثر نہ ہوا۔ ہاں شقی کو کون سعید کر دے۔ اصل کا بدل دینا اسی کا کام ہے۔ حضرت مخدوم العالم (حاجی امداد اللہ صاحب) کی خدمت میں جو کوئی بھی کچھ رہ گیا اس پر ایک اثر ہو گیا کہ تمام عمر نہ گیا۔ میں کم نصیب جیسا تھا ویسا ہی رہا۔ عمر بیہودہ کٹی" (مکتوبات یعقوبی مکتوب نمبر ۲۳ ص۱۸)

ایک خط میں مرید نے بیعت سے پہلے ملاقات کا اظہار کیا ہے ان کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

> "یہ ناکارہ قابل ملاقات نہیں۔ باتیں بنانا اور ہے اور اچھا ہونا اور ہے مگر یہاں چند بزرگ ایسے ہیں جیسا تم نے خیال باندھا ہے۔ البتہ ان کی زیارت مغتنمات سے ہے۔ اگر والدین کی رضا اور اجازت ہو اور کوئی حرج نہ ہو اور سامان بن پڑے تو کبھی ارادہ کیجیو بندہ مانع نہیں۔ مگر رضا والد کی شرط ہے" (مکتوب نہم ۳ از ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ھ ص۳۹)

اللہ اللہ کیا شان انکساری ہے پیر ایسے ہوتے ہیں اپنے آپ کو ناکارہ بتاتے ہوئے دوسرے بزرگوں یعنی مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم صاحب، مولانا رفیع الدین صاحب کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ کہ ان سے آکر ملنے میں فائدہ ہوگا اور والدین کی رضا مندی۔ سامان سفر کی فراہمی اور کار زندگی میں حرج واقع نہ ہونے کی صورت میں آنے کو منع نہیں فرمایا۔ یہ ہے شان بزرگی۔

چودھویں مکتوب میں اپنے مخلص مرید کو لکھتے ہیں۔

'' اوقات یادالٰہی میں اس روسیاہ کو دعائے خاتمہ بخیر سے یاد کرنا عمر سب بیکار گزر گئی۔ دیکھئے آخر کیا ہو'' (مکتوبت ۴۴)

ایک اور خط میں جبکہ مرید صفا کیش آپ کی خدمت میں رہ کر استفادہ کرنا چاہتا ہے، لکھتے ہیں:

> اور اپنے متعلقوں میں اور والدین کی خدمت میں ہی رہنا بہتر ہے۔ سفر کا ارادہ مت کرو۔ خاص کر اس روسیاہ کے ملنے کے ارادے سے کہ حسب ضرورت تمہارے پوچھنے کی ضرورت سے کچھ اوٹ پٹانگ جواب لکھ بھیجتا ہوں ورنہ باللہ العظیم کہ حال میرا نہایت ابتر ہے لائق صحبت نہیں۔ خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ کچھ تمہیں اس نالائق کے پاس رہنے سے کوئی ضرر ہو اور خدائے تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور اپنے یاد کرنے والے کے قریب۔ تم اسی حال پر استقامت کرو (ص ۴۶)

استدعائے حسن خاتمہ

'' دیکھئے ہم اپنی روسیاہیوں کے پتے کیا رنگ لاویں اور کس طور جاویں سوائے دعا اور التجا کیا چارہ ہے۔ تم بھی اس ناکارہ اور درماندہ کے حق میں دعا کیجیو کہ اللہ تعالیٰ ایسے نازک وقت پر یار و مددگار رہو اور ایمان سلامت لے جاویں آمین''۔ مکتوب نمبر ۳۲ ص ۴۹)

نہ علم میں مجھے کمال نہ عمل میں خوبی

'' اے عزیز تم کو اس ناکارہ اور درماندہ کی طرف حسن ظن ہے میں بے چارہ کہاں اور بزرگوں کے واقعات کی تعبیر کہاں'' اے ایاز قدر خود بشناس''، بندہ کا حال ایسا ہے جیسا کسی نے کہا تھا کہ '' بیش ملا طبیب و بیش طبیب ملا و بیش ہر دو ہیچ و بیش ہیچ ہر دو''، نہ علم میں کمال نہ عمل میں خوبی''۔ (مکتوب نمبر ۳۴ ص ۸۲)

رضا شاہ کی لغزش اور مولانا محمد یعقوب صاحب کی چشم پوشی اور عاجزی و انکساری

کوئی بزرگ رضا شاہ صاحب سے منشی محمد قاسم صاحب کے ہم وطنوں کو عقیدت تھی بلکہ مرید تھے کسی لڑکی کے عشق میں مبتلا ہو کر بدنام ہوئے لوگوں نے ان سے بگڑ کر مولانا محمد یعقوب صاحب سے رجوع کرنے کا خیال کیا۔ آپ کے مرید صفا کیش کے خط کے جواب میں مولانا نے جو خط تحریر فرمایا ہے۔ اس میں رضا شاہ صاحب کی لغزش پر کس قسم کی انسانی کمزوری کا اظہار کر کے ان کے قصور سے بے اتفاقی برتنے کو لوگوں کو تلقین کی ہے اور اپنی انکساری کا اظہار کیا ہے۔ یہی وصف مولانا کے مرشد کامل ہونے کی واضح دلیل ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

> '' رضا شاہ صاحب کی نسبت اس امر کا تعجب کیا ہے کہ ان کو طلب ہوئی اور محبت کا جوش ہوا۔ آدمی ان امور میں معذور ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر وہ اس امر کو (یعنی لڑکی کے حصول کی بذریعہ نکاح) خوبصورتی سے کرتے اور راز دل چھپاتے بہت اچھا ہوتا۔ تم نے ان کے معتقدین کی طرف سے جو لکھا ہے کہ ان کا

اعتقاد ان کی طرف نہ رہا اور اب وہ تم سے طالب ہوئے بھائی یہ روسیاہ ان سے کہیں بدتر ہے۔ وہ ایک ہی بلا میں مبتلا ہوئے یہ ناکارہ ایسی ایسی لاکھوں زنجیروں میں قید ہے اور یہ ایک اَمر اتفاقی تھا گزر گیا اور شاید ان کو پھر خیال بھی نہ رہے اور یہ ناکارہ جن پھسٹوں (پھندوں) جنجالوں میں پھنسا ہوا ہے ان سے نجات کی امید نہیں مرد کے لئے عمدہ یہ بات ہے کہ اگر پیر کو دیکھے کہ راہ مستقیم سے لغزش کر گیا ہے اس کے لئے دعا اور التجا جناب باری میں کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس بلا سے نجات دے۔ کیونکہ یہ راہ طریقت کا امداد و اعانت کا ہے اور اتنی بات پر بدعقیدہ ہونا اچھا نہیں۔ ان صاحبوں کو احقر کا کیا حال معلوم ہے دو چار روز دیکھ کر دھوکا نہ کھاویں۔ اگر حال واقعی معلوم ہو تو شاید خلق سنگسار کرے اور یہ لوگ جو بزرگوں کی جائے پر سجادہ نشیں ہوتے ہیں اصل پیر نہیں۔ پیر ہمارے وہ بزرگان خاندان ہیں۔ بالجملہ ایسے واقعات سے اس سلسلے کا قطع کرنا اچھا نہیں۔

صدمۂ جانکاہ میں نماز کے وقت کی پابندی

مولانا تھانوی مولانا محمد یعقوب صاحب کے استقلال اور پابندی اوقات نماز کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ :-

”حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے صاحبزادے مولوی علاؤ الدین کا انتقال خاص بقر عید کے روز ہوا ہے۔ نماز (عید) سے پہلے ان کی بہت غیر حالت تھی۔ جب نماز کا وقت آیا تو مولانا یہ کر کے اللہ کے سپرد، اللہ خاتمہ بالخیر کرے۔ نماز میں پہنچ گئے۔ نماز میں دیر نہ کی حالانکہ مولانا کی وجاہت ایسی نہ تھی کہ اگر کتنی ہی دیر فرماتے تب بھی لوگوں کو گراں نہ ہوتا۔ مگر ایسا نہیں کیا وقت پر پہنچے“ (ارواح ثلاثہ ملقب بہ حکایات اولیا صـ۲۳۶)

ذرا دل پر ہاتھ رکھئے غور کیجئے کہ جوان بیٹا دنیا سے رخصت ہونے کو ہے نزع کا عالم اور نقشہ سامنے ہے لیکن حق اللہ کے لئے نزع کی حالت میں بیٹے کو چھوڑ کر یوں چلے گئے۔ راقم الحروف کے نزدیک یہ شان فاروقی کا عکس مولانا میں جھلکتا نظر آتا ہے اللہ رے جیسے کہ کوئی بات ہی نہیں

خودداری اور پاس وضع

امیر شاہ خاں کہتے ہیں کہ نواب محمود علی خاں (نواب چھتاری) کی بہت آرزو تھی کہ ایک مرتبہ مولوی محمد یعقوب صاحب چھتاری تشریف لاویں۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ جو مولوی نواب صاحب کے یہاں جاتا ہے۔ نواب صاحب اسکو سو روپیہ دیتے ہیں ہمیں وہ خود بلاتے ہیں شاید دو سو دیدیں۔ سو دو سو روپے ہمارے کے دن کے ہم وہاں جاکر مولویت کے نام کو دھبہ نہ لگائیں گے (امیر الروایات)

ظرافت

امیر شاہ خاں کی روایت ہے کہ ایکدفعہ مولانا محمد یعقوبؒ نے ایک مرتبہ ظرافت سے فرمایا کہ دیکھو بھائی ستمبر کا نام کریما میں بھی آیا ہے اور یہ شعر پڑھا ”ستمبر ضعیفان مسکین مکن“ یہ ہیں حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کے اخلاق و عادات کا تشتے نمونہ از خروارے۔ اللہ تعالیٰ ایسے اخلاق کی ہر مسلمان کو نصیب فرمائے

احباب و اقارب

مولانا کے یہ اخلاق حسنہ جو گزشتہ صفحات میں ہم نے پیش کئے ہیں۔ ایک نائب رسول کے ہی ہو سکتے ہیں اور یقینی طور پر مولانا ایک عالم اکمل اور فاضل اجل ہونے کے باعث نائب رسول تھے۔ ہمارے نزدیک انسان کی انسانیت اور عالم کی علمیت کا نقطۂ عروج اخلاق حسنہ میں مضمر ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ کے والد محترم مولانا مملوک علی جن اخلاق حسنہ سے آراستہ تھے۔ ان میں بیٹے نے بھی باپ کی صحیح جانشینی کی، دونوں باپ اور بیٹا پوری تیرہویں صدی ہجری پر اپنے علم اور اخلاق، فضل اور کمال، تقویٰ اور طہارت کے باعث فضائے ہند پر چھائے رہے۔ باپ اور بیٹے کے ہزاروں شاگرد ہند اور بیرون ہند میں پھیل گئے اور ان دونوں آفتابہائے علم سے ہزاروں نے فیض حاصل کیا۔ اگر آپ ان دونوں باپ اور بیٹے کے خاندان والوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو آپ دیکھیں گے ان میں سے کتنے ہی علم و فضل کے سمندر تھے اور ان شمعوں سے جو شمعیں روشن ہوئیں۔ ان کے انوار و برکات بلا مبالغہ ساری دنیا میں چمکے اور ظہور میں آئے۔ اگر آپ مجھ سے پوچھتے ہیں تو میں کہوں گا کہ مولانا مملوک علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نانوتے کے علمی باوا آدم تھے۔ چنانچہ ان کی بدولت آپ کے صدیقی خاندان کے افراد کا جائزہ لیجئے۔ جن میں مولانا محمد مظہر صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارن پور ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد احسن صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد منیر صاحب تینوں کے تینوں علم و فضل کے روشن چراغ تھے۔ ذرا اور اسی خاندان کے ایک فرد پر نظر ڈالیے کہ اس کے سر پر بہت روشن و علم کے یواقیت و جواہر سے مرصع تاج تھا ان کا نام نامی مولانا محمد قاسم تھا جو اسی خاندان کے ایک جید عالم اور بانی دارالعلوم دیوبند تھے اور انہی میں سے مولانا محمد یعقوب صاحب تھے پھر مولانا محمد یعقوب صاحب کی ہمشیرہ کے فرزند بالفاظ دیگر بھانجے مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری ساکن انبیہٹہ فخر روزگار علماء میں سے تھے۔

مولانا عاشق الٰہی مصنف تذکرہ الخلیل و تذکرہ الرشید تذکرہ الخلیل میں لکھتے ہیں:۔ "حضرت (مولانا خلیل احمد صاحب) قدس سرہٗ اواخر صفر ۱۲۶۵ھ مطابق اوائل دسمبر ۱۸۵۲ء میں اپنی نانہال قصبہ نانوتہ ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے کہ آپ کی والدہ ماجدہ بی مبارک النسا مولانا محمد یعقوب صاحب مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند کی حقیقی بہن اور حضرت استاذ الکل مولانا مملوک علی صاحب قدس سرہ کی بیٹی تھیں جو کہ شوہر (شاہ مجید علی) کے کسی ریاست میں ملازم ہونے کے سبب اپنے میکے میں مقیم تھیں .... آپ (مولانا مملوک علی) کی دوسری صاحب زادی مسماۃ نجیب النسا حضرت (مولانا خلیل احمد صاحب) کے چچا مولوی انصار علی کے عقد نکاح میں آئیں کہ مولوی عبداللہ صاحب ناظم دینیات علی گڑھ کالج حضرت (مولانا خلیل احمد صاحب) قدس سرہ کے چچیرے

بھائی بھی تھے اور خلیرے بھی اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی دونوں کے حقیقی ماموں تھے" (ص۲)

غرضکہ یہ خاندان اہل علم وفضل کا خاندان تھا۔ حکیم امیر احمد عشرتی نے مکتوبات یعقوبی کے مقدمے میں ایک شجرہ پیش کیا ہے جس سے مولانا محمد یعقوب صاحب اور دیگر علماء خاندان کا تعلق واضح ہوتا ہے شجرہ یہ ہے

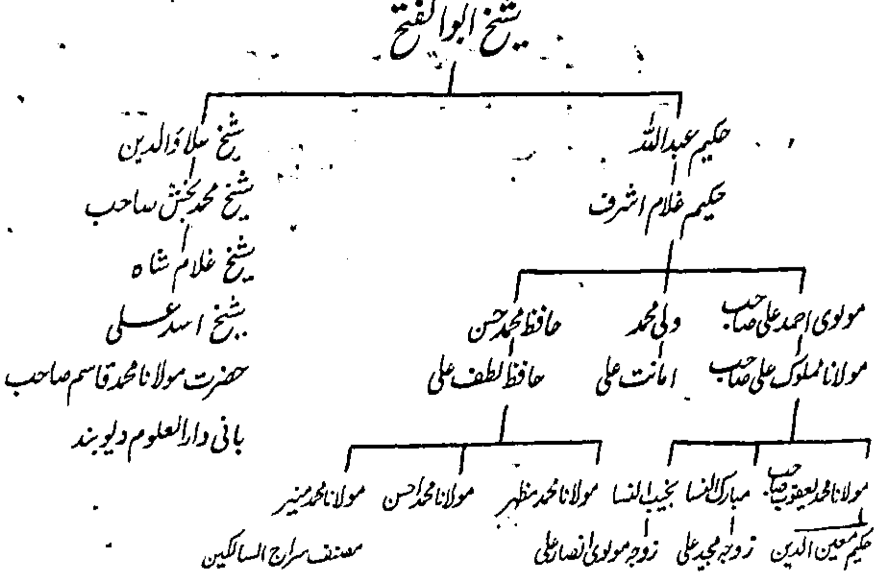
شیخ ابوالفتح
حکیم عبداللہ
حکیم غلام اشرف
مولوی احمد علی صاحب
ولی محمد
حافظ محمد حسن
مولانا مملوک علی صاحب
امانت علی
حافظ لطف علی
مولانا محمد یعقوب صاحب
مبارک النسا
نجیب النسا
مولانا محمد مظہر
مولانا محمد حسن
مولانا محمد منیر
حکیم معین الدین
زوجہ مجید علی
زوجہ مولوی انصار علی
مصنف سراج السالکین
شیخ علاء الدین
شیخ محمد بخش صاحب
شیخ غلام شاہ
شیخ اسد علی
حضرت مولانا محمد قاسم صاحب
بانی دارالعلوم دیوبند

یہ سب حضرات شیخ ابوالفتح صدیقی میں جاکر مل جاتے ہیں جو ان سب کے پانچویں پشت میں جد امجد ہیں مولانا محمد یعقوب صاحب کے فرزند حکیم معین الدین ماہر اطبا میں سے تھے۔ بقول قادری صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب کے پرپوتوں میں ایک شخص محمد شعیب نانوتوی سے راقم الحروف کی ملاقات ہوئی جو کراچی میں رہتے ہیں (مولانا محمد احسن ص۱۹۸) ان رشتہ داروں کے سوا مولانا محمد یعقوب صاحب کے احباب اور دوستوں اور معاصرین پر نظر ڈالی جائے تو ہند و پاک کے قطعۂ زمین میں کوئی ایسی جگہ نہ تھی کہ آپ کے والد مولانا مملوک علی کے شاگرد نہ ہوں شاگردوں میں سے سب ہی آپ کے احباب تھے۔ بالخصوص مولانا رشید احمد گنگوہی متوفی سنہ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء شیخ الہند کے والد مولانا ذوالفقار علی دیوبندی (متوفی سنہ ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء) مولانا شبیر احمد عثمانی کے والد مولانا فضل الرحمٰن سنہ ۱۳۰۸ھ ۱۸۹۱ء حکیم ضیاء الدین رام پوری منہاراں، حاجی محمد عابد صاحب دیوبندی (متوفی ۲۷ر ذوالحجہ سنہ ۱۳۳۱ھ مطابق سنہ ۱۹۱۳ء) مولانا رفیع الدین صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند متوفی (سنہ ۱۳۰۸ھ ۱۸۹۱ء) مولانا فیض الحسن سہارنپوری (متوفی سنہ ۱۳۰۴ھ ۱۸۸۷ء) مولانا شیخ محمد تھانوی (متوفی سنہ ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۹ء) مولانا نور الحسن کاندھلوی (۱۲۸۵ھ ۱۸۶۸ء) مولانا مظفر حسین کاندھلوی، مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور مولانا شاہ عبدالغنی مجددی تو آپ کے اساتذہ میں ہی سے تھے اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو آپ کے پیر و مرشد تھے۔ شیخ الہند

مولانا محمود حسن، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا احمد حسن امروہوی وغیرہ تو آپ کے شاگرد تھے۔

وفات مولانا محمد یعقوب صاحبؒ

دنیا کا کوئی بھی انسان جو دنیا میں آیا آخر اس کو ایک روز موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے۔ البتہ کوئی ایسی موت مرتی ہے جس کے مرنے پر ہزاروں آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں اور آسمان و زمین بھی اس پر روتے ہیں اور کوئی ایسی موت مرتا ہے جس کے مرنے پر لوگ شکر کا سانس لیتے ہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی زندگی آپ کے سامنے ہے جو سراپا پاک، صاف، تقویٰ، علم اور فضل کی زندگی تھی۔ جو ہمیشہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہیں گے۔ شیخ سعدی نے خوب فرمایا ہے۔ ؎

یاد داری کہ وقت زادن تو ہمہ خنداں بودند و تو گریاں
آنچناں زی کہ بعد مردن تو ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

مولانا کی زندگی بھی ایسی ہی زندگی تھی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے یہاں خوش و خرم تشریف لے گئے اور آپ کے احباب، اقارب، متعارفین، تلامذہ، مریدین سب آپ کی وفات پر اشکبار ہوئے۔

تاریخ و یوم وفات ۳ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ ۲۱ دسمبر ۱۸۸۴ء در شب دوشنبہ

مولانا دار العلوم دیوبند سے واپسی کی نیت سے اپنے وطن نانوتہ تشریف لے گئے وہیں بعد نماز عشا ۳ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۴ء کو پیر کی شب میں بمرض ہیضہ ایک بجے آپ کا انتقال ہوا اور اپنے وطن نانوتے میں شمال کی جانب برراہ سہارنپور باغ نو میں جس کو معین الدین صاحب نے پرورش کیا تھا دفن کر دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بیاض یعقوبی میں کسی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یادداشت یہ ہے۔

شب شنبہ یکم ربیع الاول ۱۳۰۲ھ جناب مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اچانک بعد فراغت نماز عشا در ہیضہ مبتلا شدہ بے ہوش شدند شب دوشنبہ قریب ایک بجے وفات از جہان فانی یافت، قبر شریف اوشاں در مقام نانوتہ جانب شمال لب سڑک سہارنپور واقع باغ نو کہ او را معین الدین پرورش کردہ است واقع شد این واقعہ جانکاہ است واقعی این سال بہمہ وجوہ عام الحزن شد چونکہ زوجہ معین الدین عائشہ نام بنت مولوی محمد منیر صاحب ۳ صفر ۱۳۰۲ھ و پسر محمد یامین نام بعمر سہ سال و محمد زبیر بعمر ۱۰ ماہ انتقال کردہ شد یک اولاد محمد الیاس نام گذاشتہ

ہفتے کی رات یکم ربیع الاول ۱۳۰۲ھ کو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد اچانک ہیضہ میں مبتلا ہو کر بے ہوش ہو گئے پیر کی رات کو ایک بجے کے قریب وفات پائی۔ ان کی قبر نانوتے میں شمال کی جانب بر سر راہ سہارنپور نئے باغ میں جسکو معین الدین نے لگایا ہے واقع ہے۔ یہ جانکاہ حادثہ ہے۔ یہ سال حقیقت میں حزن کا سال ہو کیونکہ معین الدین کی بیوی عائشہ بنت مولانا محمد منیر ۳ صفر ۱۳۰۲ھ کو اور لڑکا محمد یامین ۳ سال کا اور محمد زبیر دس ماہ کا انتقال کر گئے صرف ایک لڑکا محمد الیاس نامی چھوڑا۔ (بیاض یعقوبی ص ۱۵۲) آپ کی وفات سے دو ماہ بیس دن پہلے آپ کا لائق فرزند مولوی حافظ علاؤ الدین فاضل دیوبند بمرض ہیضہ انتقال کر چکا تھا۔ حیف صد حیف جو ہستی ۱۲۴۹ھ کو پیدا ہوئی تھی وہ ۳ ربیع الاول کو ۴۹ سال ۱۹ دن کی عمر میں وفات پا گئی۔ کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال

خاتمۂ کتاب

الحمد للہ علی احسانہ کہ کتاب "سیرت یعقوب و مملوک" تمام مراحل تالیف سے گزر کر اختتام کو پہنچ رہی ہے اسی اثنا میں کتاب پر نظر ثانی میں مختلف اضافے کرنے کی نوبت آئی اور اگرچہ یہ کتاب تقریباً سنہ ۱۹۶۰ء میں لکھ چکا تھا۔ لیکن ستمبر سنہ ۱۹۷۴ء تک مختلف اوقات میں کتاب ترمیم و تنقیح کی منازل سے گزرتی رہی۔ آج چاند کی ۱۷ر شعبان سنہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۵ر ستمبر سنہ ۱۹۷۴ء بروز پنجشنبہ بوقت سوا نو بجے صبح اس خاتمہ کے لکھنے میں مشغول ہوں جو پایۂ تکمیل تک پہنچ رہا ہے۔ مجھے بیحد خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ دار العلوم دیوبند کے سب سے پہلے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کے سوانح زندگی لکھ کر میں فارغ ہو رہا ہوں اور کتابت کی تکمیل کرانے اور اصلاح کرنے سے بھی تقریباً فراغت حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب ایسے حافظ، عالم، فاضل، درویش، متقی، صالح اور مرشد کامل و ولی شخصیت کی اس خدمت کے صلے میں میری تقصیرات پر قلم عفو کھینچ دیں اور خدائے بزرگ و برتر کی ذات کریمی سے کیا عجب ہے کہ وہ میری مغفرت فرما دیں۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم   بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

سخت فکر مند ہوں کہ آخرت میں کیا ہوگا۔ انجام بخیر ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ اپنی تمام عمر غفلت اور اتباع خواہش نفس میں گزر گئی جب مولانا محمد یعقوب صاحب جیسے بزرگوں کے حالات پڑھتا ہوں اور اپنے ماضی پر غور کرتا ہوں تو پہروں سوچتا رہتا ہوں کہ یہ حضرات کیسے تھے اور میں راقم الحروف کیا ہوں ایک روز اسی فکر میں غرق تھا کہ حسب ذیل اشعار جو میری زندگی کی روئداد ہیں بے ساختگی میں قلم سے ٹپک پڑے ؎

اشکہائے ندامت

خزاں نے لوٹ لیا وہ گل بہار ہوں میں   کہ حسرتوں کا اک اجڑا ہوا دیار ہوں میں
کہاں نصیب میں حسن عمل کی راہ مجھے   صلاح کار کہاں تھا خراب کار ہوں میں
کبھی بھی دل پہ مجھے اختیار رہ نہ سکا   کہ نفس سرکش و بیباک کا شکار ہوں میں
کیا بھی یاد کبھی بھول کر، تو بھول گیا   کہ تجھ کو بھولنے والوں کی یادگار ہوں میں
نہ لے حساب کہ میں لائق حساب نہیں   کرم کی مجھ پہ نظر ہو کہ شرمسار ہوں میں

بغیر پرسش اعمال بخشدے مجھ کو   کہ سر سے پاؤں تلک سخت داغدار ہوں میں
خدا ہی خیر کرے روزِ حشر اے انور
جہاں میں سب سے زیادہ گنہگار ہوں۔

آخر میں جناب مولانا محمد یوسف صاحب بنوری اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب و مولانا محمد رفیع صاحب عثمانی اور بالخصوص حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی کا شکرگزار ہوں کہ ان کی توجہات اور احساسات سے یہ کتاب طبع ہوکر قارئین کے سامنے آرہی ہے اور برخوردار ڈاکٹر محمد انصار الحسن اور برخورداری عزیزہ صالحہ ایم۔ اے فائنل کا بھی شکرگزار ہوں کہ میرے لڑکے اور لڑکی نے کتاب کی تصحیح اور بعض کتابوں سے مختلف عبارتیں نوٹ کرکے دینے میں میری بڑی مدد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ناچیز سعی کو قبول فرمائے اور ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین۔   الحمدللہ، الحمدللہ، الحمدللہ۔

سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و اله واصحابه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین

محمد انوار الحسن شیرکوٹی پروفیسر
مہبط الانوار ۱۲۹۔ ڈی پیپلز کالونی لائل پور
(پاکستان)

۱۷ر شعبان المعظم سنہ ۱۳۹۴ھ
۵ر ستمبر سنہ ۱۹۷۴ء
بروز پنجشنبہ دس بجے صبح بر بالاخانہ

یعقوب و مملوک

مولانا محمد انوار الحسن صاحب شیرکوٹی، پروفیسر